وجادلهم بالتی هی أحسن (الآیۃ)

مرقاۃ الناظر فی کلام المناظر

تالیف

سلطان المناظرین المحقق المدقق شیخ القرآن والحدیث

الشیخ عبد الشکور الدیروی حفظہ اللہ

ترجمہ

مولوی محمد اسماعیل انور

ناشر

مولانا حسین علی الشکوری

مدرس دار العلوم تعلیم القرآن خال دیر

0314-9819090



مرقاة الناظر
فی
کلام المناظر

تالیف

سلطان المناظرین المحقق المدقق شیخ القران والحدیث
الشیخ عبد الشکور الدیروی حفظہ اللہ

ترجمہ

مولوی محمد اسماعیل انور

ناشر

مولانا حسین علی الشکوری
مدرس دار العلوم تعلیم القران خال دیر
0314-9819090

بسم الله الرحمن الرحيم

جميع الحقوق محفوظة بحقّ المؤلّف

اسم الكتاب : ..... مرقاة الناظر في كلام المناظر

التأليف :... محقّق العصر شيخ القرآن و الحديث عبد الشكور دامت فيوضهم.

المترجم : ..... مولانا محمد اسماعيل انور

الطبع :..... الأوّل سنة ١٤٤٠ھ / ٢٠١٩

النّاشر : .....مولانا حسين على الشكوري

رقم الاتّصال : ٠٣١٤٩٨١٩٠٩٠

موضع الحصول : ..... الجامعة دار العلوم تعليم القرآن خال دير



التنبيه : قد بذلنا جهودنا في تطبيق الترجمة مع العبارة في كلّ صفحة و لكن عدّة مواضع غيّرنا الأسلوب فيها و هي إيراد عبارة في صفحة و ترجمتها في صفحة تليها لمصلحة تناسب هناك .

تنبیہ : ہم نے انتہائی کوشش کی کہ ہر صفحہ پر عبارت کے ساتھ ترجمہ برابر آجائے لیکن چند جگوں پر الگ طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ ایک صفحہ پر عربی عبارت پھر اگلے صفحہ پر اسکا ترجمہ بنابر مصلحت جو وہاں مناسب ہو۔

عرض مترجم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وبعد!

اللہ تعالیٰ نے شعبان ورمضان کی چھٹیوں میں ہمارے شیوخ کو دورہ تفسیر القرآن پڑھانے کی وہ سعادت دی ہے جسکی نظیر نہیں ملتی اور یہ ان شخصیات کے کلیدی کردار کا ثمرہ ہے جنہوں نے اندھیری راتوں میں روشنی کے چراغ جلائے میری مراد شیخ القرآن محمد طاہر رحمہ اللہ اور شیخ القرآن غلام اللہ خان رحمہ اللہ ہیں جن کے مایہ ناز شاگردوں میں شیخ القرآن والحدیث علامہ عبد الشکور صاحب مدظلّہ العالی سر فہرست ہیں۔ چند سالوں سے آپ رمضان سے پہلے شعبان میں دورہ تفسیر کے دوران طلباء کے لئے کچھ وقت مختص کر چکے ہیں جس میں دین کے ان خدماء کو فتنوں کے اسباب سے باخبر کرکے ان سے بچاؤ کی تدابیر مختصر انداز میں بیان کی جاتیں ہیں اور اس پر تنبیہ دیتے ہوئے مبتلیٰ بہ کو مناظرے کی اصول اور اسکے طریقے اپنے خاص اسلوب سے سمجھاتے ہیں۔

پھر اسکا باقاعدہ طور پر کوئی نصاب نہیں تھا جن سے طلباء استفادہ کرکے اپنی اس ضرورت کو پوری کر لیتے تو اسکے لئے شیخ القرآن مدظلّہ سے خواہش ظاہر کی کہ اپنے اس تقریر کو کتابی شکل دیں دے' اس اقتضاء اور پرزور مطالبے کو دیکھتے ہوئے شیخ القرآن مدظلّہ نے رجب 1439 ہ میں عرق ریزی اور جانکاہی سے اس کام کو سرانجام دیا اور ایک بیش قیمت اور گوہر بے بہا تالیف سامنے آگئی جس میں مؤلف نے فتنے او فتنوں کے اسباب کو حق ادا کرتے ہوئے حسن تعبیر اور وضاحت کلام سے بیان فرمایا ۔

جبکہ اصول مناظرہ اور مناظرے کے متعلقات وضروریات کو محاسن سے آراستہ کئے ہوئے عمدہ ترتیب سے پِرو دیا' لیکن بھلا شیخ صاحب مدظلّہ کی دقیق اور عمیق تعبیرات کو کما حقہ سمجھ لینے کا حوصلہ کس کو عطا کیا گیا ہے (جو اپنی دقت واغلاق میں علماء کے حلقہ میں ضرب المثل ہے) اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے الشیخ ابو احمد بادشاہ منیر صاحب اور مفتی شریف حسین صاحب نے حضرت شیخ صاحب مدظلّہ کی تالیف پر نظر ثانی کے بعد یہ رائے پیش کردی کہ اسکا اردو ترجمہ

کیا جائے تاکہ اسکا فائدہ عام ہو حضرت شیخ صاحب نے اس کے لئے بندہ کا انتخاب کیا جسکو اپنی علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا خوب اعتراف ہے لیکن حضرت شیخ کے ساتھ معمولی نسبت نے حضرت کے علوم و معارف کے افادیت کو عام اور آسان بنانے پر نہ صرف آمادہ بلکہ مجبور کر دیا اور جب اللہ تعالیٰ کسی کام کی تکمیل کا ارادہ فرماتا ہے تو پردہ غیب سے اسکا انتظام بھی فرماتا ہے' اب یہ مترجم حصہ آپ کے سامنے ہیں لیکن اب اس سے دشوار اور پیچیدہ کام کا فیصلہ کر لیا گیا ہیں جو اس تالیف کا تحشیہ ہے اور میرے لئے عقبہ پار کرنا ہے 'الجھن محسوس کر رہا ہوں لیکن اللہ تعالیٰ سے ناامید نہیں ہوں ؎

نہ ہو نومید نومیدی زوال علم و عرف　　امید مرد مؤمن ہے خدا کے رازدانوں میں

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں　　نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں

اہتمام اور احتیاط کے باوجود ڈر ہے کہ میری کم فہمی اور کم علمی کی بناپر کوئی غلطی یا حضرت شیخ کے منشاء کے خلاف کوئی بات انکی طرف منسوب نہ ہوگئی ہو اس لئے اہل علم حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اصل کتاب کو مد نظر رکھتے ہوئیں پڑھیں اور جو غلطی یا کوتاہی ہوگئی ہو اس پر مطلع فرمائیں کہ حضرت شیخ کے دامنِ علمی کو غلط انتساب کے داغ سے محفوظ رکھنا میرا فرض ہے۔

مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک ضروری امر یہ ہے کہ وہ کتاب کے نام اور اس کی وجہ تسمیہ کو جانتا ہو چنانچہ یہ نام (مرقاۃ الناظر فی کلام المناظر) بطور تنبیہ رکھا گیا ہے کہ واردات میں مبتلیٰ شخص 'مخاطب اور مقابل کو اونچے مقام سے نظر میں رکھ کر یہ جاننے کی کوشش کرے کہ اسکا مقصد حق کا اظہار ہے یا فتنہ و فساد پھیلانا 'حق پرستوں کو بدنام کرنا اور انکے خلاف پراپیگنڈہ کرنا ہے' اسی وجہ سے مناظرہ کی مباحث سے پہلے جو مضمون ہے اسکا مطالعہ

بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے تاکہ مبتلیٰ بہ، مخاطب کی حیثیت کے مطابق اقدام کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لفظ تو مناظرے کا استعمال کیا جائے، لیکن مناظرے کی بدنامی اور ملک میں فتنہ و فساد برپا کرنے کی آگ بڑکائی جارہی ہو۔

بندہ لاشیئ اپنی اور اپنے شیخ کی طرف سے ان تمام معاونین حضرات کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے اپنے انتہائی تعلیمی مصروفیات میں سے وقت نکال کر ہماری تعاون فرمائی،

بالخصوص حضرت العلامہ ابو احمد بادشاہ منیر صاحب اور ابو عمار مفتی شریف حسین شریف صاحب کی جنہوں نے عربی عبارات کی نظر ثانی بڑی جانفشانی سے کی، اور مولانا محمد حماد (پنج پیر) کی جنہوں نے عربی تالیف کے کمپوزنگ کی خدمات انجام دیئے۔

اسکے علاوہ بندہ محمد طلحہ نعمانی (اسلام آباد) کا بھی انتہائی مشکور ہے جنہوں نے اردو ترجمہ کی نظر ثانی کا کام بڑی عرق ریزی سے انجام دیا۔

نیز برادرم مفتی ریحان اللہ روغانی صاحب بھی انتہائی شکریہ کا مستحق ہے جنہوں نے اردو ترجمہ کی طباعت اور کمپوزنگ کے مراحل میں بندہ کا ساتھ دیا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات اساتذہ کرام اور جملہ احباب کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائیں۔

اور بندہ کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

محمد اسماعیل انور بن عبید اللہ انور

(تخت بھائی مردان)

٤٤٠ ابن الرجب ١٨

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبہ ابو حنیفہ
اکرام گل قانی
کتاب نمبر 0345-9490875

الاعتذار والالتماس

وضعت هذه الرّسالة للرّدّ على من أنكر عن الدّين ، و تأوّل في ضروريات الدّين ، و تحوّلها إلى غير ما كانت عليه ، و أخرجها عن صورة ما تواترت عليه فتأويله ردّ على الشّريعة ؛ فلزم علينا الرّد عليه ، و أمّا ذكر الفرق اللّتي هم من المسلمين ، و ليس الاختلاف معهم في أصول الدّين و لا فی العقائد فذكرهم تطفّلًا .

نعم ! الاختلاف معهم باعتبار بعض الجهات فنذكرهم و لا نريد بذكرهم إلّا النّصيحة كما قال النّبيّ ﷺ: الدّين النّصيحة ، قيل : لمن ؟ قال : لله و لرسوله ولكتابه و لأئمّة المسلمين و لعامّتهم .....

معذرت اور گزارش

یہ رسالہ دین کے منکرین ،اور ان لوگوں کی تردید میں ہے جو دین کے اہم امور میں تاویلات کرتے ہیں اور انہیں غیر مناسب مواضع کی طرف پھیرتے دیتے ہیں اور انکو اپنی اس صورت سے نکالتے ہیں جو کہ متفق علیہ ہوتی ہے۔

تو انکی یہ تاویلات در حقیقت شریعت کا رد کرنا ہے اس لئے ہمیں بھی انکی تردید میں قدم اٹھانا پڑا۔

باقی رہیں مسلمانوں کی ٹولیاں ،اور وہ جنکے ساتھ اختلاف دین کے اصول اور عقائد میں نہیں تو انکا تذکرہ ضمناً ہے۔

ہاں ! انکے ساتھ بعض چیزوں کا جو اختلاف ذکر کیا جائے گا تو اس سے ہمارا مقصود بھلائی کرنا ہوگا۔ جیسے کہ نبوی فرمان ہے: "دین سراسر خیر خواہی ہے" عرض کیا گیا کس کے لئے ؟ ارشاد فرمایا اللہ ،اسکے رسول ،اسکی کتاب ، مسلمانوں کے ائمہ اور انکی عوام کے لئے۔

فالمرجوّ من کلّ ناصح إمعان النّظر بالإنصاف ، و التّنبیه بالخطأ و الزّلّات [جزاه الله خیرًا] ؛ فتأمّل و تدبّر بإمعان النّظر و دقّته .

أمّا ذکر بعض الرّوایات الضّعیفة فی الفتن والملاحم ، فلإقامة بعض الإصطلاحات فقط ، لا لإثبات المسئلة ، وقال الحافظ ابن حجر رحمه الله فی مقدمة کتابه[1] بعد أن نقل قول الامام احمد رحمه الله : ثلاثة کتب لیس لها أصول ، أي : أسانید وهي المغازی والتفسیر والملاحم .

قلت :ینبغی أن یضاف إلیها الفضائل ؛ فهذه أودیة الأحادیث الضعیفة و الموضوعة ؛ إذ کانت العمدة فی المغازی علی مثل الواقدی ، و فی التفسیر علی مثل مقاتل و الکلبي و فی الملاحم علی الإسرائیلیات.....

ہر ناصح سے یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ میانہ روی کے ساتھ گہری نظر کرکے کوتاہی اور لغزشوں سے باخبر کریگا (اللہ اسکو بھلائی عطافرمائے) غور کیجئے اور دقت نظر کے ساتھ سوچئے۔

اور جو ضعیف روایات فتنوں اور جنگوں کے بارے میں ذکر کی گئی ہیں تو وہ بعض اصطلاحات کے قیام کیلئے ہیں نہ کہ کسی مسئلہ کے اثبات کیلئے۔ حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب (لسان المیزان) کے مقدمہ میں امام احمد کے قول کو نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: کہ تین انواع کتب کی ایسی ہیں جنکی کوئی اصل اور سند نہیں ہے جو کہ مغازی، تفسیر اور ملاحم پر مشتمل ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ مناسب ہے کہ اسکی نسبت فضائل کی طرف بھی کی جائے کیونکہ یہ تو منگھڑت اور ضعیف احادیث کی وادیاں ہیں۔

کیونکہ مغازی میں عمدہ کتاب واقدی جیسے ،اور تفسیر میں مقاتل اور کلبی جیسے لوگوں کی ہے اور ملاحم تو اسرائیلیات سے بھرے پڑے ہیں ۔

---

[1] لسان المیزان ١٣/١

و أما الفضائل فلا يحصى كم وضع الرافضة فی فضل أهل البيت ، وعارضهم جهلة أهل السنة بفضائل معاويةؓ ، بل و بفضائل الشيخين ، و قد أغناهما الله و أعلى مراتبهما عنها[1].

فلا ينبغی لأحد المؤاخذة علی المؤلف من ذكر الروايات الضعيفة كما هو المرجوّ من المخلصين.....

جبکہ فضائل تو بے شمار ہیں، شیعہ نے کتنے ہی فضائل اہل بیت کے بارے میں گھڑے ہیں جبکہ اہل سنت میں سے بعض جہلاء بھی انکے مقابلے میں حضرت معاویہ کے فضائل بلکہ شیخین کے فضائل گھڑ چکے ہیں (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اس سے مستغنی فرمایا ہے اور اسکے بغیر ہی انہیں عالی مراتب عطاء فرمائے ہیں۔)

اس وجہ سے یہ بات مناسب نہیں کہ کوئی مصنف پر کمزور روایتیں ذکر کرنے کے بسبب گرفت کرنا شروع ہو جائے۔ جیسا کہ (اس عدم مؤاخذہ کی) مخلصین سے امید ہے۔

---

[1] (هامشة الاجوبة الفاضلة لاسئلة العشرة الكاملة ص ٩٠)

و كذا ذكر بعض الألفاظ اللّتي تتعلّق بالمعقول و أصول الفقهآء ؛ فلأمر لا بدّ منه ، و هو أنّ من يتصدّى إلى المناظرة يبتلى من الخصم بنحو هذه الكلمات ؛ فلا ينبغي له أن يعدّ الخصم حقيرًا ، أو يجعله مستطيرًا ؛ لأنّ للخصم في المناظرة أسلوبًا عجيبًا و كيدًا غريبًا ؛ فلزم على الباحث المناظر علم هذه المصطلحات ؛ لئلّا يقع في الورطة و الاضطراب حين البحث ، و الله الموفّق و هو المعين .....

اسی طرح بعض دیگر وہ الفاظ جو معقولات اور فقہاء کے اصول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں انکے ذکر کرنے کا سبب بھی وہ امرِ لازم ہے جسکے سوا چارہ نہیں اور وہ یہ کہ جس شخص کا مناظرہ کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے اُسے مقابل کی جانب سے ایسے الفاظ کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے۔

یہ بات بھی اچھی نہیں کہ وہ مد مقابل کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے یا بحث کو طول دے دے کیونکہ مقابل مناظرہ میں عجیب انداز اور عجیب مکروفریب کرتا ہے۔

چنانچہ مباحثہ کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اصطلاحات کو جانتا ہو تاکہ گھڑے میں نہ پھنسے اور نہ ہی مباحثہ کے دوران تزلزل کا شکار ہو۔

اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہ ہی اعانت کرنے والا ہے۔

خطبة الكتاب

الحمد لله الّذي نزّل الفرقان ، و خلق الإنسان ، و علّمه البيان ، و الصّلوة و السّلام على سيّد الرّسل في كلّ زمان و مكان ، و على آله و أصحابه هم نجوم هذه الأمّة في كلّ أحيان ، و بهم يهتدي في دياجر الكفر و ظلمات التّزندق و الإلحاد بكلّ أوان ، و بهم ترجم شياطين الإنس و الجان ، أ مّا بعد !

فإنّا أصبحنا في زمان فيه تسلّط الفرق الباطلة ، و تلوّنهم كتلوّن الحرباء ، و لهم في عزائمهم الفاسدة ، و أعمالهم لإصطياد الإسلام و تخريبه ، و تذليل المسلمين ، و تخريب مراكز الإسلام ، و قتل العلماء و الفقهاء طرق مختلفة ، و حيل عجيبة ، ومكائد غريبة.....

خطبہ کتاب

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب کو نازل فرمایا ہے، جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسکو بولنا سکھایا ہے اور درود و سلام ہو پیغمبروں کے سردار پر ہر وقت ہر جگہ میں اور نزولِ رحمت ہو آپؐ کے خاندان پر اور ان صحابہ پر جو اس ملّت کے ستارے ہیں، اور کفر کی تاریکیوں ، زندیقیت اور الحاد کے اندھیروں میں انہی کے اقتداء کے ذریعے صحیح راستہ پایا جاسکتا ہے۔ اور انہی کے ذریعے انسی اور جنی شیاطین کا قلع قمع کیا جاسکتا ہے۔

بعد از درود و سلام ! بلاشبہہ ہم نے ایسے زمانے میں آنکہ کھولی ہے جس میں ، فرق باطلہ کا غالبہ ہیں اور گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہے ہیں، اہل اسلام کا شکار کرنے، انمیں تخریب کاری کرنے ، مسلمانوں کو ذلیل کرنے، اسلام کے مراکز ویران کرنے اور علماء و فقہاء کا قتل عام کرنے کے لئے اپنے فاسد ارادوں اور مکاریوں کے مختلف طریقے اور عجیب حیلے اختیار کرتے ہیں۔

الحذر الحذر عن كيد الفسقة الفجر ، من أهل البدع و الكفر .

و لهم تجربة في تبليغ أديانهم و أخلاقهم حتّى قد تسلّطوا ببلاد المسلمين ، و اصطادوهم ، و أغووهم حتّى يحكي المسلمون حكاية الكفر ، و يلبسون لباسهم ، و يتشابهونهم في المآكل و المشارب و القيام و القعود ، و اجتماعهم و انفرادهم و أعيادهم حتّى في رسوم الأموات و النّكاح و الوليمة ، و حتّى في التّغيير في الأجساد و الموافقة في لغاتهم ، و يفتخرون بها حتّى صار المسلمون المخلصون غربآء في العالم ، و اجتمع الكفرة على خلافهم .

كما روي عن أبي موسى رضی اللہ عنہ مرفوعًا : إنّ بين يدي السّاعة فتن كقطع اللّيل المظلم يصبح الرّجل فيها مؤمنًا ، و يمسي كافرًا .. الحديث

اسلئے اپنے آپ کو اہل بدع ،اور کفار کے فاسق و فاجر طبقے کے مکر سے بچانا ایک امر ضروری ہے ، کہ اپنے دین اور اپنی عادات پھیلانا انکا خصوصی تجربہ ہے ، جس سے مسلمانوں کے شہروں پر تسلط حاصل کر چکے ہیں ،انکو شکار کرکے گمراہ کر دیا ، حتی کہ مسلمان کفار کی نقل اتارنے لگے ،انکا لباس پہننے لگے ، کھانے پینے ،اٹھنے بیٹھنے اور اجتماعی و انفرادی زندگی میں بلکہ عیدوں میں بھی انکی مشابہت کرلی یہاں تک کہ فوتگیوں ، نکاحوں اور ولیمہ کے رسوم میں اور یہاں تک کہ جسمانی وضع قطع بدل دینے میں بھی انکی مشابہت کرنے لگے ، اور بالآخر ان کی زبان بولنے پر فخر کرنے لگے نتیجۃً مخلص مسلمان بھی اپنی شناخت کھو بیٹھے ،اور کفار انکے خلاف جمع ہو گئے۔

ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت منقول ہے یقینا قیامت سے پہلے سیاہ رات کے ٹکڑوں جیسے فتنے برپا ہونگے جسمیں انسان صبح کو تو مومن ہوگا اور پھر رات کو کافر۔

و عن ابن عباس رضي الله عنه: يأتي على النّاس زمان يقتل فيه العلمآء كما يقتل الكلاب ؛ فيا ليت العلمآء في ذلك تحامقوا [1] .

و كأنّ الكفرة تواصوا بالحرب من حيث الأفكار و النّظريات ، و يدبّون تدبيب النّمل ، و لا يعلم أحد بسراية مذهبهم و بتخريبهم في عالم الإسلام ، و لا يعرفهم أهل الإسلام و المسلمون إلّا من عصمه الله و قليل ما هم ، و لا لهم معرفة بدفع تلك السّراية ، و هي تمتدّ إلى ما لا نهاية له ، و تتسلّط على الأفكار و الأذهان و الأرواح و القلوب ؛ و إذا فسدت القلوب فسدت الأجساد كلّها و لا يلتام جراحه أبدًا ، و يبقى أبد الدّهر .....

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا جسمیں علماء کا قتل عام ایسے کیا جائے گا جیسے کتوں کو قتل کیا جاتا ہیں، کاش کہ علماء ایسے وقت انجان بن کے رہے۔

ایسا لگتا ہے کہ کافروں نے فکری اور نظریاتی جنگ کے لیے ایک دوسرے سے عہد کر چکے ہیں اور چیونٹی کے رینگنے کی طرح ہاتھ، پاؤں کے بل رینگ رہے ہیں، اور کسی کو انکے مذہب کی فروغ اور عالم اسلام میں تخریب کاری کا علم نہیں اور نہ ہی اہل اسلام اور مسلمان ان کو جان سکتے ہیں ہاں جنکی اللہ حفاظت فرمادے البتہ ایسے افراد بہت ہی کم ہیں، بلکہ مسلمانوں کو ان کے مذہب کے پھیلنے اور اس تخریب کاری کے دفاع کا کوئی راہ ہے ہی نہیں معلوم، حالانکہ یہ شہرت اپنی انتہاء کو پہنچ چکی ہے فکروں، ذہنوں، روحوں اور دلوں پر قابض ہو رہی ہے اور جب کبھی دل بگڑ جائے تو سارے جسم میں فساد برپا ہو جاتا ہے، اس کا زخم کبھی بھی نہیں بھریگا، ہمیشہ کیلئے باقی رہے گا۔

---

[1] « كنز العمّال كتاب الفتن » .

و لهم حيل في هذا الأمر و هذا من كيد الشّيطان كما قال الله تعالى : ﴿ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ○ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○ وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ, وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ○ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ، وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾[1] .

﴿ قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ (۱۶) ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ ۚ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (۱۷) ﴾[2] .....

اہل بدع اور کفار فکری اور نظریاتی جنگ مسلمانوں پر مسلط کرنے کیلئے تدابیر اختیار کر چکے ہیں، دراصل یہ شیطان ہی کی تدابیر ہیں، جیسا کہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے «ترجمہ» اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے، کہا شیطان نے کہ میں آپ کے بندوں سے ضرور مقررہ حصہ لوں گا، اور ان کو بہکاونگا اور ان کو امیدیں دلاونگا۔ اور ان کو یہ سکھلاوں گا کہ جانوروں کے کان چیریں اور یہ کہ بدل دیں اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان دوست بنائیں وہ صریح نقصان میں پڑا، شیطان ان کو وعدہ اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وہ وعدہ دیتا ہے سو وہ فریب ہے۔

اور فرمان الٰہی ہے «ترجمہ»: بولا شیطان جیسا تو نے مجھے گمراہ کر دیا میں بھی بیٹھوں گا، ان کی تاک میں تیرے سیدھے راہ میں پھر ان پر آونگا۔ ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں اور بائیں سے اور نہ پائیگا تو اکثروں کو ان میں شکر گزار۔

---

[1] « سورة النّسآء ۱۱۷, ۱۱۸ , ۱۱۹ , ۱۲۰» .

[2] « سورة الأعراف ۱۶ , ۱۷ » .

﴿قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ(٣٩)اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ(٤٠)﴾[1].

﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَه اِلَّا قَلِيْلًا(٦٢)قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا(٦٣)وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا(٦٤)اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا(٦٥)﴾[2] .....

اسی طرح فرمان الٰہی ہے ((ترجمہ)) : بولا شیطان اے رب جیسا تو نے مجھے راہ سے کہو دیا میں بھی ان سب کیلئے بہاریں دکھاونگا۔ ان سب کو مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔

اسطرح فرمایا ہے اللہ تعالی نے ((ترجمہ)) : کہہ دیا شیطان نے دیکھ تو یہ شخص جس کو تو نے مجھ سے بڑھایا اگر تو مجھے مہلت دے دے قیامت کے دن تک تو میں اس کی اولاد کو مسخر کرلوں گا، مگر تھوڑے سے۔

اور فرمایا اللہ نے ((ترجمہ)) : پس جو کوئی تمہارے ساتھ ہوا ان میں سو دوزخ تم سب کی سزا پوری ہے، اور گھبرالے ان میں جس کو تو گھبرا سکے اپنی آواز سے اور لے آ ان پر اپنے سوار اور پیادے، اور شرکت کر ان سے مال اور اولاد میں اور وعدے دے ان کو، اور وعدہ نہیں دیتا شیطان مگر دغا بازی کا یقیناً وہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا غلبہ نہیں تیرا رب کافی ہے کام بنانے والا۔

---

[1] « سورة الحجر ٣٩ , ٤٠ » .

[2] « سورة الإسرآء ٦٢ , ٦٣ , ٦٤ , ٦٥ » .

ابتداء الفتن فی المسلمین

و اعلم :أنّ أكثرالفتن من اليهود بسبب أنهم كانوا يسكنون فی العرب و انتشروا فی قبائل من حمير و بني كنانة و بني الحارث بن الكعبة و كندة و بنی قريظة و بنی قينقاع و أوّل مَن تهوّد من العرب سعد أبو بكر ثمّ كثر أتباعه و بنوا فی المدينة بيت المدراس يترجمون التوراة للعرب و يوعظونهم حتى أنّ الأوس و الخزرج ينذرون لهم الأولاد و هكذا أعراب كلاله فانهم تنصّروا .

وسائر العرب على فريقين من اليهود على جانبية الشام والمدينة والنصارى على قبائل نجران وكانوا فی المدينة ولذا لم تجد ذكرهم فی السور المكيّة.....

مسلمانوں میں فتنوں کی ابتداء

جان لینا چاہئے کہ اکثر فتنے یہود کے پیدا کردہ ہیں، یہ لوگ عرب میں رہتے تھے، پھر مختلف قبائل، جیسے حمیر، بنو کنانہ، بنو حارث بن کعبہ، کندہ، بنو قریظہ، بنو قینقاع میں بٹ گئے۔

عرب میں سب سے پہلے جس نے یہودیت اختیار کی وہ سعد ابو بکر تھا، پھر اس کے ماننے والے بڑھتے گئے بالاخر مدینہ میں بیت المدراس بنایا جس میں وہ اہل عرب کو تورات کا ترجمہ پڑھاتے اور ان کو وعظ و نصیحت کرتے یہاں تک کہ اوس اور خزرج انہیں اپنے بیٹے نذرانہ میں پیش کرنے لگے اسی طرح کلالہ کے بدو نصرانی بن گئے۔

تمام عرب دو فریق میں تقسیم تھے چنانچہ یہود شام اور مدینہ کے اطراف میں جبکہ نصاری نجران کے قبائل میں بستے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپکو مکی سورتوں میں ان کا تذکرہ نہیں ملے گا۔

سو یہ اس وقت بیت المدراس میں تورات پڑھا رہے تھے۔

و كانوا يدرسون فی بيت المدراس التوراة وهو لفظ عربیٌ بمعنی القانون و الشريعة وتطلق علی خمسة كتب:

١ / سفر التكوين : ما فيه مبدأ آدم و حوا و نوح و ابراهيم و اسحاق و يوسف عليهم السلام .

٢ / سفر الخروج : فيه ذكر موسیٰ عليه السّلام و فرعون و بني اسرائيل .

٣ / سفر الاخبار : فيه تفصيل الحلال والحرام .

٤ / سفر العدد : فيه تعداد الاقوام و بنی اسرائيل حين خرجوا من مصر و مقاتلتهم مع الاقوام .....

سو یہ اس وقت بیت المدراس میں تورات پڑھا رہے تھے۔

توراۃ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی قانون اور شریعت ہے جبکہ اس کا اطلاق پانچ کتب پر کیا جاتا ہے:

١: سفر التکوین: جسمیں آدمؑ، اور ایسا ہی حوا، نوح، ابراہیم، اسحاق اور یوسف علیہم السلام کے مبدا کا ذکر ہے۔

٢: سفر الخروج: اس میں موسی علیہ السلام فرعون اور بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے۔

٣: سفر الاخبار: اس میں حلال اور حرام کا تفصیلی بیان کیا گیا ہے۔

٤: سفر العدد: اس میں مختلف قوموں کی تعداد کا بیان ہے، اسی طرح بنی اسرائیل کے نکالے جانے اور انکی دیگر قوموں سے لڑائی کا ذکر ہے۔

۵ / سفر الإستثناء : ففيه إستثناء بعض الإحكام الجزئية و شرحوا التوراة بينهم يذكرون فيه مواعظ الانبياء واقوالهم و غيّروها بالتغييرات الفاسدة وأيضًا شرحوها بسفر يوشع عليه السّلام وغيره .

ولمّا اذن للنبى ﷺ بالهجرة و سمع المسلمون بالمدينة بمخرج رسول الله ﷺ من مكة فكانوا يغدون كلّ غداة إلى الحرّة فينتظرونه حتى يردّهم حرّ الظهيرة فانقلبوا يومًا بعدما طال انتظارهم، فلمّا آووا إلى بيوتهم أوفى رجلٌ من اليهود على أطم من آطامهم لأمر يُنظر اليه ، فبصر برسول الله ﷺ ، واصحابه فلم يملك اليهودىّ أن قال بأعلى صوته يا معشر العرب هذا جدّكم فثار المسلمون إلى السّلاح ، فتلقوا رسول اللهﷺ بظهر الحرّة (الحديث)[1] .....

۵: سفر الاستثناء: اس میں چند جزئی احکام کے استثناء کا بیان ہے، حالانکہ انہوں نے تورات کی تشریح اور وضاحت اپنے سے کی جس میں انہوں نے انبیاء کی نصیحتیں اور اقوال ذکر کرتے ہوئیں انہیں بری طرح بدل ڈالا، اور اس کی وضاحت سفر یوشع وغیرہ سے کی۔

جب آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت دی گئی، اور مسلمانوں نے مدینہ میں آپ ﷺ کے مکہ سے نکلنے کا سنا تو ہر صبح وہ حرہ کو نکلتے اور آپ ﷺ کے آنے کا انتظار کرتے یہاں تک کہ دوپہر کی شدید گرمی ان کو واپس لوٹنے پر مجبور کر دیتی، ایک دن طویل انتظار کے بعد سب لوگ واپس آ گئے اور گھروں کو پہنچ گئے، تو ایک یہودی اپنے محل پر کچھ دیکھنے چڑھا، اس نے آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو آتے دیکھا تو (یہودی) بے اختیار چلا اٹھا، کہ اے عرب کے لوگوں تمہارے وہ بزرگ (سردار) آ گئے جن کا تمہیں انتظار تھا، مسلمان ہتھیار لے کر دوڑے اور آپ ﷺ کا مقامِ حرہ پر استقبال کیا۔

---

[1] (البخارى ص۵۵۵ ج ۱) .

و أمّا اليهود فصاروا فرقًا:

١ : منهم المخلصون كعبد الله بن سلام رضي الله عنه وقال عليه السّلام إنه من أهل الجنّة وفيه نزلت هذه الآية (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ)[1] وجاء الى النبى ﷺ فقال : أشهد أنك رسول الله و أنك جئت بحق وقد علمت اليهود أنّى سيّدهم و ابن سيّدهم و أعلمهم وابن أعلمهم فادعهم فسلهم عنّى قبل أن يعلموا أنّى قد أسلمت فانهم إن يعلموا أنّى قد أسلمت قالوا فىّ ما ليس فىّ ،فارسل نبى الله ﷺ فأقبلوا فدخلوا عليه .....

رہے یہود تو وہ چند ٹولیوں میں بٹ گئے :

ا: بعض تو ان میں مخلص تھے جیسے عبداللہ بن سلامؓ ،آپ ﷺ نے انکی شان میں فرمایا: یہ عبداللہ جنتی ہے اور اس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ہے ، (وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ) الآية

آپؓ نبی کریم ﷺ کے ہاں آئے اور کہا : میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ آپ حق لے کر آئے ہیں ، اور یہودی میرے متعلق اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار ہوں ، ان کے سردار کا بیٹا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والا ہوں اور ان کے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں اس لئے آپ اس سے پہلے کہ میرے اسلام لانے کا خیال انہیں معلوم ہو انہیں بلائیں اور ان سے میرے بارے میں دریافت کر لیں ، کیونکہ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لا چکا ہوں تو میرے متعلق غلط باتیں کہنی شروع کریں گے ، چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا ، اور جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے

---

[1] (الاحقاف ۱۰)

فقال لهم رسول الله: يا معشر اليهود ويلكم اتّقوا الله الذى لا اله الّا هو إنكم لتعلمون أنّي رسول الله حقًا، وأنى جئتكم بحق ، فأسلموا فقالوا: ما نعلمه فقال لهم النبى ﷺ ثلاث مرار ثم قال لهم : فأىّ رجل فيكم عبد الله بن سلام ، قالوا : ذاك سيّدنا وابن سيّدنا وأعلمنا وابن أعلمنا قال: أفرأيتم إن اسلم ، قالوا: حا شا لله ما كان ليسلم، قال :أفرأيتم إن اسلم ، قالوا: حا شا لله ما كان ليسلم، قال: أفرأيتم إن اسلم ،قالوا: حا شا لله ما كان ليسلم ، قال: يابن سلام! أخرج عليهم، فخرج فقال: يا معشر اليهود اتّقوا الله ، فو الله الذى لا اله الّا هو إنكم لتعلمون أنه رسول الله، وإنه جاء بحق، فقالوا: كذبت ,فأخرجهم رسول اللهﷺ.....

تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے یہودیوں افسوس تم پر، اللہ سے ڈرو، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم لوگ خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا برحق رسول ہوں اور یہ کہ میں تمہارے پاس حق لے کر آیا ہوں پھر اب اسلام میں داخل ہو جاؤ انہوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ ”نبی کریم ﷺ نے ان سے اس طرح تین مرتبہ فرمایا“ پھر آپ نے فرمایا: عبداللہ بن سلام تم میں سے کون ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اسلام لے آئے؟ پھر تمہارا کیا خیال ہوگا وہ کہنے لگے اللہ اس کی حفاظت کرے وہ کیوں اسلام لائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن سلام! ان کے سامنے آجاؤ، عبداللہ بن سلام باہر آگئے اور کہا کہ اے گروہ یہود! خدا سے ڈرو اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تمہیں خوب معلوم ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ کہ آپ حق کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں، یہودیوں نے کہا تم جھوٹے ہو، پھر آپ ﷺ نے ان کو باہر نکال دیا۔

۲ : ومنهم اهل الجزية والموادعة كما قال الله تعالى ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (۲۹)﴾[1]

و قال عمر رضی اللہ عنہ عن النبیّ : أقرّكم ما أقرّكم الله به ؛ ولكن اليهود كانوا يغدرون و كانوا ينكثون العهد حتى قال لهم رسول الله ﷺ و أتى بيت المدراس فقال: أسلموا تسلموا ، و اعلم أنّ الارض لله و لرسوله فأنّى أريد أن أجليكم من هذه الإرض[2].....

---

۲ : بعض ان میں وہ لوگ تھے جو جزیہ اور صلح والے تھے ، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ((ترجمہ)) : لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

اور عمرؓ نے کہا کہ نبی ﷺ نے (خیبر کے یہودیوں سے) فرمایا تھا : میں تمہیں اس وقت تک یہاں رہنے دونگا جب تک اللہ تم کو یہاں رکھے ، لیکن یہود دغا بازی کرتے اور عہد توڑ دیتے ، بالاخر آپ ﷺ نے بیت المدراس میں آکر ان کو فرمایا : کہ اسلام لاؤ تو سلامتی کے ساتھ رہوگے۔ اور سمجھ لو ! کہ زمین اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اس ملک سے نکال دوں۔

---

[1] (سورة التوبه ۲۹)

[2] (حاصل ما فی البخاری ص ۴۴۹ ج ۱)

۳ : ومنهم المنافقون وهم عبدالله بن أبی بن سلول و أصحابه و كان كبيرهم يقدم على أكبر الكبائر كما قال الله ﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[1] و إنّما ظهروا فی المدينة لغلبة أمر المسلمين فلذا يذكر المنافقون فی السّور المدنية كما فی سورة النّساء[2].

۴ : ومنهم الزنادقة وهم الذين أحرقهم علیؓ كما فی البخاری[3] عن عكرمة ؓ قال : أتی علیؓ بالزنادقة فأحرقهم فبلغ ذلك ابن عبّاس ؓ فقال : لو كنت أنا لم أحرقهم .....

۳: ایک طبقہ منافقین کا تھا، جیسے عبد اللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی ، جو کہ ان کا سردار تھا اور کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ سے دریغ نہ کرتا، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

: ﴿ترجمہ﴾: اور جس نے اٹھایا ہے اس کا بڑا بوجہ اس کے واسطے بڑا عذاب ہے ۔

انکا ظہور مدینہ میں اس وقت ہوا جب اہل اسلام کا غلبہ تھا، یہی وجہ ہے کہ مکی سورتوں میں منافقین کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔

۴: اور ایک طبقہ زنادقہ کا بھی تھا، یہ وہی لوگ تھے جن کو حضرت علیؓ نے جلایا تھا۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں: حضرت علیؓ کے پاس کچھ بے دین لوگ لائے گئے آپؓ نے ان کو جلوادیا، یہ خبر ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر میں حاکم ہوتا تو ان کو کبھی نہ جلواتا .....

---

۱ (سورة النّور ۱۱)

۲ (سورة النّساء ۸۸)

۳ (ص ۱۰۲۳ ج ۲)

لنهی رسول الله ﷺ لاتعذبوا بعذاب الله، ولقتلتهم لقول رسول الله ﷺ :من بدّل دينه فاقتلوه ، و فی هامشة البخاری[1] وهم طائفة من الروافضة تدّعی السّبائية ، ادّعوا أن عليّا رضی الله عنه اله و كان رئيسهم عبد الله بن سبا الصنعانی و كان أصله يهوديّا ، وكان اكثر الفتن من هذه الطائفة السّبائية فإنهم كانوا بالمرصاد ، وكانوا عارفين أنّ فی حياة النبیّ ﷺ ينزل الوحی فكلّما أوقدوا نارًا للحرب أطفأها الله فلمّا توفی النّبی أظهروا الإسلام وأبطنوا الكفر مثل المنافقين بل هم اشدّ منهم تخريبًا و أوقدوا نار الاختلاف بين المومنين بعدّة وجوه، وبحيلهم فی زمن الخلفاء حتی أصابوا عمر رضی الله عنه ما أصابوا و أصابوا عثمان رضی الله عنه ما أصابوا و أصابوا علیّ رضی الله عنه ما أصابوا .....

کیونکہ آپ ﷺ نے جلانے سے منع فرمایا ہے آگ اللہ کا عذاب ہے، تم اللہ کے عذاب سے کسی کو مت عذاب دو، میں تو ان کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل دے اس کو قتل کردو۔

صحیح بخاری کے حاشیہ میں (سہارنپوری رحمہ اللہ نے کتاب التبصرہ لابی المظفر الاسفرائی کے حوالہ سے لکھا) ہے کہ یہ روافض (شیعہ) کا ایک گروہ ہے جن کو فرقہ سبائیہ سے جانا جاتا ہے ان کا دعوی ہے کہ علیؓ معبود ہیں اور ان کا سردار عبداللہ بن سبا صنعانی تھا، جو دراصل یہودی تھا، بہت سے فتنوں کی پیداوار اسی فرقے سے ہوئی، کیونکہ یہ لوگ ہر وقت اسی تاک میں رہتے۔ اور انہیں بخوبی علم تھا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں وحی کے نزول کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو یہ جب بھی جنگ کی آگ بھڑکائیں گے تو اللہ تعالیٰ بجھا دیں گے سو جب آپ ﷺ وفات پاگئے تو یہ لوگ ظاہراً اسلام لے آئے اور کفر کو چھپا دیا جیسا کہ منافقین کا طریقہ ہے بلکہ ان سے بھی تخریب کاری میں آگے بڑھ گئے

---

[1] (صحيح البخاری ص ۱۰۲۳)

وأوضعوا الخلال بين المومنين حتى صاروا إثنين و سبعين فرقة من الفرق الباطلة كالمعتزلة وهم عشرون فرقة ،ومنهم الرافضة وهم إثنان و عشرون فرقة، ومنهم المرجئة وهم خمس فرق ،ومنهم النجّارية وهم ثلاث فرق ، والجبريّة فرقة واحدة، وكذا المشبّهة فرقة واحدة

وللزنادقة حيل ومكائد ولهذا اختلفوا فی تعريفهم.

اور ایمان والوں کے درمیان مختلف طریقوں اور اپنے فریب سے خلفائے راشدین کے زمانے میں اختلافات کی آگ بھڑکا دی ، یہاں تک کہ عمرؓ کے ساتھ جو کرنا چاہتے کر دیا، عثمانؓ کے ساتھ جو کرنا چاہا کیا اسی طرح علیؓ کے ساتھ جو چاہا کیا۔ اور اہل ایمان کے درمیان تفریق پیدا کر ڈالی، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹ کر کے رہ گئے، جیسے معتزلہ بیس ۲۰ گروہ، شیعہ میں ۲۲ گروہ، مرجئہ میں ۵ گروہ، نجاریہ میں ۳ گروہ، جبریہ میں ایک گروہ، اسی طرح مشبّہۃ میں ایک گروہ ہیں، یہی حال انکا بھی ہے۔

ان زنادقہ کے مختلف مکر و فریب ہیں، یہی وجہ ہے کہ انکی تعریف میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

تعريف الزنادقة

فنذكرأولاً تعريفهم ، ثمّ أنموذجًا من حيلهم ، فقال التفتازانی فی تعريفهم:

مع اعترافهم بنبوّته ﷺ ، و إظهار شعائر الإسلام يبطنون عقائد هي كفر بالاتّفاق خصّ باسم الزّنادق[1] .

و في المرقات : هو من يبطن الكفر ، و يظهر الإسلام [2].

و في الشّامية : إنّ الزّنديق يموّه بكفره ، و يروّج عقيدته الفاسدة ، و يخرجها فی الصّورة الصّحيحة[3].

زنادقہ کی تعریف

پہلے ہم انکی تعریف ذکر کریں گے اور اسکے بعد ان کے نمونے،

تفتازانی کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ یہ وہ طبقہ ہے جو باوجود آپ ﷺ کی نبوت کے اقرار اور اسلامی شعائر کے کچھ ایسے چھپے ہوئے عقیدے رکھتا ہے، جو اتفاقاً کفر ہیں یہی لوگ زنادقہ کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ مرقات میں ہے "کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کفر کو چھپا کر اسلام ظاہر کرتے ہیں"۔

جبکہ شامی میں ہے کہ زندیق اپنے کفر کو ملمع کرتا ہے اور برے عقیدے کو مزین کرتا ہے اور اس کو بہترین صورت میں پیش کرتا ہے۔

---

[1] « شرح المقاصد ص ٢٦٨/ ج ٢ ، و كذا في كليات أبي البقاء ص ٥٩٣ .

[2] « المرقات ص ١٠٤ / ج ٧ » .

[3] « الشّامي ص ٣٢٤ / ج ٣ » .

و قال الشّاه ولي الله الدهلوی رحمه الله: و إن اعترف به ظاهرًا لكنّه يفسّر ببعض ما ثبت من الدّين بخلاف ما فسّره الصّحابة و التّابعون و أجمعت عليه الأمّة فهو الزّنديق[1] .

وهم الذين قتلوا الانبياء عليهم السّلام ومتبعييهم كما في الخبر قال : ابن جرير ﷺ قتلت بنو إسرائيل ثلاثة و أربعين نبيًّا أوّل النّهار في ساعة واحدة فقام مائة و سبعون رجلًا من عباد بني إسرائيل فأمروا من قتلهم بالمعروف ، و نهووا عن المنكر فقتلوا جميعًا من آخر النّهار من ذلك اليوم.

و عن أبي هريرة ﷺ: قال : قال رسول الله ﷺ : سيأتي على النّاس زمان يخيّر فيه الرّجل بين العجز و الفجور .....

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ کوئی شخص ظاہراً اسلام کا اعتراف کرے لیکن دین کے بعض ثابت شدہ احکام کی ایسے طریقے سے تفسیر کرے جو کہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور اجماع امت کے خلاف ہو۔ سو اسی کا نام زندیق ہے۔

ابن جریرؓ سے مروی ہے کہ یہ زنادقہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دن کے پہلے حصے میں یکے بعد دیگرے تریالیس/۴۳ انبیاء قتل کرڈالے، تو ایک سو ستر/ ۱۷۰ بنی اسرئیلی کھڑے ہوئے اور انہیں نیکی کا حکم دینے لگے اور برائی سے منع کرنے لگے، سو انہوں نے اسی دن کے آخری حصے تک ان سب کو قتل کرڈالا۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، کہ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں آدمی کو عاجزی اور بدکاری کے درمیان اختیار دیا جائیگا (کہ دونوں میں سے کسی ایک کو پسند کرلے)۔

---

[1] « مسوّی ص ۱۰۹ / ج ۲ » .

فمن أدرك منكم ذلك الزّمان فليختر العجز على الفجورّ[1] .

و عن أبي سعيدن الخدرى ﷺ يقال : قال رسول الله : تكثر الصّواعق عند اقتراب السّاعة فيصبح القوم فيقولون من صعق البارحة ، فيقولون : صعق فلان ، و فلان[2] .

فأهل الزّندقة يفترون على المسلمين ، و علمآئهم ، و من يخدم دين الإسلام بالجهاد سنانًا و لسانًا ، و يشتهرون بشبكاتهم العالميّة مع البهتان و الافترآء ؛ و لكن لا ينبغي للعلمآء أن يصطاد بشبكتهم .

چنانچہ تم میں سے جو یہ زمانہ پائے، اسے چاہئے کہ عاجزی کو بدکاری کے مقابلہ میں پسند کرلے۔

ابو سعید خدریؓ سے نقل ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قربِ قیامت میں بادل کا گرجنا بڑھ جائے گا تو ایک قوم صبح کو اٹھے گی، اور کہی گی کہ گزشتہ رات کون کون ہلاک ہوا، کہیں گے کہ فلاں وفلاں۔

یہی وہ زنادقہ ہیں جو اہل اسلام اور ان کے علماء اور ان لوگوں پر جھوٹ گھڑتے ہیں جو زبان اور تلوار کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے دین اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، اور اپنے میڈیا کے ذریعے انہیں جھوٹ اور بہتان زدہ مشہور کر رہے ہیں، لیکن علماء کو یہ مناسب نہیں کہ ان کے اس جال کا شکار بن جائیں۔

---

[1] « المستدرك كتاب الفتن و الملاحم ص ٣٥٢ / ج ٥ » .

[2] « المستدرك كتاب الفتن و الملاحم ص ٣٥٨ / ج ٥ » .

و أمّا أنموذجًا من حيلهم فمن أعظم حيلهم التّشكيك في أمور الدّين و ضرورياته كما قال القرواني الملحد في رسالته إلى سليمان بن الحسن : إنّي أوصيك بتشكيك النّاس في المعاد ، و النّشور من القبور ، و الملائكة ، و الجنّ .

و قد أوصوا أن يقع الإختلاف في الملّة الإسلاميّة ، و تواصوا على كيفيّة اختلاف الأمّة .

فالاختلاف الأوّل منهم وقع في موت النّبيّ ﷺ:

فزعم قوم منهم أنّه لم يمت و إنّما أراد الله رفعه إليه كما رفع عيسى ابن مريم عليه السلام إليه و زال هذا الخلاف .....

رہے ان کے مکر وفریب کے نمونے تو سب سے بڑا انکا مکر اور چال ضروریاتِ دین میں شک پیدا کرنا ہے۔ جیسا کہ ملحد قروانی اپنے خط میں سلیمان بن حسن کو لکھتا ہے، کہ میں تجھ کو نہ صرف قرآن کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالنے کی وصیت کرتا ہوں، بلکہ ساری آسمانی کتب، قیامت، قبروں سے اٹھنے، ملائک اور جنات کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالنا، اور یقینی بات ہے کہ یہ لوگ ملت اسلامیہ میں اختلاف ڈالنے کی وصیتیں کر چکے ہیں اور ایسا ہی امت کے اختلاف کی کیفیت کے متعلق بھی وصیتیں کر چکے ہیں۔ چنانچہ پہلی اختلافی پیداوار وہ ہے جو آنحضرت ﷺ کے وفات کے متعلق تھی، ان کے ایک گروہ کا نظریہ یہ تھا کہ نبی ﷺ پر موت نہیں آئی بلکہ اللہ نے آپ کو اپنی طرف اٹھایا ہے، جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو اٹھایا تھا۔ تو یہ اختلاف تب ختم ہوا

و أقرّ الجميع بموته حين تلا أبو بكرن الصّدّيق رضي الله عنه قول الله في شأن رسوله عليه السلام : ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ إِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾[1] و قال لهم : من كان يعبد محمّدا فإنّ محمّدًا قد مات ، و من كان يعبد ربّ محمّد فإنّه حيّ لا يموت.

و الاختلاف الثّاني في دفن النّبي عليه السلام :

فأراد أهل مكة ردّه إلى مكة ؛ لأنّها مولده و مبعثه و قبلته و موضع نسله و بها قبر جدّه إسماعيل عليه السلام .

و أراد أهل المدينة دفنه بالمدينة ؛ لأنّها دار هجرته و دار أنصاره.

اور تمام کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر اتّفاق ہو گیا جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہ آیات تلاوت فرمائیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اتریں تھیں۔ (انك ميت وانهم ميتون) «ترجمہ»: یقینا آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں، اور ابو بکر صدیقؓ نے اس موقع پر فرمایا: کہ جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو تحقیق محمد رحلت فرما چکے ہیں، اور جو محمد کے رب کی عبادت کرتا تھا تو یقینا وہ زندہ ہے نہیں مرتا۔

۲: دوسرا اختلاف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کرنے کی جگہ کے متعلق ہوا، مکہ والوں کا ارادہ یہ تھا کہ آپ کو مکہ لوٹایا جائے کیونکہ مکہ ہی آپؐ کی جائے پیدائش اور بعثت کی جگہ ہے، اور آپؐ کا قبلہ بھی مکہ تھا، اور آپ کے خاندان کی جائے سکونت بھی، اور اسی میں آپؐ کے دادا اسماعیلؑ کی قبر بھی تھی، جبکہ اہل مدینہ کی چاہت یہ تھی کہ آپؐ مدینہ میں ہی دفن ہوں، کیونکہ مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دار الھجرت اور انصار کا مسکن تھا۔

---

[1] سورة الزمر ۳۰ .

و قال الآخرون بنقله إلى أرض القدس و دفنه ببيت المقدّس عند قبر جدّه إبراهيم عليه السلام .

و زال هذا الخلاف بأن روى لهم أبو بكرن الصّديق رضي الله عنه عن النّبيّ عليه السلام: إنّ الأنبيآء يدفنون حيث يقبضون ؛ فدفنوه في حجرته بالمدينة.

و الاختلاف الثّالث منهم في الإمامة

فأذعنت الأنصار إلى البيعة لسعد بن عبادة الخزرجي رضي الله عنه .

و قال قريش : إنّ الإمامة لا تكون إلّا في قريش .

ثمّ أذعنت الأنصار لقريس ما رُوي لهم قول النّبيّ صلى الله عليه وسلم : الأئمّة من قريش.

و هذا الخلاف باق إلى اليوم ؛ لأنّ الضرار ، أو الخوارج قالوا : بجواز الإمامة من غير قريش .....

باقی دیگر نے کہا کہ آپ ارض مقدس (شام) منتقل کر دئے جائیں اور بیت المقدس میں اپنے دادا ابراہیمؑ کے قبر کے ساتھ دفن کئے جائیں۔

تو یہ اختلاف بھی ابو بکر صدیقؓ کی نقل کردہ حدیث سے دفع ہوا (إن الأنبياء يدفنون حيث يقبضون) ((ترجمہ)): بیشک پیغمبر وہاں دفن ہوتے ہیں جہاں وفات پا جاتے ہیں۔

۳: تیسرا اختلاف انہوں نے امامت کے مسئلہ میں کیا انصار سعد بن عبادہ خزرجیؓ کی بیعت پر متفق ہو گئے اور قریش کا کہنا تھا کہ امامت قریش کے علاوہ کسی کو سپرد نہیں کی جا سکتی لیکن پھر جب ان کو آپؐ کا یہ فرمان بیان ہوا کہ (الائمۃ من قریش) ((ترجمہ)) : ائمہ قریش میں ہی سے ہوں گے، تو انصار نے قریش کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ البتہ یہ اختلاف تا حال باقی ہے کیونکہ ضرار اور خوارج غیر قریشی کی امامت کے جواز کے قائل ہیں۔

و الاختلاف الرّابع في شأن فدك و في توريث التّركات عن الأنبيآء عليهم الصّلوٰت و التّسليمات :

ثمّ نفذ في ذلك قضآء أبي بكرن الصّديق رضی الله عنه بروايته عن النّبيّ صلی الله عليه وسلم : إنّ الأنبيآء لا يورثون.

و الاختلاف الخامس في مسئلة الزكوٰة وجوب الزّكوٰة و حكم مانعي الزكوٰة:

ثمّ اتّفقوا على رأي أبي بكرن الصّديق رضی الله عنه في وجوب قتالهم [1].

و من حيلهم التّفرّس أوّلًا في من يعرفه ، و يطمع فيه اصطيادًا و تشكيكا ، و قالوا : من شرط الدّاعي إلى مذهبه أن يكون عارفًا بوجوه الدّعوة .....

۴: چوتھا اختلاف فدک کے متعلق تھا، اور اس طرح انبیاء کے مالِ وراثت کے بارے میں، پھر اس میں ابو بکر صدیقؓ کا وہ فیصلہ نافذ ہوا جو کہ آپؐ نے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا تھا، (إنّ الأنبيآء لا يورثون) «ترجمہ»: انبیاء کرامؑ کا میراث نہیں بانٹا جاتا۔

۵: پانچواں اختلاف زکوۃ کے وجوب اور ان لوگوں کے حکم کے بارے میں تھا جو زکوۃ کے وجوب کا انکار کر رہے تھے ، لیکن پھر اس میں بھی ابو بکر صدیقؓ کی رائے کو لیا گیا اور ان کا قتل واجب ٹھہرا۔

اور انکے حیلوں کا ایک ضروری پہلو یہ بھی ہے کہ جسے پہچانتے ہوں تو سب سے پہلے اس پر تفرس کی (گہری) نظر کی جاتی ہے۔ اور اسکے شکار ہونے اور شک میں پڑنے کی امید رکھی جاتی ہے۔

و قالوا : لكلّ صنف من النّاس وجه من الدّعوة ؛ فلمّا رأوا أحدًا شاكا صرحوا له بنفي المذهب و الدّين ، و حمله على استباح المحرمات

---

[1] « حاصل ما في الفرق بين الفرق ص ۱۹ , ۲۰ , ۲۱ » .

من شرب الخمر ، و نكاح المحرّمات ، و كثرت الأزواج لأمرأة واحدة ، و رفع الحجاب من النّسآء ، و اختلاط الرّجال مع النّسآء ، و يعبّرون عن ذلك بالتّطوّر (التّرقّي) و السّرور ، و رفع الغمّ ، و هذا عروجهم بالفلوس و الشّهوات (أعاذنا الله من ذلك) .

و قال عليه السلام : ألا فاتّقوا الدّنيا ، و اتّقوا النّسآء [1].

جبکہ اپنے منشور میں یہ بات شرط قرار دیتے ہیں کہ داعی اپنی دعوت کے طریقوں سے بخوبی واقف ہو، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر جماعت کی دعوت کے الگ الگ طریقے ہیں۔ پس جب بھی انہیں کوئی دین میں شک کرنے والا ملتا ہے تو اسے برملا دین اور مذہب کے چھوڑنے کا کہتے ہیں، اور حرام چیزوں "مثلاً شراب نوشی، محرمات کے ساتھ نکاح، ایک عورت کیلئے بیک وقت بہت سے مردوں کے جواز، عورتوں کی بے پردگی، مردوں کا عورتوں سے اختلاط" کو حلال سمجھنے پر اکساتے ہیں اور اسے ترقی خوشحالی اور بے غمی کا نام دیتے ہیں، حالانکہ یہ روپے پیسے اور خواہشات و شہوات کی سیڑھی ہے (اللہ تعالی اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "خبردار دنیا اور عورتوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا"۔

---

[1] « كما في المشكوة ص ۴۵۹ » .

و عن مالك بن دينار رضي الله عنه : أوحى الله إلى نبيّ من أنبيآء بني إسرآئيل : أن قل لقومك : لا يدخل مداخل أعدائي ، و لا يلبس ملابس أعدائي ، و لا يركب مراكب أعدائي ، و لا يطعم مطاعم أعدائي فيكونوا أعدائي كهم أعدائي[1] .

و يحتالون لقتل العلمآء ، و قالوا في وصاياهم للدّعاة إلى بدعتهم : لا تتكلّموا في بيت فيه سراج .

يعنون بالسّراج من يعرف الكتاب و السّنة ، و وجوه النّظر و المقاييس .

و قالوا أيضًا لدعاتهم : لا تطرحوا بذركم في أرض سبخة .

اور اسی طرح مالک ابن دینار رحمہ اللہ سے روایت منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر کو وحی کے ذریعے بتایا کہ اپنی قوم سے کہہ دیجیے " میرے دشمنوں کے داخلے کی جگہ داخل نہ ہوں ، اور میرے دشمنوں کے لباس جیسا لباس بھی نہ پہنیں ، اور نہ میرے دشمنوں کی سواریوں پر سواری کریں ، اور نہ ہی میرے دشمنوں کے کھانوں جیسا کھانا کھائیں ، وگرنہ یہ بھی میرے ایسے ہی دشمن بن جائینگے جیسے کہ وہ دشمن ہیں "۔

علماء کے قتل کی تدابیر کرتے ہیں ، اور اپنی بدعت کو رواج دینے والے داعیوں کو وصیتیں کرتے ہیں کہ ایسی جگہوں میں بولنے کی جرأت مت کرنا جہاں چراغ ہو ، اور چراغ سے انکی مراد وہ عالم ہوتا ہے جسے کتاب وسنت کی معرفت کا ملکہ حاصل ہو ، اور نظر و قیاس کے طرق سے بخوبی واقف ہو ، اپنے داعیوں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ بنجر زمین میں اپنا تخم مت ڈالنا۔

---

[1] « الجواب الكافي ص ۶۶ » .

ومن دأبهم : يمشون ببريّ إلى ذي سلطان ليقتله .

و لهم كيد عظيم في إشاعة الكذب و البهتان ، و زلّة العلمآء سوالًا و جوابًا ، و يأخذون ما فيه زلّة العالم ، و يتركون ما فيه إعلآء كلمة الله ، و عظمة الإسلام و الدّين ، و القرآن ، و المسلمين .

كما قالوا ، و أوصوا : ﴿اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَه فَلَنْ تَمْلِكَ لَه مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا .....

اور اس سے مقصود داعیوں کو ان لوگوں کی دعوت سے منع کرنا ہوتا ہے جن پر انکی دعوت کا کچھ اثر نہ ہوتا ہو جیسے بنجر زمین میں تخم بے اثر ہوتا ہے۔

اور انکی بد کرداریوں میں یہ بات بھی ہے کہ پاکدامن شخص کو اس کے قتل کیلئے بادشاہ کے دربار لے چلتے ہیں۔

اور جھوٹ و بہتان اور علماء کی خطاؤں کو انٹرویوں کے ذریعے نشر کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔اور نکتہ نظر اس بات کو ٹھراتے ہیں جسمیں علماء کی لغزشیں ظاہر ہو سکیں،اور جن چیزوں سے کلمہ توحید کی سربلندی،اسلام کی عظمت،دین وقرآن اور مسلمانوں کی بڑہائی معلوم ہوتی ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

اور ایک دوسرے کو یہ وصیت بھی کرتے ہیں، کہ اگر تمہیں یہ حکم ملے تو قبول کرلینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا (یہاں فقط ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے اصل واقعہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے،اور اس کے ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یہ لوگ خدا تعالی کی شریعت کو اپنی خواہش کے تابع کرنا چاہتے ہیں ،تو جس چیز میں ان کا مقصد برآمد ہو وہ بخوشی قبول کرلیتے ہیں ،اور جس امر میں دین اسلام کا غلبہ نظر آئے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں)اور جس کو اللہ گمراہ کرنا چاہے آپ اس کیلئے اللہ کے ہاں کچھ نہیں کرسکتے یہی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (٤١)﴾.

و كما قال الله تعالى : ﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ (١١٢)﴾.

و قال عليه السلام لليهود: لا تمشوا ببريّ إلى ذي سلطان ليقتله .

و بقتلهم العلمآء و الفقهآء و تخريبهم المملكة الإسلاميّة ، و مراكز الإسلام يحصلون العطايا و الرّتب .....

وہ لوگ ہیں جنکو اللہ نے نہیں چاہا کہ ان کے دل پاک کریں، ان کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

اور جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے «ترجمہ»: اسی طرح بنایا ہم نے ہر نبی کیلئے دشمن شریر آدمیوں کو اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں فریب دینے کیلئے ایک دوسرے کو ملمع کئے ہوئی باتیں، اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانے اور ان کا جھوٹ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو فرمایا تھا کہ تم لوگ کسی پاکدامن شخص کو اسکے قتل کیلئے بادشاہ کے پاس مت لے جایا کرو۔

علماء وفقہاء کے قتل کرنے، اسلامی ریاستوں، اور دینی مراکز میں تخریب کاری کرنے پر یہ لوگ تحفے تحائف اور عہدے حاصل کرتے ہیں۔

---

[1] « سورة المائدة ٤١ » .

[2] « سورة الأنعام ١١٢ » .

و عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ : قال : قال رسول اللہ ﷺ : خذوا العطايا ما دام العطايا فإذا صار رشوة على الدّين فلا تأخذوه ، و لستم بتاركيه ، يمنعكم الفقر و الحاجة ، ألا إنّ رحى الإسلام دائرة فدوروا مع الكتاب حيث دار [1].

و عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ : قال : حفظت من رسول اللہ ﷺ وعائين ، فأمّا أحدهما فبثثته فيكم ، و أمّا الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم (يعني مجرى الطّعام) رواه البخاري [2].

فيجب على ذمة أمة محمد ﷺ خصوصا على العلماء الربّانيين معرفة هذه الفتن و الرد عليه وبهذا فضيلة هذه الامة .....

حالانکہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ تحفہ لیا کرو جب تک کہ یہ تحفہ کی حیثیت میں ہو لیکن جب دین کے خلاف رشوت بن جائے تو پھر مت لینا، البتہ تم یہ چھوڑ نہیں سکتے ، کیونکہ تمہارے سامنے فقر وفاقہ کی دیوار مانع ہے (لیکن) خبردار ! اسلام کی چکی گھوم رہی ہے، سو وہ جہاں گھومے وہیں گھوم جاؤ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن محفوظ کئے (یعنی دو طرح کا علم) ان میں سے ایک تو میں نے تمہارے درمیان پھیلادیا اور دوسرا علم ایسا ہے کہ اگر میں اسے بیان کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔

چنانچہ امّتِ محمد ﷺ کی ذمہ داری ہے بالخصوص اللہ والے علماء کی کہ وہ ان فتنوں کو خوب سمجھ لیں اور اس کی تردید کریں، اسی وجہ سے یہ امت بہترین امت ٹھرائی گئی ہیں۔

---

[1] « مجمع الزّوائد ص ۲۳۸ / ج ۵ , و طبراني بحوالة أحسن الفتاوى ص ۱۳۵ / ج ۶ » .

[2] « بحوالة المشكوة ص ۳۷ ، كتاب العلم » .

فضيلة هذه الأمّة أوّلاً وآخرًا

هذه الأمة أفضل الأمم أخرجت للنّاس كما قال الله تعالىٰ كُنْتُم خَيْرَ أُمّة أُخْرِجَتْ للنَّاسِ (الآية)

وقال عليه السلام: مثل أمّتي مثل المطر لا يدري أوّله خير أم آخره « رواه التّرمذي » .

و قال عليه السلام : أبشروا و أبشروا إنّما مثل أمّتي مثل غيث لا يدري آخره خير أم أوّله ، أو كحديقة أطعم منها فوج عامًا ، ثمّ أطعم منها فوج عامًا لعلّ آخرها فوجًا أن يكون أعرضها عرضًا أعمقها عمقًا و أحسنها حسنًا .....

اس امت کی فضیلت اوّل اور آخر

یہ ایک بہترین گروہ ہے جو لوگوں کے فائدے کیلئے بھیجا گیا ہے ، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے: کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے، معلوم نہیں کہ اس کا آخری حصہ بہتر ہے یا پہلا۔

اور فرمایا: خوش ہو جاؤ، خوش ہو جاؤ، کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے ، جس کے بارے میں معلوم نہیں کہ اسکا آخری حصہ بہتر ہے یا پہلا، (یا یوں سمجھ لو) کہ میری امت ایک باغ کی مانند ہے جس سے ایک سال ایک جماعت نے کھایا اور دوسرے سال ایک اور جماعت نے، ممکن ہے وہ جماعت جس نے آخر میں باغ سے کھایا ہو چوڑائی اور گہرائی میں زیادہ ہو اور خوبیوں میں بھی بہتر ہو۔

كيف تهلك أمّة أنا أوّلها و المهدي وسطها و المسيح آخرها ، و لكن بين ذلك فيح أعوج ليسوا منّي ، و لا أنا منهم [1].

فيجب على هذه الأمة الإهتمام لمعرفة تلك الفتن وأسبابها والرّد عليها خصوصًا للعلماء الرّبّانيين الدّاعيين بالحكمة .

وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کا اول میں ہوں، جس کے وسط میں مہدی ہوں گے اور جس کے آخر میں مسیح علیہ السلام ہوں گے۔ ہاں ان زمانوں کے درمیان ایک کجرو (ٹیڑھی) جماعت ہوگی جو نہ مجھ سے ہوگی اور نہ میں ان سے ہوں گا (یعنی نہ وہ جماعت میرے راستے اور طریقے پر چلے گی اور نہ میرا ان سے کچھ تعلق ہوگا)، چنانچہ اس امت کو ان فتنوں کی پہچان اور ان کی پیداوار کے اسباب وذرائع اور پھر انکی تردید کا اہتمام کرنا ہوگا، خصوصاً ان علمائے ربّانیین کو جو حکمت کے ساتھ دعوت دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

---

[1] « المشكوة ص ٥٣٨ »

تفصيل علماء الربّانيين ودعوتهم

فيجب على العلمآء الرّبّانيّين إصلاح هذه الأمّة كما قال الله تعالى : ﴿ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴾[1]

كما قال أبو عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : قال ابن عبّاس رضي الله عنه : كونوا ربّانيّين ، حكمآء ، علمآء ، فقهآء .

و يقال : الرّبّاني : الّذي يربّي بصغار العلم قبل كباره .

و قال الله تعالى : ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾[2].

اللہ والے علماء کی تفصیل اور انکا دعوت دینا

لہٰذا ان ہی علماء کے ذمے اس امت کی اصلاح ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ((ترجمہ)): لیکن تم اللہ والے ہو جاؤ کہ تم تو کتاب پڑھاتے ہو اور خود پڑھتے بھی ہو،

اس طرح امام بخاری رحمہ اللہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں، کہ اللہ والے بن جاؤ، حکمت و علم اور فقاہت والے۔

پھر عالم ربّانی کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ جو انتہاء کی ضرورت سے پہلے ہی علم کے ابتدائی مقدّمات سے تعلیم دیتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ((ترجمہ)): یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری ہے تیری طرف تاکہ تو نکالے لوگوں کو اندھیرے سے اجالے کی طرف۔

---

[1] « سورة آلعمران ٧٩ » .

[2] « سورة إبراهيم ١ » .

و قال الله تعالى : ﴿ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ﴾[1] .

و قال الله تعالى : ﴿ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ٦٣ ﴾[2] .

و قال الله تعالى : ﴿ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ٧٨ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ٧٩ ﴾[3] .....

اور فرمایا ہے ترجمہ : بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو روشنی دی تاکہ لیے پھرتا ہے اس کو ، یہ برابر ہو سکتا ہے اس کے جس کا حال یہ ہو کہ پڑا ہو اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا (ہر گز نہیں)

ایک اور جگہ فرمایا ہے «ترجمہ» : کیوں منع نہیں کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برا عمل ہے جو یہ کر رہے ہیں۔

اسی طرح فرمان باری تعالی ہے «ترجمہ» : ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں سے داؤدؑ کی زبان پر اور عیسیٰ ابن مریم کی یہ اس لئے کہ نافرمانی کرتے اور حد سے گزرتے آپس میں منع نہ کرتے برے کاموں سے جو وہ کرتے کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے۔

---

[1] « سورة الأنعام ١٢٢ » .

[2] « سورة المائدة ٦٣ » .

[3] « سورة المائدة ٧٨ , ٧٩ » .

و قال التّرمذي عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه مرفوعًا قال : قال رسول الله ﷺ : لمّا وقعت بنو إسرائيل في المعاصي نهتهم علمآئهم فلم ينتهوا ، فجالسوهم في مجالسهم و آكلوهم و شاربوهم فضرب الله قلوب بعضهم ببعض فلعنهم على لسان داؤد و عيسى بن مريم عليهم السلام ذلك بما عصوا ، و كانوا يعتدون ، قال : فجلس رسول الله ﷺ و كان متّكأ فقال : لا ، و الّذي نفس محمّد بيده حتّى تأطروهم أطرًا [1].

فينبغي للعلمآء بل يجب أن يتصدّوا لدفع هذه الفتنة و يتدبّروا و يتفكروا و يتعيّنوا في وجوه دعوتهم و تحريكهم .....

ترمذی میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی مرفوع روایت میں ہے : کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بنی اسرائیل جب گناہ میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا اور جب وہ باز نہ آئے تو علماء بھی ان کی مجلسوں کے ہم نشین اور ہم نوالہ و ہم پیالہ بن گئے، چنانچہ اللہ نے ان سب کو خلط ملط کر دیا اور ان کے دلوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملا لیا، اور پھر اللہ نے ان پر حضرت داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان کے ذریعے لعنت فرمائی جسکا سبب انکے گناہ اور حد سے تجاوز کرنا تھا، ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ "جو کہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے" سیدھے بیٹھ گئے، اور فرمانے لگے اس ذات کی قسم جس کی قبضے میں میری جان ہے تم اس وقت تک عذاب الٰہی سے نجات نہیں پاسکو گے جب تک ظالموں کو ان کے ظلم اور فاسقوں کو ان کے گناہوں سے نہیں روکو گے، تو علماء کیلئے مناسب بلکہ واجب کے درجے میں ہے کہ وہ اس فتنہ کے دفاع کیلئے کوشش اور غور و فکر کریں، اور ایسے لوگوں کی دعوت کے طریقوں اور ان کی تحریکات کی نشاندہی کریں.....

---

[1] « المشكوة ص ٤٣٨ » .

؛ لأن لا يقعوا في الفتنة كما قال عمر رضي الله عنه : ما أخاف على هذه الأمّة من مؤمن ينهاه إيمانه ، و لا من فاسق بيّن فسقه ، و لكن أخاف عليهم رجلًا قد قرأ القرآن حتّى أزلقه بلسانه [١].

و عنه قال : كنّا نقول في عهد النّبيّ صلى الله عليه وسلم إنّما يهلك هذه الأمّة كلّ منافق عليم اللّسان [٢].

و عنه يقول على المنبر : إنّ أخوف ما أخاف على هذه الأمّة المنافق العالم ، قالوا : و كيف يكون منافقًا عليمًا، يا أمير المؤمنين؟

قال : عالم اللّسان جاهل القلب [٣].

تاکہ کہیں اس فتنہ کا حصہ نہ بن جائیں،

جیسا کہ عمرؓ نے فرمایا تھا: کہ مجھے اس امت میں ایسے مؤمن کا خوف نہیں جس کو اس کا ایمان روکتا ہے اور نہ ایسے فاسق کا خوف ہے جس کا فسق ظاہر ہو، لیکن ایسے شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھ چکا ہو، اور پھر اسے اسکی زبان پھسلا دے۔

اور آپؓ سے نقل ہے کہ ہم آپؐ کے زمانے میں یہ کہتے تھے کہ اس امت کو ہر وہ منافق برباد کر سکتا ہے جو زبان کا چالاک ہو، اسی طرح آپؓ سے منقول کہ برسر منبر آپ فرمارہے تھے میں اس امت پر جن چیزوں سے ڈرتا ہوں ان میں سب سے زیادہ خوف سمجھدار منافق کا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! منافق کیسے سمجھدار ہوگا۔

فرمایا کہ زبان کا سمجھدار اور دل کا جاہل۔

---

[١] كنز العمّال ص ٢٦٨ / ج ١٠ » .

[٢] « كنز العمّال ص ٢٦٨ / ج ١٠ » .

[٣] كنز العمّال ص ٢٦٩ / ج ١٠ » .

فهذا الحين حين لا يعرف الرّجل جليسه ، و يقع العالم المخلص في زلّة من جدال ذلك المنافق ، كما قال عمر رضي الله عنه: يهدمه (الإسلام) زلّة العالم ، و جدال المنافق بالكتاب ، و حكم أئمّة المضلّين .

فعلى أقطاب الأمّة من العلمآء أن يأمروا بالمعروف ، و ينهوا عن المنكر ، و لا ينغي لعلمآء الأمّة و مشايخها السّكوت عن الحقّ ؛ لأنّهم طائفة يجب عليهم الأمر بالمعروف و النّهي عن المنكر ، قال عليه السلام : لا يزال من أمّتي أمّة قائمة بأمر الله لا يضرّهم من خذلهم ، و لا من خالفهم حتّى يأتي أمر الله و هم على ذلك[1] .

تو یہ وہی زمانہ ہے جس میں آدمی اپنے ہم نشین کو نہیں پہچان سکتا اور مخلص عالم ایسے منافق کے بحث ومباحثہ سے پھسل سکتا ہے۔

جیسا کہ عمرؓ نے فرمایا تھا: اسلام کو عالم کا پھسلنا، منافق کا کتاب کو لیکر بحث ومباحثہ کرنا اور گمراہ کن اماموں کے فیصلے ڈہائے گا۔

امت کے علماء کے سرداروں پر لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں علماء اور مشایخ کیلئے یہ بالکل نازیبا ہے کہ وہ حق سے خاموش رہیں، کیونکہ یہی وہ گروہ ہے کہ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا اس کی ذمہ داری ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا رہے گا جو اللہ کے حکم پر قائم ہوگا اس گروہ کو نہ وہ شخص نقصان پہنچا سکے گا جو اس کی تائید اور اعانت ترک کردے اور نہ وہ شخص ضرر پہنچائے گا جو اس کی مخالفت کیلئے کمر بستہ ہو۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچے گا، اور یہ لوگ اپنے اسی راستہ پر یعنی احکام خداوندی کی اطاعت اور دین کی خدمت واعانت پر قائم ہونگے۔

---

[1] « متّفق عليه »

و هم الّذين دعا لهم النّبيّ ﷺ بقوله عليه السّلام : نضّر الله امرءًا سمع مقالتي فوعاها و أدّاها كما حفظ « معنى الحديث » [١].

وهم العلماء الربانيين

كما يستفاد من قوله تعالى : ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ١٠٨ ﴾ [٢] .

و من قوله ﷺ : اللّٰهمّ احفظ العلمآء [٣].

و من قوله ﷺ : ما قبض الله عالما إلّا ثغرة في الإسلام [٤] .

اور یہ وہ لوگ ہیں، جن کیلئے آپ ﷺ نے دعا فرمائی ہے: اللہ تعالی اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور ہمیشہ یاد رکھا اور اس کو جیسے سنا ہو ایسا ہی لوگوں تک پہنچادیا، اور یہی وہ عالم ربانی ہے جو فرمان باری تعالی کا مصداق ہے، (جس کا اپنے نبی کو حکم دیا تھا)

«ترجمہ» : کہہ دیجیے یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہیں اور اللہ پاک ہے اور نہیں ہوں میں شریک بنانے والوں میں۔

اسی طرح یہ عالم ربانی آپ ﷺ کی اس دعا کہ "اے اللہ علماء کی حفاظت کیجیے" کی مراد ہے۔ اور آپؐ کے اس فرمان کہ "اللہ کسی عالم کی روح قبض نہیں فرماتا مگر اس کا قبض اسلام کی آبادی میں رخنہ (گھڑا) بن جاتا ہے" کا مصداق ہے۔

---

[١] « أخرجه التّرمذي ص ٣٢١ / ج ٢ » .

[٢] « سورة يوسف ١٠٨ » .

[٣] « أخرجه المناوي في كنوز الحقائق ص ٤٦ / ج ١ » .

[٤] « أخرجه المناوي في كنوز الحقائق ص ٤٦ / ج ١ » .

و عن الحسن مرسلًا قال : قال رسول الله ﷺ : من جآءه الموت و هو يطلب العلم ليحيي به الإسلام فبينه و بين النّبيّين درجة واحدة في الجنّة « رواه الدّارمي» .

و عنه مرسلًا قال : سئل رسول الله ﷺ عن رجلين كانا في بني إسرائيل أحدهما كان عالمًا يصلّي المكتوبة ثمّ يجلس فيعلّم النّاس الخير ، و الآخر يصوم النّهار و يقوم اللّيل أيّهما أفضل ؟

قال رسول الله ﷺ : فضل هذا العالم الّذي يصلّي المكتوبة ، ثمّ يجلس فيعلّم النّاس الخير على العابد الّذي يصوم النّهار و يقوم اللّيل كفضلي على أدناكم « الدّارمي»[1].

جبکہ حضرت حسن رحمہ اللہ مرسل روایت میں نقل کرتے ہیں کہ جس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ طلبِ علم میں لگا ہو اس ارادہ سے کہ وہ اسلام کی ترویج کرسکے تو اسکے اور پیغمبروں کے درمیان جنت میں ایک ہی درجہ کا فرق ہوگا۔

اور آپ رحمہ اللہ سے مرسلًا یہ بھی نقل کیا گیا: کہ رسول اللہ ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا، ان میں ایک تو عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا پھر بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھلاتا، اور دوسرا وہ شخص تھا جو دن کو روزے رکھتا اور تمام رات عبادت کرتا تھا، کہ ان دونوں میں بہتر کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس عالم کو جو فرض نماز پڑھتا ہے اور پھر لوگوں کو علم سکھلانے میں لگا رہتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات میں عبادت کرتا ہے ایسی فضیلت حاصل ہے جیسا کہ مجھے تمہارے ایک ادنی آدمی پر۔

---

[1] « بحوالة المشكوة ص ٣٦ » .

و بالجملة : هذه الأمّة أفضل الأمم كما في الحديث عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جدّه : أنّه سمع رسول الله ﷺ يقول في قوله تعالى : ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾[1] .

قال : أنتم تتمّون سبعين أمّة أنتم خيرها و أكرمها على الله تعالى « رواه التّرمذي » .

و علمآئهم كأنبيآء بني إسرائيل ، و كانت بنو إسرآئيل تسوسهم الأنبيآء كلّما هلك نبيّ خلفه نبيّ و لا نبيّ بعدي و سيكون خلفآء فيكثرون

خلاصہ یہ کہ یہ امت ایک بہترین امت ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ اسکے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ:

آپ نے نبی ﷺ کو مندرجہ ذیل آیت "کنتم خیر امة اخرجت للناس" کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا۔

فرمایا: کہ تم ستر امّتوں کو پورا کروگے، اللہ کے نزدیک تم ان امتوں میں سب سے بہتر اور عزت والے ہو، اور اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہونگے پھر بنی اسرائیل کی سیاست (یعنی ان کی اصلاح اور انکو تہذیب سکھلانا) انبیاء کرتے تھے چنانچہ جب ایک نبی وفات پاجاتا تو اس کا جانشین کوئی دوسرا نبی ہو جاتا (اسی طرح یکے بعد دیگرے انبیاء اپنے قوم کی تربیت کرتے) اور بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں البتہ میرے بعد امرأ خلفاً ہوں گے جو بہت زیادہ تعداد میں ہوں گے

[1] « سورة آلعمران ١١٠ » .

قالوا : فما تأمرنا ؟

قال : فوا بيعة الأوّل فالأوّل ، اعطوهم حقّهم فإنّ الله سائلهم عمّا استرعاهم « متّفق عليه »[1].

فينبغی لهم الدعوة بالحكمة والموعظة الحسنة، كما قال الله تعالى (اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ)

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ایسے حالات میں آپ ہمیں کیا ارشاد فرماتے ہیں

:آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے امیر کی بیعت پوری کرنا پھر اس کے بعد دوسرے زمانے میں بھی پہلے امیر کی (یعنی جب ایک ہی وقت میں دو امیر ہوں تو ان میں سبقت کرنے والے کی طاعت کرو) اور ان کے حقوق ادا کرو، جو اللہ نے ان کو اپنے مخلوق کی نگرانی اور حکومتی ذمہ داری سونپی ہے اس کے بارے میں وہ خود انہیں سے پوچھ لے گا۔

سوا نکے واسطے یہ ضروری ہے کہ وہ حکمت کے ساتھ اور نصیحت سنا کر دعوت دیتے رہیں ، جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ادع الی سبیل ربك «الآیة »

---

[1] « بحوالة المشكوة ص ٣٣٨ / ج ٢ » .

الدّعوة بالحكمة

لا بد أولاً من معرفة الحكمة وتفصيلها:

فدعوتهم بالحكمة دعوتهم بالدّلائل العقليّة و النّقليّة و الوحييّة .

معاني الحكمة :

١. القرآن قاله ابن مسعود .

٢ . معرفة النّاسخ ، و المنسوخ عن ابن عبّاس رضي الله عنه .

٣ . النّبوّة قاله ابن عبّاس رضي الله عنه .

٤ . الفهم في القرآن قاله أبو العالية ، و قتادة .

٥ . والعلم ، و الفقه قاله ليث عن مجاهد .

٦ . و الإصابة في القول قاله أبو النّجيح .

٧ . الورع في دين الله تعالى قاله الحسن .

٨ . و خشية الله تعالى قاله ربيع بن أنس .

٩ . التّحمّل في الدّين .

١٠ . العلم ، و العمل ، قاله ابن قتيبة .

حکمت کے ساتھ دعوت دینا

چنانچہ پہلے پہل حکمت کی تعریف اور تفصیل ضروری ہے سو اسے مقدم کیا جاتا ہے:

حکمت کے ساتھ دعوت، دلائل عقلیہ، نقلیہ اور وحییہ کے ساتھ دعوت دینا ہے،

پھر حکمت کے کئی معانی ہیں:

۱۔ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ حکمت قرآن ہی ہے۔

۲-ابن عباسؓ کے نزدیک اس کا معنی ناسخ اور منسوخ پہچاننا ہے۔

۳۔آپؐ سے یہ قول بھی نقل ہے کہ نبوت حکمت ہے۔

۴ - ابوالعالیہ اور قتادہ کے نزدیک فہم قرآن۔

۵ - لیث نے مجاہد رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ علم اور فقاہت، حکمت ہے۔

۶- ابوالنجیح کے نزدیک بات میں درستگی کا نام حکمت ہے۔

۷ - حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے دین میں تقوی اور خشوع حکمت ہے۔

۸- ربیع بن انس حکمت کی تعبیر خشیتِ الٰہی سے فرماتے ہیں۔

۹ - دین میں تحمل اور بردباری۔

۱۰-جبکہ ابن قتیبہ کے نزدیک علم و عمل حکمت ہے۔

تفسير الحكمة من القرآن

١ . مواعظ القرآن كما قال الله تعالى : ﴿ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ﴾[١] .

٢ . الفهم و العلم : كما قال الله تعالى : ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ﴾[٢] .

٣ . و النّبوّة : كما قال الله تعالى : ﴿ فَقَدْ اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾[٣] .

٤ . و علم أسرار الله تعالى بالوحي : كما قال الله تعالى : ﴿ لَمَا اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ﴾[٤] .

٥ . و تفسير القرآن بالسّنة : كما في قوله تعالى : ﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾[٥] .

فالمراد في قوله تعالى : ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ ﴾ الدّعوة بكتاب الله بما فيه من إيجاد الأشيآء ، و ما فيها من الأسرار ، و ينبغي لمن تصدّى لأدآء منصب الرّسالة أن يقول قولًا بليغًا كما قال الله تعالى : ﴿ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴾[٦] .

---

[١] « سورة البقرة ٢٣١ » .

[٢] « سورة لقمان ١٢ » .

[٣] « سورة النّسآء ٥٤ » .

[٤] « سورة آلعمران ٨١ » .

[٥] « سورة البقرة ١٢٩ » .

[٦] « سورة النّسآء ٦٣ » .

قرآن میں سے حکمت کی تفسیر

۱۔قرآن مجید کی نصائح : جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے ((ترجمہ)) : اور جو اتاری تم پر کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اس کے ساتھ ۔

۲۔علم اور فہم : جیسا کہ سورۃ لقمان میں ہے ((ترجمہ)) : دی ہم نے لقمان کو سمجھ بوجہ۔

۳۔پیغمبری: جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے ((ترجمہ)) : اور دی ہم نے ابراہیمؑ کے خاندان کو کتاب اور پیغمبری۔

۴۔اللہ کے رازوں کا علم بذریعہ وحی : جیسا کہ سورۃ آل عمران میں ہے ((ترجمہ)) : کہ جو میں نے تم کو دیا کتاب اور اللہ کے اسرار کا علم۔

۵۔اسی طرح قرآن کی تفسیر سنت سے کرنا بھی حکمت ہے : جیسا کہ اللہ کے اس فرمان میں ((ترجمہ)) : اور دی ان کو کتاب اور حکمت (یعنی کہ ایسا پیغمبر ان میں بھیجا جو ان کو قرآن کی تعلیم دے اور قرآن کی تفسیر اپنی سنت سے کردے۔

اور باری تعالیٰ کے فرمان "ادع الی سبیل ربك "(الآیۃ) سے مراد اللہ کی کتاب کے ذریعے ان چیزوں کی طرف متوجہ کرنا ہے جن کی پیدائش کتاب اللہ میں مذکور ہے اور ان اشیاء کے جو راز ہیں انکی طرف توجہ دلانی ہے۔تو جو شخص منصب رسالت پر فائز ہے اُسے چاہئے کہ وہ کام کی باتیں کرے، جیسے حکم باری تعالیٰ ہے ((ترجمہ)) : ان سے کہہ دے ان کی حق میں کام کی باتیں.

ولا بدّ من تصحيح البيان نطقًا كان, أو كتابة

فإنّ الإنقلاب يأتي بالبيان تكلّمًا كان أو كتابة ، و البيان منبع الكمالات فيجب صون الكلام والبيان من اللّحن في النّطق و الكتابة ، و قال الله تعالى : ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾[1] .

اللّحن و الخطأ في الكلام يشين أهل العلم ، و يزدري بهم في أعين السّامعين كما قال القائل شعر:

رأيت لسان المرء آية عقله و عنوانه فانظر بما ذا تعنون

و يعجبني زيّ الفتى و جماله فيسقط عن عينيّ ساعة يلحن

بیان کی تصحیح ضروری ہے خواہ کلام ہو یا تحریر

وجہ یہ ہے کہ انقلاب گفتگو سے آتا ہے خواہ وہ کلام میں ہو یا تحریر میں۔ اور یہی گفتگو کمالات کا سرچشمہ ہے تو اس وجہ سے کلام اور تحریر کو غلطیوں سے بچانا ضروری ہے،

اور فرمان الٰہی ہے «ترجمہ»: اور نہیں بولتا یہ پیغمبر اپنے نفس کی خواہش سے ، یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا، بلکہ کلام میں غلطی علم والے کو عیب دار بنا دیتی ہے اور سامعین کی نگاہوں میں اس کو حقیر سا ٹھراتی ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

ترجمہ: آدمی کی زبان کو اس کے عقل کی نشانی اور ایسی چیز سمجھتا ہوں جس کے ظاہر سے باطن کو جانا جاسک تا ہے، سو تو دیکھ سکتا ہے جسکا ارادہ ہو۔ اور کسی نوجوان کی ہیئت اور اس کا حسن مجھے تعجب میں توڈالتا ہے لیکن ایک ہی لمحے کی خطا اس کو میری نگاہ سے گرا دیتی ہے۔

---

[1] « سورة النّجم ۳ , ۴ » .

و أمّا البيان كتابة فكما قال الله تعالى :(نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ)[1].

قال أبو حاتم البستي شعر :

إذا أقسم الأبطال يومًا بسيفهم و عدوّه ممّا يكسب المجد و الكرم

كفى قلم الكتاب عزًّا و رفعة مدى الدّهر إنّ الله أقسم بالقلم

هذه دعوتهم بالحكة وهى السياسة الإسلامية أيضًا.

تفصيل السّياسة الإسلاميّة

فالحاصل : أنّ السّياسة الإسلامية هي الحكمة الباحثة عن كيفيّة ربط الواقع بين أهل المدينة

رہی تحریر سو باری تعالیٰ نے اسکی قسم کہائی ہے «ترجمہ» : قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں

ابو حاتم نے یہ شعر پڑہا ہے۔

«ترجمہ »: جب کسی دن پہلوان اپنی تلواروں کی قسم کہاتے ہیں اورانکا دشمن بزرگی اور سخاوت کی طلب میں ہوتا ہے ، تو کافی ہے اس کیلئے کتابوں کی قلم بندی عزت اور مرتبے میں لمبے زمانے تک کیلئے ، کیونکہ اللہ نے قلم کی قسم کہائی ہے ۔

اسلامی سیاست کی تفصیل

یہی حکمت کے ساتھ دعوت دینا ہے اور اسے ہی اسلامی سیاست کہا جاتا ہے، سو حاصل یہ نکلا کہ اسلامی سیاست نام ہے اس حکمت کا جو اہل مدینہ کے باہمی معاملات کے تعلق کی کیفیت واضح کرتی ہے۔

---

[1] « سورة القلم ١ » .

و اختلفوا في تعريفها .

قال العلّامة ابن خلدون رحمه الله (المتوفّى سنة ٨٠٨) : فالسّياسة و الملك : هي كفالة للحقّ ، و خلافة لله في العباد لتنفيذ أحكامه فيهم .

و قال أبو الوفآء ابن عقيل البغدادي رحمه الله (المتوفّى سنة ٥١٣) : السّياسة : ما كان من الأفعال بحيث يكون النّاس معه أقرب إلى الصّلاح و أبعد من الفساد .

و قال ابن العابدين رحمه الله: السّياسة : استصلاح الخلق بإرشادهم إلى الطّريق المنجي في الدّنيا و الآخرة [1]

فقہاء نے اس تعریف میں اختلاف کیا ہے ۔

علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں: کہ سیاست اور بادشاہت حق کی ذمہ داری ہے، اور اللہ تعالی کے واسطے بندوں میں خلافت ہے تاکہ اس کے احکام انکے مابین نافذ ہوں۔

ابو الوفآ ابن عقیل فرماتے ہیں کہ سیاست افعال کا وہ حصہ ہے کہ جس کے ذریعے لوگ اصلاح کے قریب اور فساد سے دور ہو جائیں۔

جبکہ علامہ عابدین (شامی) کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کی خیر خواہی چاہنا ایسے راہ دکھلا کر جو دنیا و آخرت میں انکی نجات کا ذریعہ بن سکے

---

[1] « التّعزيري ص ١٥ » .

فالسّياسة على الطّريقة المذكورة كما يجب على الخلفآء كذلك يجب على الأنبيآء ، و على العلمآء الّذين هم ورثة الأنبيآء كما يقال : الملك و النّبوّة توأمان و هذا و إن كان من كلام العامّة لا أصل له من المرفوع و لكنّه حقيقة واقعيّة .

و عن تميم الدّاري رضي الله عنه عن عمر رضي الله عنه ما حاصله : أنّه لا إسلام إلّا بجماعة ، و لا جماعة إلّا بإمارة ، و لا إمارة إلّا بالطّاعة ، فمن سوّده قومه على الفقه كان خيرة له و لهم ، و من سوّده قومه على غير فقه كان هلاكا له و لقومه « الدّارمي » [1].

لہٰذا مذکورہ طریقے سے سیاست کرنا جیسے کہ خلفاء پر لازم تھا ایسے ہی انبیاء پر، اور ان علماء کا فریضہ بھی ہے جو انبیاء کے وارث ہیں، کہا جاتا ہے کہ بادشاہت اور نبوت جڑویں ہیں، باوجود یہ کہ یہ عوام الناس کی باتیں ہیں مرفوعات میں انکی اصل نہیں ملتی، لیکن واقع میں یہ بالکل حقیقت ہے۔

حضرت تمیم داریؓ عمرؓ سے نقل کرتے ہیں: (جس کا حاصل یہ ہے) کہ اسلام بغیر جماعت کے قبول نہیں اور جماعت بغیر امارت کے معتبر نہیں اور امارت عبارت ہے طاعت سے، چنانچہ جس شخص کو اس کی قوم اسکی سمجھ بوجھ کی بناء پر سردار منتخب کرے تو یہ اس کے اور اسکی قوم کے حق میں بہتر ہوگا اور جس کو اس کی قوم سردار بنائے باوجود اسکی کم فہمی کے تو یہ اس کیلئے اور اس کی قوم کیلئے ہلاکت کا ذریعہ ہے۔

---

[1] « هامش إعلام الأعلام لعلّامة ولي الله الكابلگرامي الشّهيد رحمه الله » .

و قال الله تعالى : ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾[1] .

و العلماء الرّبّانية هم أولوا الأمر ايضًا

كما قال الجصّاص رحمه الله في تفسير ﴿ اُولِي الْاَمْرِ ﴾ : المراد منه الأعمّ من الأمرآء و العلمآء ؛ لأنّ الأمرآء يلون أمر تدبير الجيوش ، و العلمآء يلون أمر حفظ الشّريعة .

و قال في تفسير قوله تعالى : ﴿ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ أي كتاب الله ، و سنّة رسوله ﷺ منصوصًا أو استنباطًا .

فرمان باری تعالی ہے «ترجمہ» : اے ایمان لانے والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اللہ کے رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں، پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹاؤ اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔

اور علماء ربانیین بھی اولو الامر کا مصداق ہیں جیسے کہ علامہ جصاص رحمہ اللہ اولو الامر کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اسکی مراد عام ہے خواہ امراء ہوں یا علماء کیونکہ امراء کو لشکروں کے انتظامی امور سپرد کیئے جاتے ہیں اور علماء دین کے حفاظتی امور کی کے ذمہ دار ہوتے ہیں ۔

پھر (اللہ ورسولہ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کہ یہ نصوص ہیں اور استنباط انہی سے کیا جاتا ہے،

---

[1] « سورة النّسآء ۵۹ » .

و بالجملة : لمّا انقطعت النّبوّة على خاتم النّبيّين ﷺ ﴿وَلَكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾[1] .

و قال النّبيّ ﷺ : أنا خاتم النّبيّين و لا نبيّ بعدي ، و كان علمآء الأمّة ربّانيّون خلفآئه ﷺ فيجب عليهم أن يسوسوا النّاس بكتاب الله سبحانه و سنّة رسوله ﷺ إذ لن يصلح آخر هذه الأمّة إلّا ما صلح أوّلها[2].

ولا ينبغي أن يغترّ العالم بالألقاب ولا بالشّغل الشّخصي

بل ينبغي لعلمآء الأمّة أن لا يقنعوا بألقابهم و أشغالهم بل يجب عليهم الجهد التّام لإقامة الدّين القويم .....

بہر صورت جب سلسلۂ نبوت کا انقطاع خاتم النبیین ﷺ پر ہو چکا (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) «ترجمہ» : لیکن اللہ کا رسول ہے اور نبیوں پر مہر،

اور آپ ﷺ فرما چکے۔(أنا خاتم النبيين لانبيّ بعدى)«ترجمہ»: میں سب انبیاء پر مہر ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ، سوانہی علماء وفقہاء پر واجب ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی سیاست لوگوں میں عام کریں، یعنی ان کی اصلاح اور تربیت کریں کیونکہ ہر گز اس امت کا آخری حصہ باکردار نہیں بن سکتا جب تک کہ پہلا حصہ درست نہ ہوا ہو۔

علماء امت کیلئے زیبا نہیں کہ وہ فقط القاب اور ذاتی مشاغل پر اکتفاء کرلیں

بلکہ ان کے واجبات میں دین قویم کے قیام کیلئے پوری کوشش کرنا ہے ۔

---

[1] « سورة الأحزاب ٤٠ » .

[2] « حاصل ما في إعلام الأعلام مع تغيير يسير ص ٤٦ » .

كما قال الله تعالى : ﴿ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللهُ ﴾[1] .

و قال الله تعالى : ﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(٤٤)وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(٤٥)وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(٤٧)﴾[2] .

فنتائج ترك الدعوة وعدم الحكم بما أنزل الله مجمع جميع القبائح من الكفر والظلم والفسق و بعد اللّتيا و اللّتي إذا لم يكن الحكم بما أنزل الله يكون الأمر إلى يد اليهود و المجوس و الهنود و الانجليزيين كالكرّة في يد صولجان .....

جیسا کہ اللہ فرماتا ہے «ترجمہ» : تاکہ تو فیصلہ کرلے ان کے درمیان جو تجھ کو سمجھاوے اللہ جل شانہ

اور اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے «ترجمہ» : جو کوئی فیصلہ نہ کرسکے اسکے موافق جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے، سو وہ کافر ہے

اور جو کوئی فیصلے نہ کرے اس کے موافق جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے سو وہ ظالم ہے،

اور جو کوئی فیصلہ نہیں کرتا اس کے موافق جس کو اللہ نے نازل فرمایا ہے، سو وہ فاسق ہے،

دعوت کے چھوڑنے اور ما انزل اللہ کے موافق فیصلے نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ کفر و ظلم اور فسق جیسے بہت سارے قبائح اور بد کرداریاں بر سر عام ہو رہی ہیں، سب الجھنوں کے بعد بات کچھ یوں بن چکی ہے کہ جب تک فیصلے اللہ کے نازل کیے ہوئے قانون پر نہیں کیئے جاتے تو سب امور یہود و ہنود، مجوس اور انگریزوں کے ہاتھ میں ہی رہیں گے، جیسے گیند کسی کھلاڑی کے ہاتھ چلی جاتی ہے۔

---

[1] « سورة النّسآء ١٠٥ » .

[2] « سورة النّسآء ٤٤ , ٤٥ , ٤٧ » .

و هم يفعلون ما شآؤوا يهلكون المسلمين و يستأصلون بيضتهم و يقولون : الأمر لنا لا حقّ لأحد أن يسألنا نفعل ما نشآء نستحيي من نشآء و نسجن من نشآء و نقتل من نشآء و الأمر أمرنا و السّياسة سياستنا ، و لنا قيادة بكلّ جميع .

و إن شئنا نسوّس أمركم ، ونجعل المسلمين أدقّ من الدّقيق .

فعلمآء هذه الأمّة ورثة الأنبيآء ، و نبيّنا ﷺ قائد الأمّة ، و خطيبهم إذا أنصتوا ، و مبشّرهم إذا أيسوا ، فلا ينبغي للعلمآء الغفلة في مثل هذه الموارد ، بل لهم أن يكونوا مبشّرين بالاطمينان و الحلم و الوقار.

اور وہ جیسے چاہیں گے کرتے رہیں گے مسلمانوں کو ہلاک اور اسلام کی عمارت کی بیخ کنی میں لگے رہیں گے اور ساتھ یہ بھی کہتے رہیں گے کہ اب تو سب ہمارے سپرد ہے، کسی کا حق نہیں کہ وہ ہم سے پوچھے اور ہم تو وہ کریں گے جو چاہتے ہیں، زندہ چھوڑیں گے جنہیں چاہیں اور قید میں رکھیں جسے چاہیں، اور کسی کو چاہیں تو قتل کردیں گے بہر حال حکم ہمارا ہی چلے گا۔ سیاست ہماری ہی ہوگی، اور ان سب پر ہم قیادت کرتے رہیں گے اگر ہم چاہیں تو تمہارے سارے معاملات بگاڑ کر کے رکھ دیں اور مسلمانوں کو پسے ہوئے آٹے سے بھی زیادہ پیس لیں ۔

اس امت کے علماء پیغمبروں کے وارث ہیں اور ہمارے نبی ﷺ اس امت کے قائد ہیں انکی خاموشی کے وقت انکے خطیب، اور انکی ناامیدی کے وقت میں انہیں خوشخبریاں سنانے والے ہیں لہٰذا اس امت کے علماء کیلئے ایسی وارداتوں کے حالات میں خاموش رہنا اور غفلت برتنا نامناسب ہے بلکہ اطمینان، بردباری، سنجیدگی کے ساتھ خوشیاں پھیلانے والے بن جائیں ۔

و أن يكونوا رهبان اللّيل و فرسان النّهار ، و أن ينصروا من يستنصروهم من المسلمين مشورة و جهادًا و مناظرة كما قال الله تعالى : ﴿ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴾[1] .

و الفساد الكبير الفحشآء و المنكر و البغي ، و يقع جميع أنواع الكفر ، و للكفر أنواع كما قال التّفتازاني في مقاصد الطّالبين في أصول الدّين : الكافر إن أظهر الإيمان خصّ باسم المنافق .....

اور یہ کہ رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار بن جائیں، مسلمانوں میں سے جو بھی ان سے مشورے میں، جہاد میں یا مناظرے میں مدد طلب کرے تو یہ ان کے مددگار بن جائیں۔

جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے «ترجمہ» : اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو ان کی مدد کرنا لازمی ہے ۔ مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ، اور جو لوگ کافر ہیں وہ لوگ ایک دوسرے کے رفیق ہیں ۔ اگر تم ۔۔۔۔۔،،،۔ فتنہ پھیلے گا اور بڑی خرابی ہوگی۔

آیتِ مذکورہ میں "فساد کبیر" سے مراد بے حیائی، بے مروتی، سرکشی اور کفر کی سب اقسام ہیں ۔

کفر کی بہت سی اقسام ہیں جس کو تفتازانی نے اپنے تصنیف ﴿ مقاصد الطالبین فی اصول الدین ﴾ میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے، کہ اگر کافر نے اسلام کا اظہار کیا تو منافق کہلائے گا

---

[1] « سورة الأنفال ٧٢ , ٧٣ » .

و إن كفر بعد الإسلام فبالمرتدّ ، و إن قال بتعدّد الآلهة فبالمشرك ، و إن تديّن ببعض الأديان فبالكتابيّ ، و إن أسند الحوادث إلى الزّمان و اعتقد قدمه فبالدّهريّ ، و إن نفى الصّانع فبالمعطّل ، و إن أبطن عقائد هي كفر بالاتّفاق فبالزّنديق [1].

الدّعوة بالموعظة الحسنة

هذا تفصيل الدعوة بالحكمة.

و أمّا دعوتهم بالموعظة الحسنة : هي الدّعوة ترهيبًا و تخويفًا و إنذارًا بالزّواجر بالإنذار من العذاب الدّنيوي و البرزخي و الأخروي .

اور اگر کفر کا ارتکاب کیا اسلام لانے کے بعد بھی تو مرتد کہلائے گا ، اور اگر الٰہہ کے تعدد کا قائل ہوا تو مشرک کہلائے گا، اور اگر بعض دیگر مذاہب کی پیروی کرنے والا ہو تو کتابی شمار ہوگا، اور اگر حوادث کو زمانے کی طرف منسوب کرے اور اس کے قدیم ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو تو دہری کہلائے گا اور اگر صانع کی نفی کرنے لگے تو معطّلہ کا فرد بنے گا اور اگر ایسے عقیدوں کو چھپاتا رہے جو اتفاقا کفر ہیں تو یہ زندیق ٹھرے گا۔

موعظہ حسنہ کے ذریعے دعوت دینا

یہ تو دعوت بالحکمۃ کا مفصل ذکر ہوا۔

اور موعظۃ حسنۃ کے ذریعے دعوت، یہ وہ دعوت ہے جسمیں دنیوی، اخروی یا برخی عذاب سے ڈرایا گیا ہو یا ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہو۔

---

[1] « مجموعة رسائل كشميري , إكفار الملحدين في ضروريات الدّين ص ١٢» .

و أمّا التّرغيب : فبالأمور الدّافعة للعذاب و الأمور المصلحة و بالتّبشير .

آمّا الدّعوة بالجدال

فكما قال الآلوسي رحمه الله ما حاصله : آداب دعوتهم الأوّلان يعنى بالحكمة والموعظة الحسنة بخلاف الثّالث أي الجدال ؛ لأنّه غير معطوف عليه فالحاصل : أنّ أكثر ما وقع الجدال في المناظرة ، و المناظرة أكثر ما يقع بين المسلمين بخلاف ما تقدّم من الكفرة الفجرة من الملاحدة ؛ لأنّهم قلّما تقع المناظرة بينهم و بين المسلمين لسانًا ، بل أكثر مقابلتهم و جدالهم بالحرب الفكري كما مرّ في الابتدآء .....

اور ان امور کی ترغیب دی گئی ہو جو عذاب سے نجات کا سبب بنتے ہیں اور جن میں اصلاح کے اصول اور خوشخبریوں کا بیان کیا گیا ہو۔

جدال کے ساتھ دعوت دینا

رہا جدال اور مجادلے کا طریقہ، تو علامہ الوسی رحمہ اللہ کا کہنا یہ ہے: (جس کا حاصل یہ ہے) کہ دعوت دینے کے اصولی طریقے پہلے دو ہیں (یعنی دعوت بالحکمۃ اور دعوت بالموعظۃ الحسنۃ) بخلاف تیسرے طریقے کے (جو جدال ہے) کیونکہ وہ بطریقۂ عطف ذکر نہیں، خلاصہ یہ ہوا کہ اکثر وبیشتر جدال مناظروں میں واقع ہوتا ہے اور مناظرے زیادہ طور پر مسلمانوں کے درمیان ہی واقع ہوتے ہیں بخلاف ملحدین کافروں، فاجروں کے کیونکہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان بہت ہی کم مرتبہ زبانی مناظرے کا موقع آیا ہے، بلکہ اکثر ان کا مقابلہ جدال اور نظریاتی جنگ کے طور پر ہوتا رہا، جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا۔

و بعد ذلك بالحرب السّلاحي و بالهرج و المرج و بكثرة الملاحم و الصّواعق المرسلة ، كما روي عن أبي سعيدن الخدري ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : تكثر الصّواعق عند اقتراب السّاعة فيصبح القوم فيقولون من صعق البارحة ؟ فيقولون : صعق فلان ، و فلان[1] .

ولكن لا بدّ للدّاعي سواء كان بالحكمة او بالموعظة الحسنة او بالجدال من التدبّر فی قصص الأنبياء ويجب له الحذر و الاحتياط من حيلهم الفاسدة .....

اور اس کے بعد پھر اسلحے کی لڑائی اور ہرج، مرج سے اور بڑی جنگوں اور صواعق مرسلہ سے جیسا کہ ابو سعید خدریؓ کی روایت میں منقول ہے : کہ قیامت کے قریب چیخوں والے عذاب زیادہ ہو جائیں گے تو صبح ایک قوم اٹھے گی کہیں گے کہ کل رات کون کون اس میں مبتلا ہو گیا، تو باقی جواب میں کہیں گے کہ فلاں وفلاں۔

داعی جو حکمۃ موعظۃ حسنۃ یا جدال کے ساتھ دعوت دیتا ہے اسکے لئے ضروری ہے کہ انبیاء کے واقعات میں غور فکر کرے اور مفسدوں کی چالوں سے احتیاط کے ساتھ رہے۔

داعی کیلئے ضروری ہے کہ وہ انبیاء کے واقعات میں سوچا کرے خواہ وہ حکمت کے ساتھ یا موعظۃ حسنۃ اور یا پھر جدال سے دعوت دے رہا ہو اور تخریب کاروں کی چالوں سے احتیاط کی بھی ضرورت ہے جیسے کہ حضرت یوسفؑ سے چال کھیلی گئی۔

---

[1] « المستدرك كتاب الفتن و الملاحم ص ٣٥٨ / ج ٥ » .

ألا ترى إلى ما فعل أخوة يوسف عليه السلام به بحيلهم الفاسدة ، و كيف ذهبوا به

و أجمعوا أن يجعله في غيابة الجبّ ، و بعد ما فعلوا ذلك جاؤوا أباهم عشاء يبكون ، فهم جعلوا يوسف في غيابة الجبّ ، و منهم العويل ، و منهم البكآء .

ثمّ راودته اللّتي هو في بيتها عن نفسه و غلّقت الأبواب ، و قالت : هيت لك ، ثمّ هي قالت : ما جزآء من أراد بأهلك سوءًا إلّا أن يسجن أو عذاب أليم .....

کیا آپ نے کبھی سوچا نہیں کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے آپؑ کے ساتھ اپنے مکر و چال کے ذریعے کیا کیا؟

اور کیسے انہیں لے گئے اور اندھیرے کنویں میں پھینک ڈالنے پر متفق ہوگئے پھر آپؑ کو کنویں میں پھینکنے کے بعد رات کے وقت روتے ہوئے اپنے ابا کے پاس آگئے، انہوں نے ہی تو یوسفؑ کو اندھیرے کنویں میں پھینکا تھا اور یہی آہ وبکاہ اور فریاد بھی کر رہے تھے ، پھر آپؑ کو اس عورت نے پھسلانا چاہا جس کے گھر میں آپ رہائش پذیر تھے ، اور دروازے بند کر کے کہنے لگی: آجا جلدی کر اور پھر وہی کہنے لگی: کہ بھلا بدلہ نہیں اس شخص کا جو تیرے گھر میں برائی چاہتا ہے مگر یہ کہ قید میں ڈالا جائے اور اس کو دردناک عذاب دیا جائے۔

سبحان الله من نحو هذا التّزوير و البهتان و الإلزامُ على البريّ من ذلك .

ثمّ بدا لهم برآءة يوسف عليه السلام و كيد النّسوة ، فلمّا لم يكن لهم الاستطاعة من إصلاح نسائهم فسجّنوا يوسف عليه السلام حتّى حين ، فبجرم نسآئهم أخذوه و سجّنوه .

ثمّ قال إخوة يوسف عليه السلام : إن يسرق فقد سرق أخ له من قبل ، قالوه بهتانًا و زورًا ، فأسرّها يوسف عليه السلام في نفسه و لم يبدها لهم .

هذا مقام من علّمه الله من تأويل الأحاديث و تمّ عليه نعمته .

تعجب ہے ان کے آراستہ اور جھوٹ ی باتوں پر، بہتان اور پاکدامن کو ملزم ٹھرانے پر، پھر جب ان کو یوسفؑ کی پاکدامنی اور عورتوں کا فریب معلوم ہوگیا لیکن اپنی عورتوں کی اصلاح کرنے کی طاقت نہ تھی تو یوسفؑ کو مخصوص مدت تک کیلئے جیل میں ڈال دیا چنانچہ ان ہی کی عورتوں کے جرم کی پاداش میں یوسفؑ پکڑے گئے اور جیل میں ڈالے گئے ،اور پھر یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی (یوسفؑ) نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی ،اور یہ انکا جھوٹ ، بہتان کا کہنا تھا لیکن یوسفؑ نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا اور ان کے سامنے اسکا اظہار نہ فرمایا۔

یہ اس شخص کا مرتبہ ہے جس کو اللہ تعالی نے تاویل الاحادیث کے علم سے نوازا تھا اور اپنی نعمت پوری فرمائی تھی۔

فتدبّر في مثل هذه الموارد فی أحوال الأنبیآء کما قال الله تعالی :
﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ ۹۲﴾[1] .

وکذا لا بدّله من التدبر والتأمّل فی ما أنبأ النّبيّ صلی الله علیه وسلم عن الفتن ، وما ذا یفعله الدّاعیة عند وقوعها ؟

و أن یعرف مقتضیات الأحوال ، فتقدّم إذا کان مقتضی الحال التّقدّم ، و تأخّر ، و تغرّب إذا کان مقتضی الحال التّغرّب کما قال البخاري رحمه الله : باب التّغرّب في الفتنة ، و فیه قصّة تغرّب سلمة بن الأکوع رضی اللہ عنہ ، و قال في جواب الحجّاجّ المنبر لمّا قال لسلمة : یا ابن الأکوع ارتددتّ علی عقبیك ؟ قال : لا ، و لکن رسول الله ﷺ أذن لي في البدو .....

پس ایسے وقائع میں انبیاء کے حالات پر غور فکر کر لیا جائے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے« ترجمہ»: یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو میری بندگی کرو۔

حالات کے تقاضوں کو خوب جان لینا، سو آگے بڑھنا اگر حالات کا تقاضا آگے بڑھنے کا ہو، اور پیچھے رہنا اگر حالات پیچھے ہٹنے اور گمنامی کا تقاضا کر رہے ہوں جیسا کہ امام بخاری نے باب وضع کیا ہے ،(باب التغرب فی الفتنہ) باب فتنہ فساد کے وقت جنگل میں جا کر رہنے کے بارے میں۔ اور پھر اسمیں سلمہ بن الاکوعؓ کی کنارہ کشی اختیار کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب ظالم حجاج نے سلمہؓ سے کہا تھا: اے ابن الاکوع ! کیا تم الٹے پاؤں پھر گئے (یعنی مرتد ہو گئے) آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ ایسا نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو (ان حالات میں) بستی جانے کی اجازت دی تھی۔

---

[1] « سورة الأنبیآء ۹۲ » .

و قال أبو عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : باب قول النّبيّ ﷺ : تكون فتنة القاعد فيها خير من القائم .

و أخرج عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعًا : ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم ، و القائم فيها خير من الماشي ، و الماشي فيها خير من السّاعي ، و من تشرّف لها تستشرفه فمن وجد فيها ملجأ ، او معاذًا فليعذ به .

و عن حذيفة بن اليمان رضي الله عنه : قال : قلت : فهل بعد ذلك الخير من الشّر ، قال : نعم ، دعاة على أبواب جهنّم ، من أجابهم إليها قذفوه فيها ، قلت : يا رسول الله صفهم لنا .....

اس طرح ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری نے کہا ہے (باب قول النبی ﷺ القاعد فیها خیرٌ من القائم) باب آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ایسا فتنہ اٹھے گا جس میں بیٹھا ہوا کھڑے سے بہتر ہوگا ، اور اس مین ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ذکر کی ہے : کہ عنقریب فتنے برپا ہوں گے جس میں بیٹھا ہوا کھڑے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا اس میں چلنے والے سے اور چلنے والا اس میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جس نے اس کی طرف جھانک کر بھی دیکھا اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا ، پس جو اس میں کوئی پناہ کی جگہ یا ٹھکانہ پالے تو اس میں ہی پناہ حاصل کرلے۔

حذیفہ بن الیمانؓ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا : کہ کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا ، فرمایا کہ جی ہاں ! جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے ، جو ان کی بات مان لے اس کو جہنم میں پھینک ڈالیں گے ، میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں ان کی صفات بیان کردیجیے۔

قال : هم من جلدتنا و يتكلّمون بألسنتنا ، قلت : فما تأمرني إن أدركني ذلك ، قال : تلزم جماعة المسلمين و إمامهم ، قلت : فإن لم يكن لهم جماعة ، قال : فاعتزل تلك الفرق كلّها و لو أن تعضّ بأصل شجرة حتّى يدركك الموت و أنت على ذلك ، و قال عليه السلام : عائذًا بالله من سوء الفتن أو قال: أعوذ بالله من سوء الفتن و نعم ما قيل: شعر:

الحرب أوّل ما تكـــــون فتيّة تسـعى بزينتها لكلّ جهول

حتّى إذا اشتعلت و شبّ ضرامها ولّت عجوزًا غير ذات حـليل

شمطآء تنكر لونها و تغيّرت مكـروهة للشّم و التّقبيل

فرمایا کہ وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے، اور ہماری زبانوں سے باتیں کریں گے۔ (یعنی ظاہری وضع قطع اور بول چال مسلمانوں جیسی ہوگی) میں نے کہا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں، فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امیر کے ساتھ رہنا، میں نے کہا اگر ان کی کوئی جماعت نہ ہو؟ فرمایا کہ ان سب فرقوں سے الگ ہو جانا خواہ تمہیں جنگل جا کر درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں یہاں تک کہ تجھ کو موت پالے اور تو اسی حالت پر ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی پناہ میں آنے والا ہوں فتنوں کی برائی سے یا فرمایا کہ پناہ مانگتا ہوں اللہ کی فتنوں کی برائی سے شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ترجمہ: اول مرحلہ میں جنگ ایک نوجوان لڑکی معلوم ہوتی ہے جو ہر نادان کے بہکانے کیلئے اپنے زیب وزینت کے ساتھ دوڑتی ہے یہاں تک کہ جب لڑائی بھڑک اٹھتی ہیں اور اس کے شعلے بلند ہونے لگتے ہیں تو یہ ایک رانڈ بیوہ بڑھیا کی طرح پیٹھ پھیر لیتی ہے، جس کے بالوں میں سیاہی کے ساتھ سفیدی کی ملاوٹ ہو گئی ہو اور اس کے رنگ سے نفرت کی جاتی ہو، اور اس طرح بدل گئی ہو کہ اس سے بوس وکنار مکروہ سمجھا جاتا ہو۔

و لكن لمّا كان زمن النّبوّة زمان نزول الوحي كلّما أوقدوا نارًا للحرب أطفأها الله بنزول الوحي ، و التّنبيه إلى النّبي ﷺ و كان عليه السلام أعلم بالموارد ، و دفع الفتنة كما قال أبو عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : باب من ترك بعض الاختيار مخافة أن يقصر فهم بعض النّاس فيقع في أشدّ منه ، و في الحديث قال النّبيّ ﷺ : يا عائشة لو لا أن قومك حديث عهدهم لنقضت الكعبة ، فجعلت لها بابين بابًا يدخل النّاس منه ، و بابًا يخرجون منه .

وقال عليه السلام : باب من خصّ بالعلم قومًا دون قوم كراهيّة أن لا يفهموا.

لیکن جب نبوت کا زمانہ وحی کے نزول کا زمانہ تھا تو جب بھی اس قسم کے لوگ فتنہ کی آگ جلاتے تو اللہ اس کو بجھا دیتا نزول وحی اور آپ ﷺ کو اطلاع دینے سے ، پھر آپ ﷺ بھی اس قسم کی واردات اور فتنہ کی سرکوبی سے خوب واقف تھے ، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے صحیح میں کہا ہے: (باب من ترک بعض الاختیار مخافۃ ان یقصر فہم بعض الناس فیقعوا فی اشد منہ) باب اس شخص کے بارے میں کہ بعض باتوں کو وہ اس ڈر سے چھوڑ دے کہ بعض لوگ اسکی سمجھ سے قاصر ہونگے تو اس سے زیادہ ناجائز کاموں میں مبتلا ہو جائیں گے ، باب کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :اے عائشہؓ ! اگر آپ کی قوم نو مسلم (نئے اسلام والی) نہ ہوتی تو میں کعبہ کی عمارت گراتا ور اس کے دو دروازے بناتا جن میں سے ایک سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکلتے۔

اس طرح باب ہے (باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراھیۃ ان لایفھموا) ”باب اس بارے میں کہ علم کی باتیں کچھ لوگوں کو بتادینا اور کچھ لوگوں کو نہ بتانا اس خیال سے کہ ان کی سمجھ میں نہ آئیں گی۔

و قال عليّ رضي الله عنه :حدّثوا النّاس بما يعرفون أتحبّون أن يكذّب الله و رسوله.

و لكن بعد انتقال النّبيّ ﷺ شاعت الفتن كما في الصّحيح البخاري : عن أبي هريرة رضي الله عنه لمّا توفّي رسول الله ﷺ و كان أبو بكر ، و كفر من كفر من العرب ، فقال عمر رضي الله عنه : كيف تقاتل النّاس و قد قال رسول الله ﷺ : أمرت أن أقاتل النّاس حتّى يقولوا : لا إله إلّا الله ، فمن قالها عصم منّي ماله ، و نفسه إلّا بحقّه ، و حسابه على الله ، فقال : و الله لأقاتلنّ من فرّق بين الصّلوة و الزّكوة ، فإنّ الزّكوة حقّ المال.....

اور علیؓ کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے سامنے ان چیزوں کا بیان کرو جنہیں وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ لوگ اللہ اور رسول کو جھٹلادیں۔

لیکن آپ ﷺ کے وصال کے بعد فتنے پھوٹ پڑے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابوہریرہؓ سے منقول ہے: کہ جب آپ ﷺ وفات پائے اور ابوبکرؓ خلیفہ تھے تو عرب میں سے جنہوں نے کفر کرنا تھا انہوں نے کرلیا: تو عمرؓ نے (ابوبکرؓ سے) فرمایا تو کیسے ان لوگوں سے جنگ کرے گا حالانکہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ لڑوں یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید کا اقرار کرلیں جنہوں نے اس کا اقرار کرلیا انہوں نے مجھ سے اپنے مال اور اپنے نفس کو بچالیا سوائے اس کے حق کے اور اس کا حساب اللہ پر ہے (اور یہ لوگ تو اس شرط پر پورے ہیں) تو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا" اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ لڑوں گا جو نماز اور زکوۃ میں تفریق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے.

و الله لو منعوني عناقًا كانوا يؤدونها إلى رسول اللهﷺ ، فقال عمرؓ : فو الله ما هو إلّا أن قد شرح الله صدر أبي بكر فعرفت أنّه الحقّ ، و قال أبو بكرن الصّديق ؓ : أينقص الدّين و أنا حيّ[1] .

الباب المغلق أَمام الفتن هو عمرؓ.

و أمّا عمر ؓ كان بابًا مغلقًا إلى الفتن كما قال البخاري عن شقيق ، قال : سمعت حذيفة يقول بينما نحن جلوس عند عمر إذ قال أيّكم يحفظ قول النّبيّ ﷺ في الفتنة قال : فتنة الرّجل في أهله و ماله و ولده و جاره يكفّرها الصّلوة و الصّدقة و الأمر بالمعروف و النّهي عن المنكر .....

اللہ کی قسم اگر یہ لوگ مجھے بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کر دیں جو وہ آپؐ کو ادا کرتے تھے تو میں ان کے ساتھ اسکے روک لینے پر بھی لڑوں گا" تو عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم یہ ایسا نہیں مگر یہ کہ اللہ نے ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے، پس میں نے جان لیا کہ یہ حق ہے اور ابو بکرؓ کہنے لگے کہ بھلا دین میں کمی پیدا کی جاتی رہی اور میں زندہ رہوں ؟

اور بہر حال عمرؓ تو وہ تو فتنوں کی روک تھام کرنے میں دروازہ کی مانند تھے ، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے شقیق سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہؓ سے سنا اور انکا کہنا یہ ہے کہ ہم عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے ہم سے پوچھا: تم میں سے کسی شخص کو وہ حدیث یاد ہے جو آپ ﷺ نے فتنوں کے سلسلے میں ارشاد فرمائی ہو؟ فرمایا: آدمی کا فتنہ اس کے اہل وعیال میں اس کے مال اس کے نفس واولاد میں اور اس کے ہمسایہ میں ہے، اس کے اِس فتنہ کو نماز، زکوۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دور کر سکتا ہے

---

[1] « البخاري ص ۱۸۸ » .

قال : ليس عن هذا أسالك ، و لكن اللّتي تموج كموج البحر ، قال : ليس عليك منها بأس يا أمير المؤمنين إنّ بينك و بينها بابًا مغلقًا ، قال عمرؓ: أ يكسر الباب أم يفتح ، قال : بل يكسر ، قال إذن لا يغلق أبدًا ، قلت : أجل ، قلت : لحذيفة أكان عمرؓ يعلم الباب ، قال : نعم ، كما أعلم أنّ غدًا ليلة ، و ذلك أنّي حدّثته حديثًا ليس بالأغاليط فهبنا أن نسأله مَنِ الباب ؟ فأمرنا مسروقًا فسأله ، فقال : من الباب ؟ قال : عمر ؓ .

عمرؓ نے فرمایا کہ میری مراد یہ فتنہ نہیں، بلکہ وہ فتنہ ہے جو سمندر کے موجوں کی طرح جوش مارے گا، حذیفہؓ کہتے ہیں: کہ اے امیر المؤمنین آپ کا اس فتنے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں، بے شک تمہارے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے، عمرؓ نے کہا کہ وہ دروازہ کھولا جائیگا کہ توڑا جائیگا ؟ کہا: کہ وہ توڑا جائیگا تو عمرؓ نے جواب دیا تب تو اس دروازے کو کبھی بند نہ ہونا چاہئے تھا، شقیق کہتا ہے کہ میں نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ کیا عمرؓ اس دروازے سے واقف تھے، کہا کہ جی ہاں! ایسے واقف تھے جیسا کہ کل کے دن سے پہلے رات کے آنے سے واقف تھے اور بلاشک میں نے عمرؓ سے وہ حدیث بیان کی جو مغالطات نہیں تھے شقیق کہتا ہے کہ ہم نے حذیفہ سے اس دروازہ کے بارے میں پوچھنا گوارا نہ کیا، البتہ مسروق سے عرض کرلیا تو اس نے حذیفہؓ سے پوچھ لیا کہ وہ دروازہ کونسا ہے ؟ اس نے کہا کہ عمرؓ۔

و أمّا بعد کسر هذا الباب أعني شهادة عمر ﷺ کثر الهرج و المرج.

الهرج : القتل ، ألا ترى إلى ما فعلوا بعثمان ذي النّورين ﷺ خليفة رسول الله ﷺ المبشّر بالجنّة.

و ما فعلوا بحسين بن عليّ ﷺ ابن بنت رسول الله ﷺ, و ريحانه.

و بعد ذلك ادّعى الحجّاجّ بن يوسف مبير بني ثقيف نصرة المظلوم يعني عثمان ﷺ ، و فعل ما فعل بصحابة رسول الله ﷺ ، و التّابعين ما يضيق عنه نطاق البيان ، و وثب المختار بن عبيدة الثّقفي بالكوفة ، و ادّعى نصرة آلَ رسول الله ﷺ طالبًا بدم الحسين بن عليّ بن أبي طالب.

بہر حال اس دروازے کے توڑ جانے کے بعد (یعنی عمرؓ کے شہادت کے بعد) ہرج اور مرج زیادہ ہو گئی (یعنی قتل) کیا آپ نے کبھی یہ سوچا کہ انہوں نے عثمان ذوالنورینؓ کیساتھ کیا کیا جو خلیفہ رسول تھے ،جس کو جنت کی خوشخبری دی گئی تھی ،اور کبھی یہ سوچا کہ انہوں نے حسین بن علیؓ کے ساتھ کیا کیا، جو آپ ﷺ کے نواسے اور آپؐ کی خوشبو تھے ،اس کے بعد حجاج بن یوسف (جو بنو ثقیف کا ظالم تھا) نے مظلوم (عثمانؓ) کی نصرت کا دعوی کرتے ہوئے وہ کر دیا جو وہ صحابہؓ اور تابعین کے ساتھ کرنا چاہتا تھا، جو ناقابل بیان ہے ،اور ایسے ہی مختار بن عبیدہ الثقفی کوفہ میں کودا اور حسین بن علی بن ابی طالب کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے آل رسول ﷺ کی نسل کی امداد کا دعوی کرنے لگا۔

و كان المختار كذّاب بني ثقيفة ، و ظهوره لدعوة ما دعى إليه الشّيعة بالكوفة ، و كلّ واحد من الحجّاجّ ، و المختار قالا : كلمة الحقّ و ارادا بها الباطل و كأنّهم يحرّفون الكلم عن مواضعه ، و يخادعون الله و الّذين آمنوا ، و كانت ألفاظهم الإسلاميّة ، و لكن غيّروا معانيها ، و بدّلوا مفاهيمها ، و حرّفوا مصاديقها .

و أمّا هذا الزّمان فزمان إفشآء الكذب كما قال أبو عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله :"باب إذا بقي في حثالة من النّاس"[1].

و عن حذيفة رضی اللہ عنہ قال : حدّثنا رسول الله ﷺ حديثين رأيت أحدهما ، و أنا أنتظر الآخر.....

مختار جو بنو ثقیف کا کذاب تھا اور اس کا ظہور اس چیز کی دعوت کیلئے تھا جس کی دعوت شیعہ نے کوفہ میں دی بھی ، اور دونوں (حجاج اور مختار) بات حق کی کر رہے تھے پر مقصود باطل تھا گویا کہ کلمات میں تحریف کر رہے تھے اور ایمان لانے والوں کو دھوکہ دے رہے تھے ، اور انکے الفاظ اسلامی تھے جبکہ ان کے معانی اور مفہوم بدل چکے تھے اور ان کے مصداقات بگاڑ چکے تھے۔

سو یہ دور جھوٹ پھیلنے کا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب رکھا ہے (باب اذا بقی فی حثالة من الناس) باب اس بارے میں کہ جب کوئی شخص برے لوگوں میں رہ جائے تو کیا کرے۔

اور حذیفہؓ سے منقول ہے: کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں بیان فرمائی ان میں سے ایک کو تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا انتظار کر رہا ہوں۔

---

[1] « البخاري ص ۵۹۲ » .

حدّثنا أنّ الأمانة نزلت في جذر قلوب الرّجال ، ثمّ علموا من القرآن ، ثمّ علموا من السّنة ، و حدّثنا عن رفعها قال : ينام الرّجل النّومة فتقبض الأمانة من قلبه فيظلّ أثرها مثل أثر الوكت ، ثمّ ينام النّومة فتقبض فيبقى أثرها مثل أثر المجلّ كجمر دحرجتَه على رجلك فنفط فتراه منتبرًا ، و ليس فيه شيئ ، و يصبح النّاس يتبايعون ، و لا يكاد أحد يؤدّي الأمانة فيقال : إنّ في بني فلان رجلًا أمينًا ، و يقال للرّجل : ما أعقله ، و ما أظرفه ، و ما أجلده و ما في قلبه مثقال حبّة من خردل من إيمان ، و لقد أتى عليّ زمان لا أبالي أيّكم بايعت لإن كان مسلمًا ردّه عليّ الإسلام ..

چنانچہ فرمایا: کہ امانت لوگوں کے دلوں میں اتاری گئی، پھر لوگوں نے اسے قرآن سے سیکھا ، پھر سنت سے سیکھا، اس کے بعد امانت کے اٹھ جانے کا فرمایا، فرمایا کہ آدمی سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکال دی جائیگی ،اور اس کا نشان ایک دہبے جتنا باقی رہ جائیگا پھر وہ سوئے گا تو وہ حصہ بھی نکالا جائے گا جو باقی رہ گیا تھا، پس آبلہ جیسا نشان رہ جائیگا جیسا کہ تم آگ کی چنگاری کو اپنے پاؤں پر گرالو اور اس سے آبلہ پڑ جائے جس کو تو پھولا ہوا دیکھے گا اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوگا، پھر جب لوگ صبح اٹھیں گے تو معمول کے مطابق خرید وفروخت کریں گے لیکن کوئی امانت ادا کرنے والا نہیں ہوگا ، پھر کہا جائیگا کہ فلاں قبیلے میں ایک امانت دار آدمی ہے اور کسی کے متعلق کہا جائیگا کہ وہ کس قدر عقلمند کتنا خوش طبع اور کتنا دلاور آدمی ہے حالانکہ اس کے دل میں رائے کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ اور مجھ پر ایک زمانہ گزر گیا اور میں اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ تم میں سے کسی کے ساتھ لین دین کرتا ہوں اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام میرے حق کے ادا کرنے پر مجبور کرتا

و إن كان نصرانيًا ردّه عليّ ساعيه ، و أمّا اليوم فما كنت أبايع إلّا فلانًا ، و فلانًا.

و بالجملة لهم طرق فی اصطياد ملّة الإسلام بنصب شبكه العالميّة كما روي عن حذيفةؓ: إنّ أخوف ما تخاف عليكم أن تؤثروا ما ترون على ما تعلمون ، و أن تفعلوا و أنتم لا تشعرون[1] .

و عن حذيفة ؓ كيف أنتم إذا انفرجتم عن دينكم انفراج المرأة عن قبلها لا تمنع من يأتيها فقال رجل : قبّح الله العاجز ، قال : بل قبّحت أنت[2] .....

اور اگر وہ نصرانی ہوتا تو اس کے حاکم لوگ اس کو ایمانداری پر مجبور کرتے لیکن آج کل تو میں صرف فلاں وفلاں لوگوں سے لین دین کرتا ہوں۔

ایسے افراد نے ملت اسلامیہ کو سوشل میڈیا کے ذریعے شکار کرنے کے مختلف طریقے اپنائے ہیں ،اسی طرح حذیفہؓ کی روایت میں ہے : کہ زیادہ خوفناک ان چیزوں میں جن کا تم پر خوف کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ تم لوگ ان چیزوں کو ترجیح دوگے جن کو تم دیکھتے ہو بنسبت انکے کہ جن کو تم جانتے ہو ،اور یہ کہ تم کوئی کام کروگے ایسے کہ سوچ و بچار نہ کروگے۔

اور آپؓ سے ایک اور روایت میں نقل ہے: کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب دین سے علیحدہ ہو جاؤگے اس طرح کہ جیسے کہ ایک عورت اپنی شرمگاہ سے یوں بیزاری کر لیتی ہے کہ جو اس کو آئے منع نہیں کرتی ،تو ایک شخص نے کہا کہ اللہ عاجز کو محروم کردے آپؓ نے فرمایا بلکہ تو ہی محروم ہو ۔

---

[1] « أخرجه ابن أبي شيبة ص ٥٠٣ / ج ٢ » .

[2] « المستدرك كتاب الفتن ٣٧٠ / ج ٥ » .

و تلك الأيّام أيّام الهرج حين لا يأمن الرّجل جليسه ، قال ابن مسعود رضي الله عنه : قلت : فما تأمرني إن أدركت ذلك الزّمان قال : أكفف نفسك و يدك ، و أدخل دارك « الحديث » [1].

و لكن قد تفضي الأمر إلى المناظرة ، و المباحثة كما مرّ في رواية حذيفة رضي الله عنه: و أن تفعلوا و أنتم لا تشعرون .

و هذه المناظرة و المباحثة أكثرها وقوعًا بين المسلمين ، و هو المقصود من تدوين هذه الرّسالة .....

یہ فتنہ وفساد کے وہ دن ہیں جن میں کوئی شخص اپنے ہم نشین پر اعتماد نہ کرسکے گا اسی کے متعلق ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا: کہ میں نے آپؐ سے پوچھا: "مجھے کیا حکم فرمائیں گے اگر میں وہ زمانہ پالوں" فرمایا: کہ اپنے نفس اور ہاتھوں کو روک لینا اور اپنے گھر میں داخل ہو جانا۔

لیکن باوجود اس کے کبھی کبھار بات مناظرہ کو مفضی ہو جاتی ہے جیسا کہ حذیفہؓ کی روایت میں ذکر ہوا تھا پھر یہ مناظرہ اور مباحثہ اکثر مسلمانوں کے درمیان درپیش ہوتا ہے، اور یہی اس رسالے کے تدوین کا مقصد ہے۔

---

[1] « أخرجه المستدرك كتاب الفتن , و الملاحم ص ٢٤٣ / ج ٥ » .

الدّخول في المقصود بعد الفراغ من التّمهيد الممدود

و ما مرّ من تمهيد و تنبيه للمسلمين للاجتناب عن الدّخول في المناظرة و المباحثة ؛ لأنّ المناظرة و المباحثة في هذا الزّمان من كيد الأغيار و إيقاع الفساد بين المسلمين و هم لا يشعرون ؛ لأنّ كلّ واحد من المسلمين يذكر عند الاستدلال كتاب الله و سنّة رسول الله ، أو قول من يعتمد بقوله من الأئمّة العظام و يضرب كتاب الله و سنّة رسوله ﷺ و أقوال الأئمّة بعضها ببعض . قال عليه السّلام : إنّما هلك من كان قبلكم بهذا ضربوا كتاب الله بعضه ببعض ، و إنّما نزّل كتاب الله يصدّق بعضه بعضًا فلا يكذّب بعضه بعضًا ، فما علمتم منه فقولوا ، و ما جهلتم فكلوه إلى عالمه « ابن ماجه».

لمبی تمہید سے فراغت کے بعد اصل مقصد میں داخلہ

جو تمہید اور تنبیہ مسلمانوں کیلئے ماقبل گزر چکی وہ خود کو مناظروں اور مباحثوں سے بچانے کیلئے تھی، کیونکہ مناظرہ ومباحثہ اس دور میں اغیار کی ایک سوچی ہوئی چال ہے اور مسلمانوں کی ناسمجھی میں ان کے درمیان فساد پھیلانا ہے اس لئے کہ مسلمانوں میں (مناظرہ کے وقت) ہر ایک اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کی سنت استدلال میں پیش کرتا ہے، یا اماموں میں سے کوئی معتمد قول پیش کرتا ہے ،اور اس طریقہ کار سے کتاب اللہ، سنت رسول اور ائمہ کرام کے اقوال کو ایک دوسرے کے ٹکرانے میں لگا رہتا ہے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے بلاشبہ تم میں سے پہلی بعض قومیں اس وجہ سے ہلاک کردی گئیں کہ انہوں نے کتاب اللہ کے بعض حصے کو بعض پر دے مارا (یعنی آیات میں تضاد واختلاف پیدا کرنا چاہا) اور بیشک کتاب اللہ کا بعض حصہ دیگر بعض کی تصدیق کرتا ہے لہٰذا تم قرآن کے بعض حصے کو بعض دیگر کے مخالف مت ٹھرانا اور اس کے بارے میں جتنا تمہیں علم ہو وہی بیان کیا کرو اور جسکا علم نہیں اسے جاننے والوں کے سپرد کردیا کرو۔

و قال عليه السلام: المراء في القرآن كفر « رواه أحمد ، و أبو داؤد »[1] .

و سمعت من بعض الأمرآء و وقعت المناظرة و المباحثة أمامه بين العلمآء فقال الأمير تهاونًا للكتاب و السّنة : الكتب حمر العلمآء يحمل كلّ واحد منهم ما شآء من الكتاب ، فإذا سمعت قول ذلك ، و إهانته للكتب فضت عرقًا .

و قال الغزالي رحمه الله : كما أنّ الشّراب أمّ الخبائث فكذا البحث الّذي يكون المقصود منه المغالبة يفضي إلى البغض وه الحسد و التّكبر و الغيبة و التّجسّس و الفرح على مصيبة الغير و الحزن على خيره و الاستكبار عن الحقّ و عدم الاعتدال و الإنصاف « معارف القرآن » .

اور ارشاد فرمایا: "کہ قرآن میں جھگڑنا کفر ہے"۔

میں نے خود بعض سر کردہ لوگوں کو "جب ان کے سامنے علماء کے درمیان مناظرہ ومباحثہ کا موقع بنا" سنا، کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرتے کہہ رہے تھے کہ یہ کتابیں تو علماء کے گدھے ہیں، ان میں سے جو بھی جس کتاب پے بھی چاہتا ہے اسے سواری بنالیتا ہے، میں نے ان کو کتابوں کی اس قسم کی توہین کرتے دیکھا تو پسینہ پسینہ ہوگیا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے کہ جیسا کہ شراب گناہوں کی جڑ ہے یہی حال بحث ومباحثہ کا بھی ہے جس سے مقصود ایسا غلبہ ہو جو بغض، حسد، تکبر اور غیبت کی طرف مفضی ہوتا ہو اور جاسوسی کرنے اور غیروں کی مصیبتوں پر خوش ہونے اور ان کی خوشی پر غمگین ہونے کو مفضی ہو جاوے اسی طرح حق سے خود کو بالاتر سمجھنے اور میانہ روی اور انصاف کے ختم کرنے کا سبب بنتا ہے۔

---

[1] « المشكوة ص ۳۵ » .

فأوّل ما وقعت المناظرة من إبليس مع الله تعالى إباءً واستكبارًا

و ادّعى و قال : (قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَه مِنْ طِيْنٍ)[1].

و قال : ﴿ قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾[2] .

و قال : ﴿ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۳۹ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴾[3] .

و قال : ﴿ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَه اِلَّا قَلِيْلًا ﴾[4] .

سب سے پہلے جو مناظرہ ہوا وہ اللہ ﷻ کے ساتھ ابلیس کا مناظرہ تھا جو انکار اور تکبر پر مبنی تھا

جس نے دعوی کرکے کہہ دیا کہ میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں، کیونکہ مجھ کو تونے آگ سے بنایا ہے اور اسکو مٹی سے۔

اور کہا جیسے تونے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر۔

اور بولا ان سب کو بہکاؤں گا مگر جو تیرے چنے ہوئے بندے ہیں اور بولا بھلا تو دیکھ یہ شخص جسکو تونے مجھ پر بڑھایا ہے اگر تو مجھے ڈھیل دے دے قیامت تک تو میں اسکی اولاد کو مسخر کردوں گا مگر تھوڑے سے۔

---

[1] « سورة الأعراف ۱۲ » .

[2] « سورة الأعراف ۱۶ » .

[3] « سورة الحجر ۳۹ , ۴۰ » .

[4] « سورة إسرآء ۶۲ » .

و من تنقيداته ما هو المذكور في إنجيل لوقا و مرقوس و يوحنّى و متّى و التّورات على شكل المناظرات بينه و بين الملائكة بعد الأمر بالسّجود : أنّه قد علم قبل خلقي أنّ أيّ شيئ يصدر عنّي ، و يحصل منّي فلم خلقني ، و إذا خلقني فلم كلّفني بمعرفته ، و طاعته ، و إذا كلّفني بطاعته فلم كلّفني بطاعة آدم ، و إذا كلّفني على الإطلاق فلم لعنني ، و أخرجني من الجنّة ، و إذا لعنني و أطردني فلم طرّقني إلى آدم حتّى دخلت الجنّة ثانيًا عزّرته بوسوسة ، و إذا طرقني إلى الجنّة و آدم فلم سلّطني على أولادته حتّى أراهم من حيث لا يروني ، و تؤثر فيهم وسوستي ، و لا يؤثر فيّ قوّتهم ، و إذا سلّطني على أولاده فلم إذا استمهلته أمهلني ؟

اور اسکے اعتراضات میں بعض ایسے ہیں جو انجیلِ لوقا، مرقوس، یوحنا، متی، اور تورات میں مناظروں کی شکل میں موجود ہیں جو اسکے اور فرشتوں کے درمیاں اسکو سجدے کا حکم ملنے کے بعد ہوئے ،وہ یہ کہ اللہ جل شانہ کو میرے پیدائش سے پہلے حقیقت معلوم تھی کہ مجھ سے کیا صادر ہوگا، تو کیوں مجھے پیدا کیا اور جب مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی معرفت اور طاعت پر کیوں مکلّف بنایا اور جب مجھے اپنی تابعداری پر مکلّف بنایا تو کیوں مجھے آدم کی طاعت اور سجدے پر مکلّف کیا اور جب مجھے علی الاطلاق مکلّف کیا تو کیوں مجھے ملعون ٹھرایا اور جنت سے نکال دیا اور جب مجھ پر لعنت کی اور دھتکارا تو مجھے کیوں آدمؑ کا راستہ دکھایا یہاں تک کہ دوبارہ جنت میں داخل ہوگیا اور آپؑ کو وسوسہ کے ساتھ ملامت کردیا اور جب مجھے جنت کی طرف اور آدمؑ کا راستہ دکھادیا تو کیوں مجھے اس کی اولاد پر مسلط کردیا، یہاں تک کہ میں ان کو وہاں سے دیکھ سکتا ہوں جہاں سے وہ مجھے نہیں دیکھ سکتے اور ان میں میرا وسوسہ چلتا ہے حالانکہ ان کی قوت مجھ پر اثر نہیں کرتی اور جب مجھے اس کی اولاد پر مسلط کردیا تو جب میں نے مہلت طلب کی تو کیوں مجھے مہلت دی۔

فأوحى الله إلى الملائكة ، لو صدقت أنّي إله العالمين ما احتكمت عليّ ب ' لم ' فأنا الله الّذي لا إله إلّا أنا لا أسئل عمّا أفعل ، و المخلوق مسئول .

إذا كان الغرض من المباحثة إظهار الحقّ و إبطال الباطل فتجوز

نعم المناظرة من أهل الحقّ مع أهل الباطل لإظهار الحقّ ثابت كما قال الله تعالى : ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَ الرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ﴾[1] .....

اللہ تعالی نے ملائک کو خبر دی (جس کا حاصل یہ ہے) کہ اگر تو سچا ہوتا اس بات میں کہ میں لوگوں کا حاجت روا ہوں تو مجھ پر تو "لِمَ" کے ساتھ مقدمہ نہ کرتا۔ چنانچہ میں اللہ وہی ذات ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں ہی ہوں میں جو کرتا ہوں مجھ سے نہیں پوچھا جاتا اور مخلوق جو کرتی ہے ان سے پوچھا جائیگا۔

اگر مناظرے کا مقصد اظہار حق اور ابطال باطل ہو تو جائز ہے

(اس قسم کے بے جا اور فضول مناظروں پر وعیدیں ہیں) لیکن اہل حق کا باطل پرستوں کے ساتھ حق کے اظہار کیلئے مناظرہ کرنا جائز ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے

«ترجمہ»: اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کی رجع کرو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف (الایۃ)۔

---

[1] « سورة النّسآء ۵۹ » .

فأهل السّنة و الجماعة لا يكفّر بعضهم بعضًا فلا يقعون في تنابز و تناقض ، و هم القائمون بالحقّ إذا اجتمعوا اجتمعوا على الحقّ ، و إذا افترقوا افترقوا على الحقّ .

و عن يحيى بن سعيد قال : ما برح أهل الفتوى يفتون فيحلّ هذا ، و يحرّم هذا فلا يرى المحرّم أنّ المحلل هلك بتحليله ، و لا يرى المحلل أنّ المحرّم هلك في تحريمه [1].

وأمّا مناظرة أهل السّنّة والجماعة مع أهل البدع والإلحاد فمنقولة

اہل سنت والجماعۃ ایک دوسرے کو کافر نہیں ٹھراتے لہٰذا وہ ایک دوسرے کو ڈہانے اور ایک دوسرے کے نقض میں نہیں لگے رہتے، یہی تو حق پر قائم لوگ ہیں، اگر جمع ہوتے ہیں تو حق کی وجہ سے اور اگر جدا ہوتے ہیں تو بھی حق مقصد ہوتا ہے۔

یحی بن سعید کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہی اہل فتویٰ، فتویٰ دیتے رہیں گے، تو اِس پر حلال کا حکم لگائیں گے اور اُس پر حرام کا پس حرام کا حکم لگانے والا حلال کے حکم لگانے والے پر یہ خیال نہیں کریگا کہ وہ اس کے اس حلال سمجھنے سے ہلاکت میں واقع ہو گیا اور نہ ہی حلال کا حکم لگانے والا محرم پر اس چیز کے حرام سمجھنے پر ہلاکت کا خیال کریگا۔

اہل سنت والجماعۃ کا مبتدعین اور اہلِ الحاد کے ساتھ مناظرہ ثابت ہے

رہا اہل سنت والجماعۃ کا اہل بدعت اور اہل الحاد کے ساتھ مناظرہ، تو یہ ثابت شدہ اور منقول ہے کیونکہ.....

---

[1] « كذا قال ابن عبد البرّ في جامع بيان العلم ص ٨٠ » .

ناظر عليّ بن أبي طالب رضی اللہ عنہ مع الخوارج في مسائل الوعد و الوعيد ، و مع القدريّة في مسئلة المشيّة و الاستطاعة و القدر .

و ناظر عبد الله عمر رضی اللہ عنہ مع معبد الجهني في مسئلة القدر .

و لعمر بن عبد العزيز رسالة بليغة في الرّد على القدريّة .

و لزين العابدين كتاب في الرّد على القدريّة .

و للحسن البصري رسالة في ذمّ القدريّة .

و كان الشّعبي أشدّ النّاس على القدريّة .

و أفتى الزّهري عبد الملك بن مروان بدمآء القدريّة .

حضرت علیؓ نے مسئلہ وعد وعید میں مناظرہ کیا تھا اسی طرح مسئلہ تقدیر، مسئلہ استطاعت اور مسئلہ مشیت میں قدریہ کے ساتھ مناظرہ ہوا۔

عبداللہ بن عمرؓ نے مسئلہ تقدیر پر معبد الجہنی کے ساتھ مناظرہ کیا۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا قدریہ کی تردید میں رسالہ موجود ہے۔

زین العابدین رحمہ اللہ کی بھی اسی مسئلہ پر تصنیف ہے۔

ان قدریہ کی مذمت میں حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی رسالہ ہے۔

شعبی رحمہ اللہ تو قدریہ کے حق میں سب سے زیادہ مخالف تھے۔

زہری رحمہ اللہ نے عبد الملک بن مروان کو قدریہ کے خون بہانے کا فتوی جاری کیا تھا۔

و لجعفر بن محمّد الصّادق كتاب الرّد على القدريّة و الخوارج ، و على الغلّات من الخوارج.

و أمّا أئمّة الفقهآء فأبو حنيفة ردّ على القدريّة في كتاب الفقه الأكبر .

و للشّافعيّ كتاب في تصحيح النّبوّة ، و الرّد على البراهمة ، و كتاب الرّد على أهل الأهوآء .

و أمّا أئمّة المحدّثين فلهم يد طويل في الرّد على الفرق الباطلة كما قال : أبو عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله: كتاب الرّد على الجهميّة و غيرهم التّوحيد [1].

اس طرح جعفر بن صادق رحمہ اللہ کی قدریہ کی تردید میں اور خوارج وغالی روافض کے خلاف ایک کتاب ہے۔

رہی فقہاء میں وہ ہستیاں جو کہ مقتدی ہیں تو انمیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کتاب الفقہ الاکبر میں قدریہ کی تردید فرمائی ہے،

امام شافعی رحمہ اللہ کی تصحیح النبوت کے بارے میں اور براہمہ کے خلاف کتاب ہے،

اس طرح آپ رحمہ اللہ کی ایک کتاب خواہش پرستوں کے رد میں بھی ہے۔

رہے محدثین میں سے ائمہ تو ان کا فرقہ باطلہ کی تردید میں کافی حصہ ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عنوان قائم کیا ہے:(کتاب الرد علی الجهمية وغيرهم التوحيد)کتاب ہے جہمیہ وغیرہ کی تردید میں اور اللہ کی توحید کے بیان میں۔

---

[1] « البخاري ص ٦٤٧ » .

و بالجملة : فإنّا في زمان قد عمّت فيه الفتن ، و كثرت فيه الابتلآء و المحن ، و ما من بلآء في الزّمن السّابق إلّا و هو الموجود اليوم بطريق الأنموذج كما قال عليه السلام: لتتّبعنّ سنن من كان قبلكم حذو النّعل بالنّعل ، شبرًا بشبر ، ذراعًا بذراع و لو دخل أحدهم حجر ضبّ لدخلتموه و لو أتى أحدهم أمّه علانية لكان في هذه الأمّة من يأتي أمّه[1].

فإذا تصدّى أهل الحقّ لبيان الحقّ يقع في الابتلآء من أهل الباطل.

بالجملہ ہم ایسے زمانے میں ہیں جس میں فتنے برسر عام ہیں اور اسمیں آزمائشیں اور مشقتیں بکثرت ہیں اور گزرے ہوئے زمانے کی کوئی آزمائش ایسی نہیں جس کا آج نمونہ موجود نہ ہو جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: کہ ضرور بالضرور تم پہلے لوگوں کی راہ پر چلوگے، جیسے جوتا جوتے سے، بالشت بالشت سے اور ذراع (ہاتھ کے پھیلانے کی مقدار) دوسرے ذراع سے برابر ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا تھا تو تم بھی اس میں داخل ہوگے اور اگر ان میں کسی نے ماں کے ساتھ سرعام بدکاری کی ہو تو اس امت میں بھی کوئی ایسا پیدا ہوگا جو ماں کے ساتھ بدکاری کرے گا۔

توجب کبھی حق پرست سچ بیان کرنے کو آگے بڑھے گا باطل پرستوں کی جانب سے آزمائش میں مبتلا کیا جائیگا۔

---

[1] « أخرجه البخاري عن أبي هريرة رضي الله عنه ص ۱۰۸۸ / ج ۲ » .

كما قال الشّاعر :

و هل أفسد الدّين إلّا الملوك ... و أحبار سوء و رهبانها

فكانوا كاليهود و كالنّصارى ... سوآء كلّهم ضلّوا السّبيلا

هداة الدّيـــــن قد ضلّوا ... و قـــد بانت ضلالتهم

و باعوا الدّين بالدّنيـــــا ... فما ربحـــــت تجارتهم

و قال الله تعالى : ﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ..... ﴾[1] .

جیسا کہ شاعر نے کہا تھا: ع

ترجمہ : اور نہیں ڈہایا دین کو مگر اصحابِ اقتدار نے ،، برے عالموں ،اور پیروں (درویشوں) نے۔ چنانچہ دین کیلئے یہود اور نصاری کی طرح ہوگئے جو سب یکساں راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ دین کے ہدایت یافتہ گمراہ ہوگئے جبکہ ان کی گمراہی ظاہر ہو چکی ہے، دنیا کے حصول کیلئے جنہوں نے دین کو بیچا ،سو ان کی یہ تجارت ناکام گئی۔

اور اللہ نے فرمایا ہے ”بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کہ کھاتے ہیں ،مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گہاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسکو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو انکو خوشخبری سنادیں دردناک عذاب کی۔

---

[1] « سورة التّوبة ٣٤ » .

قال الإمام الرّازي في تفسير هذه الآية : ''ولعمري من تأمّل أحوال أهل النّاس ، و تزويرهم في زماننا وجد هذه الآية كأنّها ما نزلت إلّا في شأنهم ، و في شرح أحوالهم ، فترى الواحد منهم يدّعي أنّه لا يلتفت إلى الدّنيا ، و لا تعلّق خاطره بجميع المخلوقات ، و أنّه في الطّهارت و العصمة مثل الملائكة المقرّبين حتّى إذا آل الأمر إلى الرّغيف الواحد يتهالك عليه ، و يتحمّل نهاية الذّل ، و التّناد في تحصيله ''[1].

و قال الشّاه وليّ الله رحمه الله : فإن شئت أن ترى أنموذج اليهود فانظر إلى العلمآء السّوء من الّذين يطلبون الدّنيا و قد اعتادوا تقليد السّلف ، و أعرضوا عن نصوص الكتاب و السّنة .....

امام رازی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قسم اس ذات کی جس نے مجھے زندگی سے نوازا۔ اگر کوئی ہمارے اس زمانے میں لوگوں کی حالت اور انکے فریبوں کے متعلق سوچنا چاہے تو اس آیت کو یوں پائے گا گویا کہ یہ انہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہو، کیونکہ آپ ان میں ایک طبقے کو اس حال میں دیکھوگے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی کا دعویٰ کر رہا ہوگا، تمام مخلوق سے لاتعلّقی کا اظہار کرے گا اور مقرب ملائک جیسی معصومیت اور طہارت دکھائے گا حتی کہ اگر ایک چپاتی کا معاملہ درپیش ہوا تو ایک دوسرے کی ہلاکت پر اتر آئیں گے اور اس کے حصول میں ذلت اور ایک دوسرے کے ساتھ عداوات کا بوجھ اٹھانا برداشت کرلیں گے۔

جبکہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ "الفوز الکبیر" میں کچھ یوں رقمطراز ہیں: کہ اگر تو یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتا ہے تو ان برے علماء کا حال دیکھ لو جو دنیا کی طلب میں پڑے ہیں، اور اسلاف کی تقلید کے عادی ہو چکے ہیں، اور کتاب وسنت کی نصوص سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

---

[1] « تفسیر کبیر ص ۴۱ / ج ۱۶ » .

و تمسّكوا بتعمّق عالم و تشدّده و استحسانه فأعرضوا عن كلام الشّارع المعصوم[1] .

و قال : و إن شئت أنموذجًا لهذه الفرقة (النّصٰرٰی) فانظر إلى أولاد مشايخ الأولياء ما ذا يظّنون بآبائهم ، و قد أفرطوا في إجلالهم كلّ الإفراط[2].

و قال سفيان بن عيينة رحمه الله: من فسد من علمآئنا ففيه شبه من اليّهود ، و من فسد من عبّاد ففيه شبه من النّصاري[3] .

اور کسی عالم کے تعمق و تشدد اور اسکے قیاس سے تو استدلال کر لیتے ہیں، پر شارعِ معصوم کے کلام سے بیزار رہتے ہیں۔

جبکہ (ص۱۱) پر لکھتے ہیں کہ اگر تو دیکھنا چاہے اس قوم (نصاری) کا نمونہ تو دیکھ لو اس زمانے کے اولیاء اور مشائخ کی اولاد کو، کہ وہ اپنے آباء کے حق میں کس قسم کے اعتقادات رکھتے ہیں سو تو انہیں انکی تعظیم میں حد سے بڑھا ہوا پائیگا۔

یونہی سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ علماء میں سے جنہوں نے حسد کا دامن تھام رکھا ہے ،وہ یہود کی مشابہت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور عابدین میں جو ایسا کرتے ہیں ان میں نصاری کی مشابہت پائی جاتی ہیں۔

---

[1] « الفور الكبير ص ۹ » .

[2] « الفوز الكبير ص ۱۱ » .

[3] « اقتضآء الصّراط المستقيم ص ۵ » .

آداب المناظرة الصّحيحة

فيجب لمن تصدّى لهذا الأمر عدة أمور :

الأمر الأوّل : تصحيح النّيّة :

قال عليه السلام: إنّما الأعمال بالنّيّات ، و إنّما لامرء ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها ، أو امرأة ينكحها ، فهجرته إلى ما هاجر إليه [1].

و قال عليه السلام : من طلب العلم ليفاخر به العلمآء ، أو ليماري به السّفهآء ، أو ليصرف به وجه النّاس أدخله الله النّار [2] .

صحیح مناظرے کے آداب

ایسے صحیح (مناظرہ) کے سیکھنے کا جو ارادہ رکھتے ہوں انہیں چند امور کا جاننا ضروری ہوگا:

۱ / نیت کی تصحیح، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: تمام کاموں کا دار ومدار نیت پر ہے، اور ہر آدمی کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی لہٰذا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کے لئے ہوگی، اور جس نے دنیا کمانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کیلئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اس کام کی لئے ہوگی جس کا اس نے ارادہ کر رکھا ہو،

اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: کہ جس شخص نے علم کو اس غرض سے حاصل کیا کہ اس کے ذریعے علماء کے درمیان فخر کرسکے، بے وقوفوں سے جھگڑے، اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہے تو اللہ اسے جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے۔

---

[1] « البخاري ص ۲ / ج ۱ » .

[2] « المشكوة ص ۳۴ » .

و قال عليه السلام : من تعلّم علمًا ممّا يبتغى به وجه الله لا يتعلّمه إلّا ليصيب به عرضًا من الدّنيا لم يجد عرف الجنّة يوم القيامة[1].

و قال ابن عبّاس رضي الله عنه في قوم تسارع في القرآن ، فقال : و الله ما أحبّ أن يتسارعوا في القرآن هذه المسارعة ، فسئله عمر رضي الله عنه ، فقال لابن عبّاس رضي الله عنه ألا تحدّثني بالّذي كرهت ، فقال له ابن عبّاس رضي الله عنه: يا أمير المؤمنين متى ما تسارعوا هذه المسارعة يحيفوا ، و متى ما يحيفوا يختصوا ، و متى ما يختصموا يختلفوا ، و متى ما يختلفوا يقتتلوا ، فقال عمر رضي الله عنه: لله أبوك لقد كنت أكاتمها النّاس حتّى جئت بها[2] .

اسی طرح ارشاد فرمایا: جس نے اس علم کو (جس سے اللہ کی رضا طلب کی جاتی ہے) اس غرض سے سیکھا کہ وہ اس کے ذریعے دنیا کا مال و متاع حاصل کرے گا تو قیامت کے دن اسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی۔

جبکہ ابن عباسؓ نے اس طبقے کے بارے میں کہا جو قرآن کے علم میں سبقت رکھتے ہیں، کہ اللہ کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ قرآن مجید میں اس قسم کی سبقت کریں، تو عمرؓ نے آپؓ سے عرض کیا اور پوچھا کہ جو آپ برا سمجھتے ہیں وہ مجھے بیان کر دیجیے، تو ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا: کہ جب یہ لوگ اس قسم کی جلد بازی کرتے رہیں گے تو ظلم کرینگے اور جب ظلم کر لیا تو جھگڑ لینگے، اور جب جھگڑنے لگیں تو اختلاف شروع ہو جائیگا۔ اور جب اختلاف میں پڑ جائیں گے تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگیں گے تو عمرؓ نے فرمایا کہ "خاص اللہ کے لئے ہیں تیرے ابا کے کمالات" میں تو یہ بات لوگوں سے چھپاتا تھا، یہاں تک کہ تو نے اس بات کا اظہار کر ڈالا۔

---

[1] « المشكوة ص ٣٤ » .

[2] « حاصل ما في المصنّف لعبد الرّزاق ص ٢١٢ / ج ١٠ » .

من اشتغل بغير المهمّ فقد أضرّ بالمهمّ قال الله تبارك و تعالى: ﴿وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (۸۵) وَ لَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا (۸۶) اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا (۸۷)﴾[1] .

و الأمر الثّاني : الاشتغال بما هو المهمّ و ترك ما لا يعنيه :

قال الله تعالى : ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ﴾[2].

چنانچہ جو غیر ضروری کام میں مشغول ہوا تو اس نے ضروری کام کو نقصان پہنچایا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : اور یہ (کفّار) آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ فرما دیجئے: روح میرے رب کے اَمر سے ہے اور تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے، اور اگر ہم چاہیں تو اس (کتاب) کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے (لوگوں کے دلوں اور تحریری نسخوں سے) محو فرما دیں پھر آپ اپنے لئے اس (وحی) کے لے جانے پر ہماری بارگاہ میں کوئی وکالت کرنے والا بھی نہ پائیں گے۔

مگر یہ کہ آپ کے رب کی رحمت سے (ہم نے اسے قائم رکھا ہے)، بیشک (یہ) آپ پر (اور آپ کے وسیلہ سے آپ کی امّت پر) اس کا بہت بڑا فضل ہے۔

: امر ثانی (جس کا مناظر کیلئے ذہن نشین رکھنا ضروری ہے) وہ اہم کام میں مشغول ہونا اور لا یعنی کام کو ترک کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے «ترجمہ»: اے اہل ایمان مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جاویں، تو تمہیں بری لگیں، اور اگر پوچھوگے یہ باتیں اس وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر نازل کی جائیگی۔

---

[1] « سورة إسرآء ۸۵ , ۸۶ , ۸۷ » .

[2] « سورة المائدة ۱۰۱ » .

و عن المغيرة بن شعبة ﷺ مرفوعًا : إنّ الله حرّم عليكم عقوق الأمّهات و وأد البنات و منع وهات و كره لكم ثلاثة قيل و قال ، و كثرة السّؤال و إضاعة المال[1] .

فعلم من قوله تعالى أنّ الاشتغال بالسؤال عن الأرواح ، و المناظرة بها يفضي إلى رفع علم كتاب الله .

و عن أبي أمامة قال : قال رسول اللهﷺ : ما ضلّ قوم بعد هدًى كانوا عليه إلّا أوتوا الجدل ، ثمّ قرء رسول اللهﷺ هذه الآية : ﴿ مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ(۵۸)﴾[2] رواه أحمد و التّرمذي و ابن ماجة[3].

جبکہ مغیرۃ بن شعبہؓ سے مرفوع روایت ہے: کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے تم پر ماؤں کی نافرمانی ، بیٹیوں کا زندہ در گور کرنا ،اور کسی چیز کا روکنا اور بھیک مانگنا حرام کیا ہے ،اور برا جانا ہے تین باتوں کو جو قیل و قال ہے (یعنی فضول بحث و مباحثہ جس میں وقت کے ضائع ہونے کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا)، بار بار سوال کرنا ،اور مال کا ضائع کرنا۔

معلوم ہوا کہ روح کے بارے میں سوالات کرنا کتاب اللہ کے علم کے اٹھ جانے کو مفضی ہے

حضرت ابو امامہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہدایت پانے اور ہدایت پر قائم رہنے کے بعد کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی مگر انمیں جھگڑا پیدا ہوا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ لی «ترجمہ»: وہ تمہارے لئے نہیں بیان کرتے مثال مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ ہی جھگڑالو قوم ہے۔

---

[1] « و التّفصيل في القرطبي , و معارف القرآن تحت هذه الآية » .

[2] « سورة الزّخرف ۵۸ » .

[3] « المشكوة ۳۱ » .

التّفريع الأهم بالأدب الثّاني

فيا للعجب من إضاعة العلم و الأدب لمن تكلّم بأرواح الأنبيآء , و باتّصالها بالأجسام العنصريّة الحقيقيّة للأنبيآء و الحال أنّه روي عن أبي قتادة رضي الله عنه : أنّ رجلًا أتى النّبيّ ﷺ فقال : كيف تصوم ؟ فغضب رسول الله ﷺ من قوله فلمّا رأى عمر رضي الله عنه غضبه قال : رضينا بالله ربًّا ، و بالإسلام دينًا ، و بمحمّد ﷺ نبيًّا ، نعوذ بالله من غضب الله ، و غضب رسوله ، فجعل عمر ﷺ يردّد هذا الكلام حتّى سكن غضبه ، فقال عمر ﷺ : يا رسول الله كيف من يصوم الدّهر كلّه ؟ قال : لا صام و لا أفطر ، أو قال : لم يصم و لم يفطر ، قال : كيف من يصوم يومين و يفطر يومًا ؟ قال : و يطيق ذلك أحد ؟

تعجب ہے اس شخص کے علمی اور ادبی کمالات کے ضیاع پر جو انبیاء کے روحوں پر تبصرہ کرتے نہیں تھکتے اور اس تبصرے میں کہ ارواح انبیاء جسم عنصری حقیقی کے ساتھ متصل ہیں، حالانکہ ابو قتادہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ آپ کس طرح روزے رکھتے ہیں، آپ ﷺ (نے جب یہ سن لیا) غصہ ہوگئے حضرت عمرؓ نے جب آپ ﷺ کے غصہ کی یہ کیفیت دیکھی تو بول اٹھے کہ ہم راضی ہوئے اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور ہم اللہ تعالی اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، آپؓ بار بار یہ دہراتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اس کے بعد عمرؓ نے (خود) پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیشہ روزہ رکھنے والے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ وہ بغیر روزہ کے رہا (یا الفاظ تھوڑے سے الگ تھے) پھر عمرؓ نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن روزہ نہ رکھے؟ فرمایا اسکی کو ہی طاقت رکھتا ہے؟

قال : كيف من يصوم يومًا و يفطر يومًا ، قال : ذلك صوم داؤد ، قال : كيف من يصوم يومًا و يفطر يومين ؟ قال : وددتّ أنّي طوّقت ذلك ، ثمّ قال رسول اللهﷺ : ثلاث من كلّ شهر ، و رمضان إلى رمضان فهذا صيام الدّهر كلّه ، صيام يوم عرفة أحتسب على الله أن يكفّر السّنة اللّتي قبله ، و السّنة اللّتي بعده ، و صيام يوم عاشورآء أحتسب على الله أن يكفّر السّنة اللّتي قبله « رواه مسلم »[1].

و لنعم ما قال شرف الدّين النّحوي : شعر :

من كان يرغب في النّجاة فما له غير اتّبـاع المصطفى في ما أتى

اس کے بعد عمرؓ نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایک دن تو روزہ رکھے اور ایک دن بغیر روزہ کے رہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ داؤدؑ کا روزہ ہے، اس کے بعد عمرؓ نے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو ایک دن تو روزہ رکھے اور دو دن بغیر روزہ کے رہے؟ آپؐ نے فرمایا: کہ پسند کرتا ہوں کہ مجھے اتنی طاقت میسر آجائے، اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک ہر مہینے کے تین روزے ہمیشہ کے روزوں کے برابر ہیں، اور عرفہ کے روزہ کے بارے میں مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ اس سے پہلے سال کے گناہ دور کردے گا اور اس کے بعد والے سال کے گناہ بھی دور ہوں، اور عاشوراء کے روزہ کے بارے میں مجھے خدا سے امید ہے کہ وہ اس کی بناء پر ایک سال پہلے کے گناہ دور کردے گا۔

اور کیا ہی خوب کہا ہے شرف الدین نحوی نے : ع

«ترجمہ» : جو نجات چاہتا ہے تو اس کے واسطے جو کام بھی وہ کرے اس میں چنے ہوئے پیغمبر (محمد ﷺ) کی تابعداری کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

---

[1] « المشكوة ص ١٧٩ » .

ذاك السّبيل المستقيم و غيره سبـــــل الغواية الضّلالة و الرّدٰى
و دع السّؤال بكم وكيف فإنّه بـاب يجري ذوي البـــصيرة للعمٰى
فاتّبع كتاب الله و السّنن اللّتي صحّت فذاك إذا اتّبعت هو الهدٰى
الدّين ما قال الرّسول و صحبه و التّابعـون و من منهاجـــهم قفٰى

فإذا كان غضبه عليه السلام على من سئله عن صومه عليه السلام ، و كان للسّائل في زعمه غرض صحيح و هو الاتّباع و الاقتدآء به عليه السلام رجاء الأجر و الصّواب و لكن لمّا كان في صومه عليه السلام أسرار ، و لطائف مختصّة به عليه السلام ، و كان السّائل عاجزًا عنها ، فنبّهه رسول الله ﷺ تنبيه شفقة ، و كان عليه السلام أولى بالمؤمنين من أنفسهم .....

یہی سیدھا راستہ ہے اور اس کے علاوہ جو راستے ہیں وہ کجی، گمراہی اور ہلاکت کے راستے ہیں اور چھوڑ دو "کم اور کیف" سے سوال کرنا کیونکہ یہ ایک ایسا دروازہ ہے جو اہل بصیرت کو اندھے پن تک لے جاتا ہے، چنانچہ تابعداری میں لگ جا کتاب اللہ کی اور صحیح سنن کی، جب تو تابع داری کرتا ہے تو پس یہی ہدایت ہے، دین وہ ہے جس کو اللہ ورسول ﷺ نے بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کے صحابہ، تابعین اور ان لوگوں نے جو اِن کے پیچھے ان کی راہ پر گامزن رہے۔

بہر صورت جب آپ ﷺ اس شخص پر غضب ناک ہوئے جس نے آپ ﷺ سے آپ کے روزے کے بارے میں پوچھا تھا حالانکہ سائل اپنے خیال میں ایک صحیح مقصد لیکر آیا تھا، جو کہ نبیؐ کی اقتداء اور آپؐ کی تابعداری تھی اجر اور ثواب کی امید سے۔

لیکن جب آپ ﷺ کے روزے میں ایسے باریک راز اور لطائف تھے جو آپ ہی کے ساتھ خاص تھے اور سائل اس سے عاجز تھا تو آپ نے بطور شفقت اس کو تنبیہ دی، پھر آپؐ کے ساتھ مومنوں کا لگاؤ اپنی جان اپنی عورتوں اور ماؤں سے بھی زیادہ ہے۔

فكيف حال من يباحث عن أرواح الأنبيآء عليهم الصّلوت و التّسليمات ، و الحال أنّ الرّوح من عالم الأمر ، و قال الله تعالى :﴿ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ و أيّ فائدة لهم في هذا البحث غير أنّ هذا قد يفضي إلى الاختلاف في أمّته ﷺ.

و انتسبوا أنفسهم إلى علمآء ديوبند انتسابًا (برّئهم الله ممّا قالوا) حتّى أفضوا ذلك الأمر إلى فتوى عدم جواز الصّلوة كلّ منهم خلف الآخر ، و تنابز كلّ واحد منهم مقابله بالألقاب المفضحة ، بل يجب تسليم ما هو المنقول بالكتاب و السّنة الثّابتة المرويّة بالسّند الصّحيح ....

تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں کے متعلق بحث ومباحثہ میں لگا رہتا ہے، حالانکہ روح عالم امر میں سے ہے جس کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔ تو ان کا بھلا اس میں کیا فائدہ، سوائے اس کے کہ یہ بحث آپ ﷺ کی امت میں اختلاف کو مفضی ہوتی ہے۔

(اور ایسے چالاک تخریب کار جن کی ساری دوڑ دھوپ اس امت میں اختلاف پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے) اس کی نسبت علماء دیوبند کی طرف کرتے ہیں (جن کو اللہ نے ان کی باتوں سے بری رکھا ہے)، یہاں تک کہ اس بات کو اس حد تک لے گئے کہ ایک دوسرے کے خلاف عدمِ جوازِ صلوٰۃ کا فتوی دینے میں لگ گئے، اور ہر ایک اپنے مقابل کو برے القاب سے رسوا کرنے میں لگ گیا (ایسا نہیں ہونا چاہئے) بلکہ جو کتاب اللہ اور صحیح سند کے ساتھ ثابت شدہ روایت سے منقول ہو۔

والسّكوت عن الجدال و قياس العالم الغائب (البرزخ) على العالم الشّاهد (الدّنيا) و كذا قياس أحوال الأنبيآء و الشّهدآء على أحوال عام النّاس.

شعر :

سوف ترى إذا انكشف الغبار أفرس تحت رجلك أم حمار

و قال رجل لشعبة : يا أبا بسطام أنا رجل من مغرب أتيتك لهذا الحديث من مسيرة ستّة أشهر ، و الحديث عن حمّاد عن إبراهيم : أنّه قال : لأن يلبس الرّجل في طلب العلم النّعلين زمامهما من حديد فلم يحدّث شعبة به ، و قال : ألا تعجبون من هذا جآء من مسيرة ستّة أشهر يسألني عن حديث : لا يحلّ حرامًا ، و لا يحرّم حلالاً [1] ، هذا !

اس کو ماننا ضروری ہے ایسے جھگڑوں سے اور عالم غیب (برزخ) کا عالم شاہد (دنیا) پر قیاس کرنے سے خاموشی اختیار کر لینا بہتر ہے، اسی طرح انبیاء اور شہداء کے حالات کو عام لوگوں کے احوال پر قیاس کرنے سے سکوت ضروری ہے۔

شعر: ع ترجمہ: عنقریب تو جان لے گا جب غبار اٹھ جائے کہ تمہارے نیچے گھوڑا ہے یا گدھا

ایک شخص نے شعبہ سے کہا اے ابو بسطام میں مغرب کا باشندہ ہوں آپ کے پاس اُس حدیث کے حصول کیلئے ۶ مہینوں کی مسافت کرکے آیا ہوں، جو حماد ابراہیم سے نقل کرتے ہیں، جس میں وہ فرماتے ہیں "لان یلبس الرجل فی طلب العلم النعلین زمامہما من حدید" تو شعبہ نے یہ حدیث بیان کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا کہ کیا تم تعجب نہیں کرتے اس سے کہ یہ آدمی چھ مہینے کی مسافت سے آیا ہے جو مجھ سے ایسی حدیث کے بارے میں پوچھ رہا ہے جو کہ حرام کی حلت اور حلال کی حرمت کا بیان نہیں کرتی۔ یہ لے لو!

---

[1] « حاصل ما في كتاب الجامع لأخلاق الرّاوي ص ۲۲۶ / ج ۱ » .

و الأمر الثّالث : يلزم تحرير محلّ النّزاع

١ . لا بدّ من تعيين الموضوع ، و بيان ما به الاتّفاق و الاختلاف.

٢ . و لا بدّ في تعيين الموضوع من القيودات ، و الحيثيات إذ ربّ شيئ ثابت ببعض الاعتبار و الجهات ، و ممتنع بالبعض الآخر ، و لكلّ وجهة هو مولّيها .

٣ . و لا بدّ من تعيين المكان ، و الزّمان .

٤ . و لا بدّ من الحكم ذي عدل و ضبط ، و لا يخاف في الله لومة لائم.

٥ . و لا بدّ قبل الشّروع في البحث من اهتمام الأمن .

٦ . و أن يكون كفيل الأمن ذا الاستطاعة للأمن .

---

۳ ۔ امر ثالث :

☆موضوع کا تعین بھی ضروری ہے ۔☆اور ان چیزوں کی وضاحت بھی ضروری ہے جو مسلّمات میں سے ہیں اور جن میں اختلاف ہے ۔☆موضوع کے تعین میں قیودات اور حیثیات کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ کئی مرتبہ ایک چیز بعض اعتبار اور بعض جہات سے ثابت ہوتی ہے لیکن بعض دیگر جہات سے ممنوع ہوتی ہے اور ہر کسی کی ایک جانب ہوتی ہے جس کی طرف یہ متوجہ ہوتا ہے۔ ☆جگہ اور وقت کی تعیین بھی ضروری ہے۔☆ایک عادل، ضابط فیصل کا ہونا بھی ضروری ہے جو اللہ کے حقوق میں کسی کے ملامت گیری کا خوف نہ رکھتا ہو۔☆بحث شروع کرنے سے پہلے امن کا اہتمام بھی ضروری امر ہے۔☆جو امن کا ذمہ دار ہو وہ امن کے قیام پر طاقت بھی رکھتا ہو۔

و لكن قلّ من يستطيع إقامة الأمن عند الهجوم ، و قد جرّبنا ذلك مرارًا ؛ لأنّ لأهل البدع و الهوٰى حيلًا و مكائد ، و فضائح كما قال موسى على نبيّنا و عليّه السّلام و هارون عليه السّلام : ﴿ رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۴۵ قَالَ لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَ اَرٰى ۴۶ ﴾[1].

و كما قال تعالى : ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ﴾[2] .

و قال الله تعالى : ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾[3] .

لیکن بھیڑ کے وقت امن برقرار رکھنے کی طاقت کسے ہو سکتی ہے، ہم نے بارہا اس کا تجربہ کر چکے کیونکہ اہل بدعت اور اہل ہوی کے مختلف مکر وفریب اور سوا کن سوچیں ہوتی ہیں، جس کے ذریعے وہ امن کی خرابی کی کوشش کرتے ہیں، جسطرح کہ موسیٰ اور ہارون علیہم السلام نے عرض کیا« ترجمہ »: بولے ہارون اور موسی: اے ہمارے رب ہم ڈرتے ہیں کہ دست درازی کرلے ہم پر یا جوش میں آجائے، فرمایا اللہ نے : کہ نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں

اور فرمایا« ترجمہ » : اور جب سنائی جائے ان کو ہماری آیتیں صاف، تو پہچانے تو منکروں کے منہ کی بری شکلیں، نزدیک ہوتے ہیں کہ حملہ کر پڑیں ان پر جو پڑھتیں ہیں ہماری آیتیں

اسی طرح فرمایا« ترجمہ » : کہتے ہیں کافر کہ اس قرآن کو مت سنو اور شور وغل مچاؤ اس کے پڑھنے میں ،شاید تم غالب ہو جاؤ۔

---

[1] « سورة طه ۴۵ , ۴۶ » .

[2] « سورة الحج ۷۲ » .

[3] « سورة حم السّجدة ۲۶ » .

ذکر بعض مکائد أهل البدع

و من مکائدهم حصول الفتوی بشرر الوسواس الخنّاس الحاسد الّذي یوسوس في صدور النّاس من الشّخص المسمّٰی بالمفتي و الشّیخ فالمستفتي الحاسد من الفرق المتعصّبة یستفتي بالقول المزخرف بالبهتان و التّزویر ، و یقیم لها شهادة الزّور و یأخذ المفتي في الاعتماد ، و یطلق لسانه بما اتّفق في مقابله و کان متلاعبًا في الدّین بما تشتهي نفسه ، و أجاب المفتي بنفس ما قال المستفتي بلا نظر و تحقیق ، هل الأمر کما قال المستفتي ؟ و لا ینبغي لأحد الجرح إلّا إذا کان أهلًا له ، و کان المفتي من علمآء المتقنین عادلًا ضابطًا عارفًا بالأسباب .

اہل بدعت کے بعض فریبوں کا بیان

ان (اہل بدع) کی مکاریوں میں ایک مکر یہ بھی ہے کہ ایسے شخص سے جو مفتی اور شیخ کے نام سے مشہور ہو "وسوسے ڈالنے والے چپکے سے حملہ کرنے والے اور حسد سے لبریز جو دلوں کو وسوسوں سے بھر ڈالے" کی چنگاریوں کے ذریعہ سے فتوی حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ متعصب فرقہ کے حسد رکھنے والا مستفتی بہتان اور جھوٹ سے آراستہ کی ہوئی بات کے بارے میں فتوی طلب کرتا ہے اور اس پر جھوٹ ی گواہی بھی قائم کردیتا ہے جو دراصل مفتی کو اعتماد میں لینے کیلئے ہوتی ہے سو اس طریقے سے اس کی زبان اپنے مقابل کے خلاف کھلواتا ہے تاکہ جو یہ چاہتا ہے وہ اس کے منہ سے اگلوائے اور یہ اپنے خواہش کے مطابق جیسے چاہے دین کا مذاق اڑاتا رہے اور وہ مفتی بھی (عجیب مفتی ہوتا ہے جو) بغیر کسی ثبوت اور غور و فکر کے مستفتی کو اسی کے مطابق جواب دیتا ہے جیسا کہ اس نے بتایا ہوتا ہے ، یہ نہیں پوچھتا کہ بھلا معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مستفتی کہہ رہا ہے یا اس کے بر عکس ، حالانکہ کسی کیلئے بھی اس وقت تک تردید کرنا مناسب نہیں جب تک کہ اس کا اہل نہ ہو ، اور (اسکے علاوہ فتویٰ دینا بھی ہر کسی کا کام نہیں بلکہ جن سے شرعی مسائل پوچھے جاتے ہیں وہ) مفتی بھی ان علماء سے ہوگا جو اسباب سے واقف ، ضابط و عادل اور پختہ بات کرنے والا ہو۔

الفتوى من غير أهله سبب الهلاك والاستهلاك في الدّنيا و الآخرة

الحذر الحذر عن العمل بفتوى المتعنّتين فإنّ العمل بمثل هذا الفتوى هو الدّخول في البحر المتلاطم ، و قال عليه السلام : من أفتى بغير علم كان اثمه على من أفتاه [1].

و قال عليه السلام: اتّخذ النّاس رؤوسًا جهّالًا فأفتوا بغير علم فضلّوا و أضلّوا [2].

و عن الزّبير قال : قال رسول الله ﷺ دبّ إليكم داء الأمم قبلكم الحسد و البغضاء هي الحالقة لا أقول تحلق الشّعر ، و لكن تحلق الدّين [3].

نااہل کا فتویٰ دینا، دنیا اور آخرت میں ہلاکت واستہلاک کا باعث ہے

ضدی لوگوں کے فتوے پر عمل کرنے سے بچتے رہئے کیونکہ ایسے فتوے پر عمل کرنا تلاطم خیز دریا میں کودنے کے مترادف ہے۔ آپ ﷺ سے ایک روایت میں نقل کیا گیا ہے: کہ جس شخص کو بغیر علم کے فتوی دیا گیا ہو تو اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے اس کو فتوی دیا ہے۔

اسطرح آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان مبارک ہے: کہ لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے جس کے نتیجے میں وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کی گمراہی کا سبب بھی بنیں گے۔ حضرت زبیرؓ کہتے ہیں: کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلی امتوں کی بیماری تمہارے اندر سرایت کر گئی ہے، اور وہ بیماری حسد اور بغض ہے جو صفایا کرنے والی ہے پر میری مراد بالوں کا صفایا نہیں بلکہ دین کا صفایا ہے۔

---

[1] « المشكوة ص ٣٥ » .

[2] « المشكوة ص ٣٣ » .

[3] « المشكوة ص ٤٢٨ » .

و قال عليه السلام : من قال في مؤمن ما ليس فيه أسكنه الله ردغة الخبال حتّى يخرج ممّا قال « رواه أحمد ، و أبو داؤد » .

و في رواية للبيهقي في شعب الإيمان : من أعان على خصومة لا يدري أحقّ أم باطل فهو في سخط الله حتّى ينزع [1].

و عن ابن عمر رضي الله عنه: يأتي على النّاس زمان يحسد الفقهآء بعضهم بعضًا ، و يغار بعضهم على بعض كثغائر التّيوس بعضها على بعض[2].

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: کہ جس نے کسی مؤمن کے بارے میں ایسی بات کہی جو اس میں نہ ہو اللہ اس کو ردغۃ الخبال میں ٹھرائے گا (ردغۃ الخبال جہنمیوں کا نچوڑا ہوا گندا پیپ ہوگا) یہاں تک کہ جو کہہ رہا ہے وہ اس سے نکل جائے۔

بیہقی کے شعب الایمان کی ایک روایت میں ہے: کہ جس نے کسی ایسی خصومت میں معاونت کی جس کا اسے پتہ ہی نہیں کہ یہ حق ہے یا باطل تو وہ اللہ کی ناراضگی میں ہے یہاں تک کہ اس خصومت کو چھوڑ جائے۔

عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے: کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئیگا کہ جس میں فقہاء ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرنے لگیں گے اور بکریوں کے ایک دوسرے کو کچلنے کی طرح ایک دوسرے حملہ آور ہونگے (کنز العمال)۔

---

[1] « المشكوة ص ۳۳۸ » .

[2] « كنز العمّال ص ۲۱۱ / ج ۱۰ » .

ألا يخاف هذا المفتي أن يقع في عذاب أليم كما قال الله تعالى : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۱۹﴾[1] .

و عن ابن عبّاس رضي الله عنه : أنّ النّبيّ ﷺ قال لماعز بن مالك : أحقّ ما بلغني عنك ؟ قال : و ما بلغك عنّي ، قال : بلغني أنّك قد وقعت على جارية آل فلان ، فشهد أربع شهادات فأمر به فرجم « رواه مسلم»[2] .

کیا اس مفتی کو دردناک عذاب کا ڈر نہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے «ترجمہ» : جو لوگ چاہتے ہیں کہ بدکرداری کا چرچا ہو ایمان والوں میں ان کیلئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔

اسی طرح ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ماعز بن مالکؓ سے فرمایا: کہ تمہارے بارے میں مجھے جو کچھ معلوم ہوا ہے کیا وہ سچ ہے ؟انہوں نے عرض کیا کہ میرے بارے میں آپ کو کیا معلوم ہوا ہے ؟آپؐ نے فرمایا: کہ مجھے تمہارے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے فلاں کی لونڈی سے زنا کیا ہے، ماعزؓ نے کہا جی ہاں ! یہ سچ ہے اور پھر اس نے چار مرتبہ اقرار کرلیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اس کی سنگساری کا حکم فرمایا اور اس کو سنگسار کر دیا گیا۔

---

[1] « سورة النّور ۱۹ » .

[2] « المشكوة ص ۳۱۱ » .

فالنّبيّ ﷺ يسأل عن ماعز لانكشاف حاله ، و قال عليه السلام: و أمّا أنت يا أنيس فاغد إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ، فاعترفت فرجمها[1].

و عن عليّ رضي الله عنه قال : بعثني رسول الله ﷺ إلى اليمن قاضيًا ، فقلت : يا رسول الله ترسلني و أنا حديث السّن ، و لا علم لي بالقضآء ، فقال : إنّ الله سيهدي قلبك ، و يثبّت لسانك إذا تقاضى إليك رجلان فلا تقض للأوّل حتّى تسمع كلام الآخر فإنّه أحرى أن يتبيّن لك القضآء ، قال ﷺ : فما شككت في قضآء بعد « رواه التّرمذي ، و أبو داؤد »[2].

تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماعز کے بارے میں معلومات کیں کہ حقیقتِ حال ظاہر ہو سکے۔

اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت اُنیس کو) کہ اے اُنیس تم اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ اگر وہ بدکاری کا اقرار کرلے تو اس کو سنگسار کرلو چنانچہ عورت نے زنا کا اقرار کرلیا تو اُنیس نے اس کو سنگسار کردیا۔ اسی طرح علیؓ کہتے ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا، تو میں نے عرض کیا: کہ آپ مجھ نوجوان کو قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں جس کو منصب قضا کی ذمہ داریوں کا کچھ علم ہی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم (اس بارے میں فکر نہ کرو) اللہ تمہارے دل کو فہم وفراست کی ہدایت عطا کرے گا، اور تمہاری زبان کو پختہ بنادیگا (پھر چند ہدایات کی تعلیم دی من جملہ میں سے یہ کہ) جب تمہارے پاس دو آدمی اپنا فیصلہ لے کر آئیں تو تم پہلے آدمی کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرو جب تک دوسرے کا بیان نہ سن لو کیونکہ ایسا کرنا تمہیں صحیح فیصلہ دینے میں مفید ثابت ہوگا، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (آپؐ کی اس تعلیم اور ہدایت کے بعد) میں کبھی فیصلہ کرنے میں مضطرب نہیں ہوا۔

---

[1] « المشكوة ص ٣٠٩ » .

[2] « المشكوة ص ٣٢٥ » .

فالعجب من المفتي إذا كان بين الفريقين تخاصم ، و هو يفتي لأحد المتخاصمين قبل أن يسمع كلام الآخر ، و لا علم له بأنّ هذه السئلة من المسائل القضائيّة ؛ لأنّ فيه إلزامًا[1] ، أو من مسائل الاستفتآء.

أعظم كيد أهل البدع في هذه الأزمان كيد الجعليات بصورة المستفتي و المفتي كلاهما من أهل البدع

ألا ترى إلى ابتلاء أبي عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله من استفتآء رجل فقال : ما تقول في اللّفظ في القرآن مخلوق أم لا ؟
فأعرض عنه الإمام فعاد الرّجل فقال الإمام القرآن كلام الله غير مخلوق ، و أفعال العباد مخلوقة ، و الامتحان بدعة .

تعجب ہے ایسے مفتی پر جو دو فریقوں کے درمیان خصومت کی صورت میں کسی ایک خصم کو بغیر دوسرے کے کلام سنے ہوئے فتویٰ دیتا ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ الزام کی وجہ سے "مسائل قضائیہ" میں سے بن چکا ہے یا استفتاء کے مسائل سے متعلق ہے؟

اہل بدع کا اس زمانے میں سب سے بڑا فریب مستفتی اور مفتی کی صورت میں جعل سازی ہے جو کہ دونوں اہل بدعت سے ہوں

امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی ابتلاء کو نظر انداز مت کر نا جب ایک شخص نے اسی طرح کا فتویٰ ان سے طلب کیا: کہ قرآن کے الفاظ کے بارے میں آپکی کیا رائے ہے، یہ مخلوق ہیں یا غیر مخلوق؟ تو امام رحمہ اللہ نے اس سے منہ موڑ لیا وہ پھر سوال دہرانے لگا تو فرمایا: کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں، جبکہ بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور اسمیں چوں چراں کرنا بدعت ہے۔

---

[1] « الشّامي ص ۳۴ / ج ۱ » .

إلى أن قال : لفظي بالقرآن مخلوق فشغب الرّجل ، وقال : ما قال في الإمام ، و زعم أنّه قال القرآن مخلوق ، و قال الخطيب البغدادي : حتّى وقع الوحشة بين الإمام ، وبين ابن يحيى الزّهلي ، و كان محمّد بن يحيى من حفّاظ الأعيان و من مشايخ الإمام البخاري و مسلم وأبي داؤد .
فبمثل هذا السّؤال و الجواب ابتلى العلمآء ابتلآءًا ، و أكثر ما يكون بالمواضعة بين المفتي و المستفتي فكلاهما من أهل البدع ، و إنّما صنعوا هذا الكيد تزويرًا لتنقيص من يقابلهم ، ثمّ إنّهم يشيّعون هذا الفتوى شينًا لمقابلهم، فلا ينبغي النّظر إلى مثل هذا الفتيا و هي وطيرة أهل زماننا.

اور پھر کہہ دیا: کہ میر قرآن کی آیات کا تلفّظ یہ مخلوق ہے تو آدمی نے شور مچانا شروع کر دیا اور امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق وہ کچھ اگلنے لگا جو وہ چاہتا تھا، اور گمان یہ کر رہا تھا کہ آپکی مراد یہ ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: کہ اس واقعے کی وجہ سے امام بخاری اور محمد بن یحی زہلی کے درمیان قطع تعلقی پیدا ہو گئی تھی حالانکہ محمد بن یحی بہترین حفاظ میں شمار ہوتے ہیں اور امام بخاری کے استاد تھے اسی طرح امام مسلم اور امام ابوداؤد کے بھی شیخ تھے لہٰذا اس جیسے سوال اور جواب (انٹرویو) سے علماء بڑی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے اور ایسا واقعات کا وقوع اکثر وبیشتر مفتی اور مستفتی کی باہمی موافقت کا ثمرہ ہوتے ہیں بالخصوص جب دونوں اہل بدع میں سے ہوں جو کہ اپنے مقابل کو پھنسانے کیلئے، پروپیگنڈہ کے طور پر یہ چال چلتے ہیں اور اسے عیب دار ظاہر کرنے لئے اس کو خوب نشر واشاعت بھی کرتے ہیں۔ تو اس جیسے فتووں کو مد نظر نہیں رکھنا چاہیئے۔ جبکہ ہمارے زمانے کے لوگوں کا یہی وطیرہ بن چکا ہے۔

لزوم بیان فتوی الحقّ

و أمّا الفتوى واجب العلم فهو فتوى محقّق عادل كما قال النّبيّ ﷺ : ربّ حامل فقه غير فقيه ، و ربّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه .

و عن عليّ رضي الله عنه نعم الرّجل الفقيه في الدّين إن احتيج إليه نفع .

و عن إبراهيم بن عبد الرّحمن العذري : قالِ : قال رسول الله ﷺ :يحمل هذا العلم من كلّ خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين ، و انتحال المبطلين ، و تأويل الجاهلين « رواه البيهقي »[1] .

سچے فتوے کے لازم ہونے کا بیان

باقی رہا وہ فتوی جس پر عمل کرنا واجب ٹھرتا ہے وہ منصف محقق مفتی کا فتوی ہوتا ہے جیسے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: بہت سے حاملین فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں اور بہت سے فقیہ اپنے سے زیادہ فقاہت والے کو بوجہ اٹھاتے ہیں۔

اور حضرت علیؓ سے منقول ہے: کہ بہترین آدمی فقیہ ہے اگر اس کی ضرورت پڑ جاوے تو فائدہ رساں ہوتا ہے۔

اور ابراہیم بن عبد الرحمٰن العذری نقل کرتے ہیں: کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر آئندہ آنے والی جماعت میں سے اس کے نیک لوگ اس علم (کتاب وسنت) کو حاصل کرینگے اور یہی لوگ اس علم کے ذریعے حد سے گزرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے افتراء پردازی اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرینگے۔

---

[1] « المشكوة ص ۳۶ » .

و في مثل هذه الفقيه ما روي عن ابن مسعودؓ : لو أنّ أهل العلم صانوا العلم وضعوه عند أهله لسادوا به أهل زمانهم .

و أمّا المفتي الأوّل هو مصداق ما روي « لكنّهم بذلوا لأهل الدّنيا لينالوا به من دنياهم فهانوا عليهم »

هم الّذين اتّخذوا دينهم هزوًا و لعبًا ، و قال الله تعالى : ﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ﴾[1] .

اور اس جیسے فقیہ کے بارے میں ابن مسعودؓ کی روایت صادق ہے : "اگر علم والے علم کی حفاظت کرکے اسکو اسکے اہل کے پاس ودیعت رکھتے تو اس کے بسبب یہ لوگ اپنے زمانے کے سردار ہوتے"۔

اور بہر حال پہلی قسم کا جو مفتی ہے، وہ حدیث مبارکہ کے اس حصے کا مصداق ہے، "لیکن انہوں نے (اس علم کو) دنیاوالوں پر صرف کردیا تاکہ اس کے ذریعے انکی دنیا کو حاصل کرسکیں تو وہ دنیا والوں کے نظر میں ذلیل ہوگئے" یہی لوگ ہیں جنھوں نے دین کو مذاق اور تماشا بنا رکھا ہے۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے،: "اور چھوڑ دے انکو جنھوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور دھوکہ دیا ہے انکو دنیا کی زندگی نے اور نصیحت کر انکو قرآن سے تاکہ نہ ہو جاوے کوئی اپنے کیے میں "الخ۔

---

[1] « سورة الأنعام ۷۰ » .

شعر :

موت الرّجل من عثرة لسانه و ليس يموت من عثرة رجله

فعثرته بلسانه ترمى برأسه و عثرته بالرّجل تبرأ على مهل

و قال تعالى : ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۷۹﴾[1] .

و من العجائب عند إعلام أحد بالخطآء لا يرجعون عن الخطأ ، و أخذتهم العزّة بالإثم .

و قال الله تعالى : ﴿وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۱۶۸ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۱۶۹﴾[2] .

شعر :

«ترجمہ» انسان کی موت اسکی زبان کا پھسلنا ہے اور کوئی پاؤں کے پھسلنے سے کبھی نہیں مرا۔ سو زبان کا پھسلنا اسکے سر میں تیر دے مارتا ہے، اور پاؤں کے پھسلنے کا زخم چند لمحوں میں ہی بھر جاتا ہے۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے

«ترجمہ»: "اور پیروی نہ کرو شیطان کی بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے، وہ تو حکم کریگا تم کو برے کام اور بے حیائی کا اور اس پر کہ تم جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جنکو تم نہیں جانتے۔

---

[1] « سورة البقرة ۷۹ » .

[2] « سورة البقرة ۱۶۸ , ۱۶۹ » .

سبب بسط الكلام في الإفتآء وما يرجع من الفتوات على أهل الحقّ

و إنّما بسطت الكلام في الاجتناب و الاحتراز عن مثل هذه الفتوى ؛ لأنّ بمثل هذا الفتوى قد وقع أكابرنا و مشائخنا في الابتلآء ألا ترى إلى ما وقع فيه أبو عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله ، و المجاهد الأعظم الشّاه إسماعيل الشّهيد رحمه الله ، و إلى ما أفتوا على أكابرنا الدّيوبنديّين في حسام الحرمين ، و له أمثلة متعدّدة ، و لكن لا يسعه هذا المختصر .

فتوی لینے میں کلام کے طوالت کا سبب اور اسکا بیان کہ فتووؤں کے سبب علماء پر کیا گزری

یقیناً میں نے ان (گزرے ہوئے) فتووں سے بچاؤ اور اجتناب کے متعلق بات کچھ لمبی کردی کیونکہ انہی قسم کے فتووں سے ہمارے اکابر اور شیوخ کو آزمائشیں اٹھانا پڑیں تھیں کیا آپ نے اس آزمائش کا مطالعہ نہیں کیا جسمیں ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری اور عظیم مجاہد شاہ اسماعیل شہید مبتلا ہوگئے تھے ، ان فتووں کے بارے میں نہیں سوچا جو حسام الحرمین میں ہمارے اکابرین دیوبند پر لگائے گئے تھے ، اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں لیکن یہ مختصر رسالہ اسکی وسعت نہیں رکھتا۔

و بالجملة : يكون المفتي محافظًا على الصّلوات ، و الصّوم معظّمًا للشّرائع ظاهرًا ، و باطنًا ، و أن يكون له اليقظة ، و الذّكاء لا يأتي من سوء فهم ، و ينظر بنظر الإنصاف ، و يلاحظ أحوال المقابل ، و طريقة الجواب عن السّؤال .

و بالجملة : قد يقع الاعتراض عمّن لا يقرّ بالإسلام و الدّين ، فقد مرّ طريق المقابلة معهم .

و أمّا من يقرّ بالكتاب و السّنة ، و يدّعي اتّباع الكتاب و السّنة ، فيقع المكالمة بين هذه الفرق ويفضي إلى المناظرة فلا بدّ من تفصيل مباحث المناظرة .

نچوڑ یہ کہ مفتی نمازوں، روزوں کا اہتمام کرنے والا ہو، ظاہر اور باطن میں شرائع کی تعظیم کرنے والا ہو اور اسکے ساتھ ساتھ بیدار دماغ اور ذہانت کا مالک ہو، تو کسی غلط فہمی پر نہیں اترے گا ،انصاف کی نظر کرے گا، مقابل کے حالات کو مد نظر رکھے گا، اور سوال وجواب کے طریقے سے واقف ہوگا۔

اور کبھی اعتراض کرنے والا دین واسلام کا منکر ہوتا ہے، سو ایسے لوگوں سے مقابلے کا طریقہ گزر چکا۔ رہا وہ شخص جو کتاب وسنت کا اقرار کرتا ہو اور کتاب وسنۃ کی اتّباع کا مدعی ہو، سو ایسے طبقوں کے مابین بحث باتیں چلتی ہیں اور پھر مناظرے تک بات پہنچ جاتی ہے۔ سو مناظرہ کی کچھ تفصیل کرنا لازم ہے۔

ذكر الأمور الإجماليّة حول المناظرة

فما المناظرة ؟

فالجواب : أنّ المطلوب عدة أمور :

١ . المعنى اللّغوي .

٢ . والمعنى الاصطلاحي للمناظرة .

٣ . و المناسبة بين المعنى اللّغوي و المعنى الاصطلاحي .

٤ . و الفرق بين المناظرة ، و المجادلة ، و المكابرة .

مناظرہ کے متعلق اجمالی امور کا تذکرہ:

تو مناظرہ کیا ہے؟ جواب یہ ہوگا کہ چند امورِ مطلوبہ ہیں:

۱۔ معنی لغوی (مناظرے کا)

۲۔ معنی اصطلاحی

۳۔ معنی لغوی اور اصطلاحی میں مناسبت

۴۔ مناظرہ، مجادلہ اور مکابرہ کے درمیان فرق۔

تحقیق لفظ 'اللّغة' ، ولفظ 'الاصطلاح' ، والفرق بین الاصطلاح عند أهل الإسلام و أهل الإلحاد

و لكن لا بدّ قبل ذلك من التّفصيل في لفظ اللّغة ، و لفظ الاصطلاح

.

فاللّغة : مصدر من باب علم ، قيل : أصلها لغوة ، و قيل : لغية و هي التّكلّم بالأصوات و الحروف الدّالّة على المعنى ، و بعد حذف حرف العلّة وزنه فعة ، و ليس من لغى ؛ لأنّه لا يصحّ معناه حينئذ ، و الباحث عنها علم اللّغة .

و أمّا اصطلاحًا : هي معرفة أفراد الكلم ، و كيفيّة أوضاعها .

لفظ لغت اور لفظ اصطلاح کی تحقیق اور اہل اسلام و اہل الحاد کے ہاں اصطلاح کا فرق

لیکن سب سے پہلے لغت اور اصطلاح کی تفصیل لازمی ہے، لہٰذا لغت باب عَلِمَ سے مصدر ہے۔ کہا گیا ہے کہ اسکی اصل لغوۃ ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ لغیۃ تھی اور یہ آوازوں کیساتھ بات کرنے اور ان حروف کو کہتے ہیں جو معنیٰ پر دال ہوں۔

حرف علت کے حذف ہونے کے بعد اسکا وزن فعۃ رہا اور لغیٰ سے غیر مستعمل ہے، کیونکہ اس صورت میں اسکا معنی درست نہیں ہوگا، اس سے جس علم میں بحث کی جاتی ہے وہ علم لغت ہے،

اصطلاح میں لغت کلمات کے افراد اور اسکی اوضاع کی کیفیت معلوم کرنے کا نام ہے۔

و أمّا لفظ الاصطلاح : فالاصطلاح من الإصلاح كما قال الله تعالى : ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ١١٧ ﴾ [1] .

و لكن لا بدّ من بيان الفرق بين الاصطلاح الصّحيح الإسلاميّ و بين الاصطلاح الفاسد من أهل الإلحاد المفضي إلى هدم الإسلام ، و يثبت شيئًا سوى الإسلام في الأذهان ، و الاختلاط بين الأفكار الإسلاميّة و الإلحاد كما قال الله تعالى بيانًا لحال المنافقين : ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ١١ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ١٢ ﴾ [2] .

جبکہ لفظ اصطلاح : تو یہ اصلاح سے ہے ، جیسے ارشاد باری تعالی ہے : ((ترجمہ)) "اور تیرا رب ہر گز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور وہاں کے لوگ نیک ہوں"۔

لیکن صحیح اسلامی اصطلاح اور اہل الحاد کی فاسد اصطلاح (جو اسلام کے ڈہانے کیلئے ہے) میں فرق کا بیان کرنا ضروری ہے۔ فاسد ہے وہ اصطلاح جو ذہن میں اسلام کے علاوہ سب کچھ برقرار رکھے ، اور اسلامی افکار اور الحاد کے درمیان اختلاط پیدا کردے جیسا کہ اللہ نے منافقین کی حالت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ((ترجمہ)) "اور جب کہا جاتا ہے انکو فساد نہ ڈالو ملک میں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جان لو وہی خرابی کرنے والے ہیں لیکن نہیں سمجھتے"۔

---

[1] « سورة هود ١١٧ » .

[2] « سورة البقرة ١١ , ١٢ » .

فاصطلحوا على تسمية الفساد بالإصلاح فإنّ الواضع للألفاظ و إن كان هو الله تعالى عند أهل التّحقيق ، و لكن وضع الألفاظ قد يكون تلقينًا من الله تعالى فإن كان عمل النّاس ، و عاداتهم موافقًا للشّرع فالتّلقين من الله كما هو زعمهم ، و إن كان عملهم ، و عاداتهم فاسدة فالتّلقين كذاك كما في الحديث القدسي : أنا عند ظنّ عبدي بي .

تحقيق المناظرة لغةً واصطلاحًا

فالمناظرة لغة : إمّا من النّظير بمعنى الأخذ من شيئ واحد ، أو من النّظر هو الإبصار و الالتفات و التّأمّل ، و إمّا من الانتظار .

چنانچہ اصلاح کے نام سے فساد کی اصطلاح مقرر کی، کیونکہ الفاظ کا واضع اگرچہ اہل تحقیق کے مسلک کے مطابق اللہ جل جلالہ ہی ہیں، لیکن کبھی یہ وضع الفاظ اللہ کی طرف سے بطور تلقین کے بھی ہوتی ہے، لہٰذا لوگوں کا عمل اور انکی عادات اگر شریعت کے موافق ہوں تو اللہ کی طرف سے تلقین بھی انکے گمانوں کے موافق ہوا کرتی ہے، اور اگر انکے عمل اور عادات ردی اور بے کار ہوں تو تلقین بھی ایسی ہوگی ، جیسا کہ قدسی حدیث میں منقول ہے، ﴿انا عند ظن عبدی بی﴾ میں اپنے بندے کے ساتھ اسکے موافق معاملہ کرتا ہوں،

مناظرہ کی تحقیق لغت اور اصطلاح کے اعتبار سے :

پس مناظرۃ باعتبار لغت یا تو نظیر سے ہے "بمعنی کسی ایک چیز سے لینا"، یا نظر سے ہے "نظر دیکھنا ،التفات اور غور و فکر کرنا ہے" اور یا انتظار سے ہے۔

و في الاصطلاح : توجّه المتخاصمين في النّسبة إلى شيئ متردّد بين الشّيئين إظهارًا للصّواب .

فالشّيئ الأوّل المحكوم عليه ، و الشّيئ الآخر المحكوم به .

و أمّا التّردّد فإنّ في المناظرة خصومة ، و في الخصومة قول كلّ خلاف ما يقوله الآخر .

مثلًا في الدّعآء بعد السّنة بالهيئة الاجتماعيّة بحيث يكون على التّارك اعتراض تردّد بين الخصوم .

بعضهم يقول : إنّها مستحبّة ، و بعضهم يقول : إنّها بدعة ، هذا تفصيل ما قالوا : المناظرة توجّه المتخاصمين في النّسبة بين الشّيئين .

اصطلاح میں متخاصمین کی (درستگی کے اظہار کی خاطر) کسی چیز کی نسبت کی طرف توجہ کرنا جو کہ دو چیزوں کے درمیان متردد ہو، چنانچہ شئ اول "محکوم علیہ" اور دوسری شئے "محکوم بہ" ہوتی ہے ،اور بہر صورت تردد تو مناظرہ میں خصومت ہے، اور خصومت میں ہر ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہوا کرتا ہے ، مثلاً سنت کے بعد اجتماعی ہیئت سے دعا کرنا (اس طرح کہ تارک کو برا بھلا کہا جائے) یہ مقابلین کے درمیان متردد فیہ مسئلہ ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ مستحب ہے اور بعض اسکو بدعت کہتے ہیں، اور یہ (جو تعریف ہم نے کی) اہل فن کے اس قول کی تفصیل ہے "المناظرة توجه المتخاصمين فی النسبة بين الشيئين "، مناظرہ متخاصمین کا دو چیزوں کے درمیان نسبت میں توجہ کرنا ہے۔

ذكر المناسبة بين المعنى اللّغوي و المعنى الاصطلاحي

و أمّا المناسبة بين المعنى اللّغوي و المعنى الاصطلاحي : فينبغي أن يكون المناظران متماثلين ، و أن يكون في المناظرة الإبصار ، و الالتفات ، و التأمّل ، و أن ينتظر أحد المتخاصمين إلى أن يتمّ كلام الآخر ، و أن لا يتكلّم في وسط كلام المتخاصم ؛ لئلّا يقع في الوعيد من الله تعالى كما قال تعالى : ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾[1] .

معنی لغوی اور معنی اصطلاحی میں مناسبت

رہی مناظرے کے معنی لغوی اور معنی اصطلاحی میں مناسبت تو وہ یہ ہے کہ مناظرہ کرنے والے ایک دوسرے کے ہم سر ہوں ۔

اور یا یہ کہ مناظرہ میں نظر کرنا توجہ کرنا اور غور و فکر کرنا ملحوظ ہوتا ہے ۔

اور یہ کہ متخاصمین میں ہر ایک دوسرے کے کلام ختم کرنے تک انتظار کرتا ہے۔

اور یہ کہ مد مقابل کے کلام کے درمیان میں باتیں نہ کرتا ہو، تاکہ اللہ جل جلالہ کی جانب سے وعید میں نہ پڑے جیسا کہ فرمایا ہے باری تعالی نے ﴿ترجمہ﴾: "اور کہنے لگے منکر، مت کان رکھو اس قرآن کو اور بک بک کرو اسکے پڑھنے میں شائد تم غالب ہو"۔

---

[1] « سورة حم السّجدة ٢٦ » .

بيان الفرق بين المناظرة والمجادلة والمكابرة

و أمّا الفرق من المجادلة : فالمجادلة هي المنازعة لا لإظهار الصّواب بل لإلزام الخصم , و أمّا الفرق من المكابرة : فالمكابرة هي نفس المنازعة لا لإظهار الصّواب ، و لا لإلزام الخصم .

بيان علم المناظرة

بحث علم المناظرة : فالمطلوب تعريف علم المناظرة ، و موضوعه و غايته.
فتعريفه : هو علم يعرف به أحوال طرق البحث من حيث الصّحة و السّقم لإظهار الحقّ ، و إبطال الباطل .
و غايته : صيانة الذّهن عن الخطأ في سلوك طريق موصل إلى المطلوب .
فجميع مباحث المناظرة لا بدّ أن يكون ملحوظًا لمن يسلك في مسلك المناظرة .

مناظرہ، مجادلہ اور مکابرہ کے درمیان فرق

(مناظرے کا) فرق مجادلہ سے یہ ہے کہ مجادلہ منازعہ (جھگڑے) کو کہا جاتا ہے، جو درستگی کے اظہار کیلئے نہیں ہوتا بلکہ مقابِل کو ملزَم ٹھرانے کیلئے ہوتا ہے،
اور (مناظرے کا) مکابرہ سے فرق تو مکابرہ عین جھگڑے کو کہتے ہیں جو نہ درستگی کے اظہار کیلئے ہو اور نہ خصم (مقابِل) کو ملزم کرنے کے لئے۔

علم مناظرے کا بیان

مقصود علم مناظرے کی تعریف موضوع اور غرض وغایت ہے: چنانچہ تعریف یہ ہے: "علم مناظرہ وہ علم ہے، جسکے ذریعے بحث کے طرق کے احوال صحت و نقصان کے اعتبار سے جانے جاتے ہیں، تاکہ حق کا اظہار اور باطل کا بطلان ہوسکے، تو مناظرے کی راہ پر گامزن شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ مناظرے کی سب مباحث ملحوظ رکھے۔

الأمور اللّازمة في المناظرة

فلا بدّ للمناظر أوّلًا من بحث الدّعوى و امتياز المدّعي من المدّعى عليه ؛ و لهذا لا يستحسن الاستعجال في البحث قبل الفهم بتمامه ، و أن يتكلّم في كلّ كلام بما هو وظيفة مخاطبه فإن كان مخاطبه من يدّعي التّمسّك بالكتاب و السّنة فيتكلّمه من الكتاب و السّنة فإنّ الدّليل ما هو مسلّم عند الخصم إن كان مخاطبه من يدّعي تقليد الأئمّة و الفقهآء فيتكلّمه من الفقه و أصول الفقه و إن كان مخاطبه ممّن يثبت دعواه من اللّغة و الصّيغة و الهيئات المركبة و من أصول الفلاسفة و المناظرة ويأخذ على خصمه من هذه الفنون (و هذا من عادات أكثرهم و زعم أكثرهم)

مناظرے میں ضروری امور

☆ پہلے پہل مناظر کیلئے دعوی کی بحث اور مدعی اور مدعی علیہ کی تعیین کرنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ سب کچھ جاننے سے پہلے بحث شروع کرنے میں جلد بازی کرنا نا مناسب ہے۔

☆ اور ضروری ہے یہ کہ (مناظر) ایسا کلام کرے جو اسکے مد مقابل کا وظیفہ ہو پس اگر اس کا مخاطب ایسا شخص ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا دعویدار ہو، تو اسے کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے ذریعے بحث کرنی ہوگی کیونکہ دلیل وہ بن سکتی ہے جو مسلّمات میں سے ہو، اور اگر اس کا مخاطب ایسا شخص ہے جو ائمہ اور فقہاء کی تقلید کا دعویدار ہے تو مناظر کو اس کے ساتھ فقہ اور اصول فقہ میں کلام کرنا ہوگا، اور مخاطب اسکا ایسا ہو جو اپنے دعوے کو لغت، صیغہ، ہیئات مرکبہ، فلسفے کے اصول اور مناظرے کے اصول سے ثابت کرنا چاہتا ہو اور اپنے مقابل پر انہی فنون سے گرفت کر رہا ہو، (اور یہ انکے اکثر مناظرین کی عادات اور مزعومات میں سے ہے)۔

فلا بدّ أن يتكلّم بوظيفة هذا المناظر ، و تنقيح هذا النّوع عسير جدًّا ؛ و لهذا يقال : يجب على المناظر أن يحترز عن الاختصار في الكلام بالمناظرة كي لا يخلو بالفهم ، و يحترز عن التّطويل لئلّا يفضي إلى الإملال ، و يحترز عن استعمال الألفاظ الغريبة ، و عن الجمل المحتملة للمعنيين بلا قرينة التّعيين ، و يحترز عمّا لا دخل له في المقصود ؛ لأنّ به يخرج الكلام عن الضّبط ، و يلزم البعد عن المقصود ، و لا يضحك ، و لا يرفع الصّوت ، و لا يتكلّم بكلام السّفهاء ؛ لأنّ هذا من عادات الجهلآء و هم بها يسترون جهلهم .....

تو اس مناظرے کے وظیفے پر کلام کرنا ضروری ہوگا تاہم اس نوع کی تنقیح انتہائی مشکل ہے۔

اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ مناظر پر لازم ہے کہ مناظرہ کے دوران کلام میں اختصار کرنے سے بچے تاکہ سمجھ میں خلل واقع نہ ہو، اور طوالت سے بھی بچتا رہے تاکہ تھکاوٹ کو مفضی نہ ہو۔

☆ اور غیر مشہور الفاظ کے استعمال کرنے سے احتراز کرے اور ایسے جملوں سے بھی جو قرینہ کے تعین کے بغیر دو معانی کا احتمال رکھتے ہوں۔

☆ ان چیزوں سے بھی بچتا رہے جنکا مقصود میں دخلہ نہ ہو کیونکہ اس طرح کلام کی باگ دوڑ ہاتھ سے جاتی رہتی ہے، اور مقصود سے دوری لازم آتی ہے۔

☆ اور ہنسنے سے بھی احتراز کرے۔

☆ نہ ہی آواز کو بہت بلند کرے اور نہ ہی بے وقوفوں جیسی باتیں کرے کیونکہ یہ جاہلوں کی عادات ہیں ، کہ وہ اپنے جہل کو چھپانے کے لیے ایسے حیلے اپناتے ہیں۔

و لا يحسب خصمه حقيرًا و لا مهيبًا ؛ لأنّ بالأوّل ربما يغلب الحقير و الضّعيف ، و بالثّاني تزول دقّة نظره و ذكاوة ذهنه ، و لا يقصد إسكات الخصم بمقدّمات واهية ، و لا يجلس متّكأ جلسة المتكبّرين بل يجلس جلسة المتواضعين ؛ لأنّ بها اجتماع الذّهن و خلوصه عن الانتشار ، و لا يكون كثير الجوع و العطش ؛ لأنّ بهما يسرع الغضب ، و الغضب مناف للمناظرة و لا يكون ممتليًا كلّ الامتلآء ؛ لأنّه يوجب جمود الطّبيعة و خمود القريحة .

☆اور (مناظر) اپنے مد مقابل پر حقیر ہونے کا گمان نہ کرے اور نہ ہی ہیبت ناک ہونے کا کیونکہ (اسکے) پہلے خیال (یعنی یہ سمجھنا کہ اسکا مد مقابل حقیر ہے) کے باوجود کبھی حقیر اور کمزور بھی غالب ہو جاتا ہے ، اور دوسرے (خیال) کی وجہ سے اس کی نظر کی باریک بینی اور اسکے ذہن کی ذکاوت ختم ہو سکتی ہے۔

☆اسی طرح (مناظر کی) یہ چاہت نہ ہو کہ مقابل کو فضول مقدمات کے ذریعے خاموش کرا دیا جائے۔

☆اور نہ ہی متکبرین کے بیٹھنے جیسے تکیہ لگا کر بیٹھے بلکہ عاجزوں کی طرح بیٹھے کہ اسکی وجہ سے ذہن مجتمع رہتا ہے، اور منتشر ہونے سے بچا رہتا ہے۔

☆اور زیادہ بھوک پیاس کی حالت میں نہ ہو اسلیئے کہ بھوک پیاس کی وجہ سے غصہ جلدی آتا ہے جبکہ غصہ مناظرے کے منافی ہے۔

☆اور نہ ہی بہت زیادہ پیٹ بھرا ہونے کی حالت میں ہو کیونکہ یہ (حالت) طبیعت کو منجمد کر دیتی ہے اور ذکاوت کو بجھا دیتی ہے۔

إذا لاحظ المناظر الأمور اللّازمة في المناظرة فربما يكفي سكوته للجواب

و إذا كان المناظر متّصفًا بهذه الصّفات فربما يكون نفس السّكوت جوابًا كما في الخبر عن أبيّ بن كعب رضی اللہ عنہ قال : كنت في المسجد فدخل رجل فقرأ قرآءة أنكرتها عليه ، ثمّ دخل آخر فقرأ قرآءة سوى قرآءة صاحبه فلمّا قضينا الصّلوة دخلنا جميعًا على رسول الله فقلت : إنّ هذا قرأ قرآءة أنكرتها عليه ، و دخل آخر فقرأ قرآءة سوى قرآءة صاحبه فأمرهما النّبيّ صلی اللہ علیہ وسلم فقرءا فحسّن شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب و لا إذ كنت في الجاهليّة

مناظر اگر مناظرے میں امور لازمہ ذہن نشین رکھے تو کئی مرتبہ فقط خاموشی برائے جواب کافی ہو جاتی ہے

جب مناظر ان (مذکورہ بالا) صفات کیساتھ متصف ہو تو کئی مرتبہ فقط خاموشی جواب کی جگہ کافی ہو جاتی ہے جیسے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا: کہ میں مسجد میں تھا تب ایک آدمی داخل ہوا جس نے ایسی قرات کی جس کو میں نے غیر مانوس سمجھا پھر ایک اور آدمی داخل ہو گیا اس نے بھی قرأت کی پر ایسی نہیں جیسے کہ دوسرے نے کی تھی، تو جب ہم نے نماز مکمل کی، تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ اس نے ایسی قراءت کی جس کو میں نہ سمجھا اور دوسرا داخل ہوا تو اس نے اپنے ساتھی کی قرات سے جدا قرات کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا تو دونوں نے پڑھنا شروع کیا تو دونوں کو درست قرار دیا، اس سے میرے دل میں تکذیب پیدا ہو گئی ،تاہم جاہلیت جیسی نہیں تھی۔

فلمّا رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني ضرب في صدري ففضت عرقًا ، و كأنّما انظر إلى الله فرقًا ، فقال لي : يا أبيّ أرسل إليّ أن أقرأ القرآن على حرف فرددت إليه أن هوّن على أمّتي فردّ إليّ الثّانيّة أقرأه على حرفين فرددت إليه أن هوّن على أمّتي فردّ إليّ الثّالثة أقرأه على سبعة أحرف ، و لك بكلّ ردّة رددتّكها مسئلة تسألنيها ، فقلت : اللّهم اغفر لأمّتي اللّهم اغفر لأمّتي ، و أخّرت الثّالثة ليوم يرغب إليّ الخلق كلّهم حتّى إبراهيم عليه السلام « رواه مسلم »[1] .

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ حالت دیکھ لی جو مجھ پر طاری ہو گئی تھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور ایسا لگتا تھا کہ اللہ رب العزت کو خوف سے دیکھ رہا ہوں پس مجھے فرمایا کہ اے ابیٔ، اللہ نے مجھے پیغام دیا کہ میں قرآن کو ایک حرف (قرات) کیساتھ پڑھ لوں، میں نے یہ پیغام واپس لوٹایا کہ میری امت پر آسانی کا معاملہ فرما، اللہ نے مجھے دوبارہ لوٹایا کہ اسکو دو حرفوں کے ساتھ پڑھ لیا کرو، میں نے اب کی بار بھی لوٹایا کہ میری امت پر آسانی کا معاملہ فرما، تو تیسری مرتبہ مجھے پیغام لوٹایا کہ میں اس کو سات حرفوں کے ساتھ پڑھ لیا کروں، اور تمہارے لیے ہر بار لوٹانے کے ساتھ مجھ سے دعا مانگنے کا حق ہے، تو میں نے عرض کیا: کہ اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما، اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما، اور تیسرے سوال کو میں نے اس دن کیلئے مؤخر کر دیا جس دن ساری مخلوق میری طرف توجہ کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی (مسلم)۔

---

[1] المشكوة ص ۱۹۲ » .

ألا ترى أنّ بتوجّه النّبيّ ﷺ في نفس إبيّ بن كعب مع الضّرب في الصّدر قال : كأنّي أنظر إلى الله فرقًا ، و كان هذا معجزة للنّبيّ ﷺ .

و أمّا ما قال الفلاسفة من الإشراقيين من فرض المناظر إلى أن بلغ حاله في غاية التّصفيّة إلى أن يعلم كلّ ما في ضمير صاحبه ، و يناظر كلّ في نفسه مع الآخر مناظرة كالمناظرة الواقعة بين الحكمآء ، و الإشراقيين فمن وسائسهم و خرافاتهم لا يعبأ بها .

تفصيل الأمر اللّازم الأوّل

و كذا ما قال بعض أهل التّصوّف من عند أنفسهم لا عبرة له ، و ليس هذا في حدّ المناظرة .

ذرا اس نکتہ نظر کو سوچئے کہ آنحضرت ﷺ کی محض توجہ سے (بمع سینہ پر مارنے سے) ابیّ بن کعب کے دل میں اس کی یہ کیفیت ہو گئی کہ فرمایا گویا کہ میں اللہ کو خوف سے دیکھ رہا ہوں اور یہ آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔

اور فلاسفہ میں سے اشراقیین جو کہتے ہیں: کہ مناظرہ کرنے والے کے فرائض میں یہ ہے کہ اس کی حالت صفائی میں اس حد کو پہنچے کہ وہ سب کچھ جان لیتا ہو جو اس کے ساتھی کے دل میں ہو، اور ہر کوئی اپنے دل میں ایک دوسرے کے ساتھ مناظرہ کرلے ، جیسے کہ مناظرہ حکماء واشراقیین کے درمیان واقع ہوتا ہے تو یہ ان کے وسوسوں اور خرافات کا ایک حصہ ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا پہلے لازم امر کی تفصیل: اور اسی طرح وہ اقوال جو بعض اہل تصوف نے فرمائے، یہ بھی غیر معتبر ہیں اور مناظرہ کی تعریف سے انکا کچھ تعلق نہیں۔

فالحاصل : أن نبتدأ في مباحث الدّعوى و تصحيحه و امتياز المدّعي من المدّعى عليه :

فالدّعوى : مصدر من دعى يدعو دَعوة و دِعوة(بفتح الأوّل ، و بكسر الأوّل) و دعاءًا و منها الادّعاء و المدّعٰى ، و قد يقال للمدّعٰى : الدّعوى أيضًا ، و منها المدّعي و المدّعٰى عليه .

الدّعوة أكثرها في دعوة الطّعام ، و الدِّعوة (بالكسر) أكثرها في دعوى النّسب [1].

و أمّا الدّعاء (بضمّ الدّال ممدودًا) رغبة إلى الله تعالى كما قال تعالى : ﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً﴾ [2] .

اب ہم دعوی اور اس کی تصحیح کی مباحث اور مدعی و مدعیٰ علیہ کے امتیاز کی بحثوں کو شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ دعوی مصدر ہے دعیٰ یدعو دَعوۃ دِعوۃ ودعاء سے اور اسی سے ادعاء اور مدعیٰ ہے اور کبھی مدعیٰ کو دعوی بھی کہا جاتا ہے اور اسی سے مدعی اور مدعی علیہ ہے ،لفظ دَعوۃ اکثر وبیشتر طعام میں مستعمل ہوتا ہے اور دِعوۃ (بالکسر) بمعنیٰ نسب کا دعویٰ کرنا۔ رہا دعاء (دال کے ضمے مد کے ساتھ) تو یہ اللہ جل شانہ کی طرف رغبت کے معنیٰ میں آتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے ﴿ترجمہ﴾: پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے۔

---

[1] « حاصل ما في هامش الهداية ص ۲۳۲ » .

[2] « سورة الأعراف ۵۵ » .

و أمّا الادّعاء فبمعنى التّمني كما قال الله تعالى : ﴿ وَلَهُمْ مَّا يَدَّعُونَ ﴾[1].
و المدّعٰى : يقال له : الدّعوٰى أيضًا هي قضية يشتمل على الحكم ، و يقال له : مسئلة من حيث أنّه يرد عليه السّؤال ، و مبحثًا من حيث أنّ فيه البحث ، و قاعدة و قانونًا من حيث أنّه قد يكون كلّيًّا ، و نتيجة من حيث أنّه يستفاد من الدّليل ، و قد يقال له : المطلوب لكنّ المطلوب أعمّ من الدّعوٰى و المدّعٰى ؛ لأنّ الدّعوٰى و المدّعٰى مختصّة بالمركبات التّامّة ، و أمّا المطلوب كما يكون مركبًا تامًّا كذا يستعمل في التّصوّرات أيضًا .

اور ادعاء آرزو تمنا کا معنیٰ دیتا ہے۔

جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے، ((ترجمہ)): اور ان کے لئے ہے جو کچھ مانگیں

اور مدعیٰ جس کو دعوی بھی کہا جاتا ہے، ایک قضیہ ہے جو حکم پر مشتمل ہوتا ہے جس کو مسئلہ بھی کہا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اس پر سوال وارد ہوتا ہے اور مبحث کہا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ اسی کے متعلق بحث کی جاتی ہے اور قاعدہ و قانون کہا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ کبھی یہ کلیہ ہوتا ہے اور نتیجہ کہا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ دلیل سے مستفاد ہوا ہوتا ہے اور کبھی اس کو مطلوب بھی کہہ دیتے ہیں لیکن مطلوب دعوی اور مدعیٰ کی بنسبت عام ہے کیونکہ دعوی اور مدعی مرکبات تامہ کے ساتھ خاص ہیں، اور مطلوب جیسے کہ مرکب تام ہوتا ہے ایسے ہی تصورات میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

---

[1] « سورة يٰس ٥٧ » .

تفصيل الأمر اللّازم الثّاني

تعريف المدعي و المدّعٰى عليه : قال في الهداية : المدّعي من لا يجبر على الخصومة إذا تركها ، و المدّعٰى عليه من يجبر على الخصومة .

و قيل : المدّعي من لا يستحقّ إلّا بحجّة كالخارج ، و المدّعٰى عليه من يكون مستحقًا بقوله من غير حجّة كذي اليد .

و قيل : المدّعي من يتمسّك بغير الظّاهر ، و المدّعٰى عليه من يتمسّك بالظّاهر .

و قال محمّد في الأصل : المدّعٰى عليه هو المنكر .

مدعی اور مدعی علیہ کی تعریف:

صاحب ہدایہ ہدایہ میں تحریر فرماتے ہیں: کہ مدعی وہ شخص ہوگا کہ اگر وہ خصومت چھوڑنا چاہے تو اُسے خصومت پر مجبور نہ کیا جاسکتا ہو اور مدعی علیہ وہ ہے جس کو خصومت پر مجبور کیا جائے گا۔

اور ایک تعریف یوں بھی ہے کہ مدعی وہ ہے جو خارجی دلیل کے بغیر حقدار نہیں ٹھر سکتا ،اور مدعی علیہ وہ ہے جو اپنے قول سے ہی حق کا مالک ہو دلیل کے بغیر، جیسے کہ قابض ہوتا ہے ۔

اسی طرح ایک قول یہ بھی ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر کے خلاف دلیل لے اور مدعی علیہ وہ ہے جو ظاہر پر ہی تمسک کرے ، جب کہ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل میں یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ مدعی علیہ منکر بھی ہوتا ہے۔

و قال العلّامة الكشميري رحمه الله : قال الفقهآء : إنّ إثبات الحقّ على الغير يسمّى الدّعوى ، و إثبات حقّ الغير على نفسه إقرار ، و إثبات حقّ الغير على الغير يسمّى شهادة فيستفاد منه أنّ المدّعي من يثبت الحقّ على الغير ، و المدّعٰى عليه من يثبت عليه(أي على نفسه) الحقّ[1] ، و هذا في المعاملات .

و أمّا في اصطلاح أهل المناظرة فالمدّعي من نصب نفسه لإثبات الحكم فكلّ من تقدّم ليثبت الحكم فهو مدّع ، و هو يسمّى مستدلًّا باستدلاله و معلّلًا و أكثر ما يستعمل الاستدلال في الدّليل الإنّي و التّعليل في الدّليل اللّمي .....

علامہ کشمیری رحمہ اللہ فقہاء سے نقل فرماتے ہیں کہ کسی اور پر حق کا ثابت کرنا دعوی کہلاتا ہے، غیر کا اپنے پر حق ثابت کرنا اقرار ہے جبکہ غیر کے حق کو غیر پر ثابت کرنا شہادت ہے، تو معلوم ہوا کہ مدعی وہ ہے جو کسی پر اپنا حق ثابت کرنا چاہتا ہو اور مدعی علیہ وہ ہے جس پر حق ثابت کیا جائے، تاہم یہ بات معاملات میں ہے۔

جبکہ اہل مناظرہ کی اصطلاح میں مدعی وہ ہے جو حکم کے ثابت کرنے کیلئے خود سامنے آئے چنانچہ ہر وہ فرد جو کسی حکم کے اثبات کیلئے سامنے آئے سو یہی "مدعی" ہے، اور اس کو اپنے استدلال کی وجہ سے "مستدل" اور معلل بھی کہتے ہیں۔

پھر استدلال زیادہ تر تو دلیل انّی سے کیا جاتا ہے جبکہ تعلیل دلیل لمّی میں مستعمل ہوتی ہے۔

---

[1] « فيض الباري ص ۳۸۲ / ج ۳ » .

و قد يستعمل كلّ منهما مقام الآخر ، و أمّا المدعي عليه فيسمّٰى سائلًا ؛ لأنّه ينكر عن الدّعوى ، و ينفيها : هو كلّ من نصب نفسه لنفي الحكم الّذي ادّعاه المدّعي ، و إنّما يقال له السّائل ؛ لأنّه يسئل ، و يطلب من المدّعي الدّليل ، فامتياز المدّعي من المدّعٰى عليه ، و السّائل بالوضاحة عند ابتدآء الكلام .

لا ينبغي الغفلة وقت شروع البحث

فلا ينبغي الغفلة عند شروع المبحث ، فكلّ من صار مدّعيًا يرد عليه الواردات ، فيسئل منه السّائل عن تعريف المفردات ، و يسئل منه عن مطابقة الدَعوٰى ، و يسئل منه عن التّقريب ، و عن التّعليل .

کبھی دونوں ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ بہر کیف مدعی علیہ "جسے "سائل" بھی کہتے ہیں" کیونکہ یہ تو دعوے سے انکار اور اسکی نفی کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اس حکم کی نفی کیلئے سامنا کرے جس کا مدعی دعویٰ کر رہا ہو، اور اِسے سائل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مدعیٰ علیہ سے دلیل کا مطالبہ اور اسکے متعلق سوالات کرتا ہے۔ تو "مدعی" کا "مدعی علیہ" اور "سائل" سے امتیاز بحث کی ابتداء میں وضاحت سے ہو چکا۔

بحث کے شروع میں غفلت برتنا غیر مناسب ہے:

لہٰذا بحث کے شروع میں غفلت برتنا مناسب نہیں، چنانچہ جو مدعی مقرر ہوا اس پر سوالات وارد ہونگے، سائل اس سے مفردات کی تعریف کے بارے میں پوچھے گا، اسی طرح دعوی کی مطابقت کے بارے میں بھی، اور تقریب و تعلیل کے بارے میں بھی پوچھے گا۔

لا بدّ من معرفة أقسام التّعريف

ثمّ بعد الاعتراض بالدّليل فينبغي لمن تصدّى لهذا الأمر أن يعرف أقسام التّعريف ، فتعريف الشّيئ إمّا لفظيّ يقصد به تفسير مدلول اللّفظ ، و هو قد يكون بالأشهر المرادف ، و قد يكون التّفسير بالعام ، و قد يكون وضاحة بالمثال .

و أمّا التّعريف الّذي يقصد به تحصيل صورة غير حاصلة فإن كان معلوم الوجود يسئل عنه بلفظ ما الحقيقيّة وإن كان غير معلوم الوجود يسئل عنه بلفظ ما الشّارحيّة ، فكلّ واحد منهما إمّا حقيقة أو مجاز أو حدّ تامّ أو حدّ ناقص أو رسم تامّ أو رسم ناقص ، فيصير على هذا سبعة عشر قسمًا للتعريف .

تعریف کی قسموں کا جاننا ضروری ہے

دلیل کی بحث پیش کیئے جانے کے بعد مناسب ہوگا اس شخص کیلیئے جو اس کام (مناظرہ) میں لگا ہو کہ وہ تعریف کی اقسام کی معرفت رکھتا ہو۔

کسی چیز کی تعریف لفظی ہوگی جس کے ذریعے لفظ کے مدلول کی تفسیر مقصود ہوتی ہے، تو یہ کبھی مشہور مرادف سے کی جاتی ہے اور کبھی عام لفظ سے اور کبھی مثال کے ساتھ وضاحت کر دی جاتی ہے، بہر صورت وہ تعریف جس کے ذریعے غیر حاصل شدہ صورت کو حاصل کیا جائے یہ اگر معلوم الوجود ہو تو اس کے بارے میں سوال لفظ "مَا" حقیقیہ کے ذریعے ہوگا، اور اگر غیر معلوم الوجود ہو تو اس کے بارے میں لفظ "مَا" شارحہ سے اسوال ہوگا پھر ان میں ہر ایک حقیقت ہوگا یا مجاز، حد تام ہوگا یا حد ناقص ، رسم تام ہوگا یا رسم ناقص اس بنا پر تعریف کی سترہ/۱۷ اقسام بنتی ہیں۔

و يجتنب عن التّعريف البديهيّ ؛ لأنّه يفضي إلى الاختفاء ، و الإبهام كما قال الشّاعر : شعر

و ليس يصحّ في الأذهان شيئ إذا احتاج النّهار إلى دليل

وأمّا مطابقة الدّعوى فتأمّل في القيودات و الاعتبارات حين الدّعوٰى.

ثمّ إن كانت الدَعوى بديهيّة فإن سلّمها السّائلْ فلا حاجة بعد ذلك إلى التّطويل ، و إن أنكرها السّائل فلإزالة إختفآء البديهيّ ينبغي التّنبيه للسّائل ، و إن كانت الدّعوٰى نظريّة فيجب سوق الدّليل على وجه يستلزم المطلوب ، فليجتهد المدّعي أن يكون الدّليل مع مقدّماته مسلّمًا عند السّائل ، و المنكر فإن كان السّائل ممّن يدّعي التّمسّك بالكتاب و السّنة فيجب على المدّعي الاستدلال من الكتاب و السّنة .

اسی طرح (مناظر) کو بدیہیات کی تعریف سے اجتناب کرنا ہوگا کیونکہ ایسا کرنا پوشیدگی اور ابہام پیدا کردیتا ہے، جیساکہ شاعر نے کہا ہے۔

شعر: ع «ترجمہ»: اگر دن بھی دلیل کا محتاج ہو جائے تو ذہنوں میں کوئی بھی چیز سلامت نہ رہے گی۔

دعویٰ پیش کرتے وقت دعوی کی مطابقت کیلئے قیودات اور اعتبارات کو خوب غور سے دیکھنا ہوگا، پھر اگر دعوی بدیہی ہوا تو (دیکھیں گے) کہ اگر سائل اس کو تسلیم کرلے تو اس کے بعد بات لمبی کرنے کی ضرورت نہ رہی اور اگر سائل اس کا انکار کردے تو بدیہی کی پوشیدگی کو دور کرنے کیلئے سائل کو تنبیہ دی جائے گی، اور اگر دعوی نظری ہو تو دلیل کو ایسے طریقے سے بیان کرنا ضروری ہوگا جو مطلوب کو مستلزم ہو، لہٰذا مدعی کو چاہیے کہ وہ اس بات کی کوشش میں رہے کہ اس کی دلیل بمع اپنے مقدمات کے سائل کو مسلّم ہو؛ پس اگر سائل قرآن اور سنت کا دعوے دار ہو تو مدعی کو کتاب وسنت سے دلیل پیش کرنا ضروری ہوگا۔

كيفيّة المناظرة مع من يدّعي التّمسّك بالكتاب والسّنّة

فلا بدّ لهذا المدّعي و المستدل عند المناظرة لملاحظة عدة أمور :

١ . الدّليل من الكتاب و كيفيّة الاستدلال منه .

٢ . الاستدلال من السّنة وكيفيّة الاستدلال منها ، و يحتاج فيه إلى ما في أصول الأحاديث .

ثمّ التّفصيل في كيفيّة الاستدلال من كتاب الله فينبغي للمدّعي أن يلاحظ أقسام النّظم ، و المعنى فيما يرجع إلى معرفة أحكام الشّرع على التّفصيل كما في أصول الفقه .

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کیفیت جو کتاب اور سنت کے تمسک کے مدعی ہیں

سو مدعی اور مستدل کے لئے مناظرے کے دوران چند امور کی رعایت کرنا ضروری ہوگا:

۱: کتاب سے دلیل اور اس سے استدلال کی کیفیت،

۲: سنت سے دلیل اور اُسے دلیل بنانے کی صورت،

اور اس میں اصولِ حدیث کے بیان کردہ طرق کی بھی ضرورت پڑے گی۔

پھر کتاب اللہ سے استدلال کی کیفیت میں مدعی کیلئے مناسب ہے کہ وہ (کتاب اللہ کے) لفظ اور معنی کی اقسام کو ذہن نشین رکھتا ہو، جن کے ذریعے احکام شریعہ کی معرفت کی طرف رجوع ہو سکتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں مذکور ہے۔

طريق كيفيّة الاستدلال من القرآن

و الفرق بين الاستدلال الصّحيح بالوجوه الصّحيحة ، و بين الاستدلال الفاسد بالوجوه الفاسدة ، و إن كان السّائل و المدّعٰى عليه لا يوافق بهذا التّقسيم و الاستدلال ، و لكن هذا أمر لا بدّ لمن تصدّى للمناظرة و المباحثة ، و بهذا ربما يعكس الأمر على الخصم كما في الخبر : الحرب خدعة ، و هذه هي المحاربة ؛ لأنّ الجهاد بالكتاب جهاد كبير كما قال الله تعالى : ﴿ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾[1] يعني بالكتاب .

قرآن کریم سے استدلال کی کیفیت کا طریقہ

طرقِ صحیحہ کے ذریعے صحیح استدلالات اور طرقِ فاسدہ کے ذریعے باطل استدلالات کے درمیات فرق ہوتا ہے ،اور سائل ، مدعی علیہ اگرچہ اس تقسیم اور استدلال پر راضی نہیں ہوگا مگر یہ ایک ایسا امر ہے جس سے مناظرہ اور مباحثہ کرنے والے کیلئے چھٹکارا نہیں اور کئی مرتبہ اس سے مد مقابل کا معاملہ برعکس ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک خبر میں وارد ہے:(الحرب خدعة) جنگ ایک چال ہے اور یہ مناظرہ بھی مقابلہ ہے کیونکہ کتاب اللہ کے ذریعے جہاد کرنا بڑا جہاد ہے ، اس پر ارشاد باری تعالیٰ بھی موجود ہے(وجاهدهم به جهادا كبير اً)

«ترجمہ»: اور مقابلہ کران سے اس کے ذریعے بڑا مقابلہ (یعنی کتاب کے ساتھ)۔

---

[1] « سورة الفرقان ۵۲ » .

بيان كيفيّة الاستدلال من السّنّة

و أمّا التّفصيل في الاستدلال من السنّة و كيفيّة الاستدلال منها فلا بدّ فيه من مباحث أصول الأحاديث من طبقات المحدّثين و الرّواة ، و تعيّنوا طبقات العلمآء و الرّواة :

سنت سے استدلال کی کیفیت کا بیان

اور سنت سے استدلال کی کیفیت میں بہر کف اصول حدیث کی بحثوں کا ذکر کرنا ضروری ہوگا یعنی محدثین اور راویوں کے طبقات وغیرہ، اہل فن نے علماء اور رواۃ کے طبقات کی تعیین کی ہے :

تفصيل الطّبقات في الحديث

فالطّبقة في اللّغة : القوم المتشابهون ، و في الاصطلاح : قوم تقاربوا في السّن و الإسناد ، أو في الإسناد فقط بأن يكون شيوخ هذا هم شيوخ الأخر ، أو يقارب شيوخهم ، و قد يكون الرّاويان من طبقة باعتبار ، و من طبقتين باعتبار كأنس رضي الله عنه و شبهه من أصاغر الصّحابة ، و هم مع العشرة المبشّرة في طبقة الصّحابة ، و على هذا الصّحابة كلّهم طبقة واحدة باعتبار الشّركة بصحبة.

و قيل في تفصيل الطّبقات :

الطّبقة الأولى : طبقة الصّحابة .

الطّبقة الثّانية : طبقة محمّد بن مسلم بن عبد الله بن شهاب بن عبد الله بن عبد الوارث بن زهر بن كلاب و كان طبقتهم من سنة ١٠٠ إلى سنة ١٢٥.

و الطبقة الثّالثة : من ١٢٥ إلى ١٥٠ وهى طبقة ربيع بن صبيح المتوفىٰ ١٦٠ وسعيد ابن عروبة المتوفىٰ ١٦٦ انهم ذكروا الأحاديث والآثار والأبواب فقط .

والطبقة الرابعة : من ١٥٠ إلى ٢٠٠ ، و هي طبقة ابن جريج عبد الملك بن عبد العزيز المتوفّى سنة ١٥٠ ، و معمر بن راشد المتوفّى سنة ١٦١ ، و عبد الله بن مبارك المتوفّى سنة ١٨١ ، فإنّهم وضعوا لكلّ مسئلة بابًا .

و الطّبقة الخامسة من سنة ٢٠٠ إلى سنة ٢٢٥ .

حدیث میں طبقات کی تفصیل

چنانچہ "طبقہ" لغت میں اس قوم کو کہا جاتا ہے جو کہ ایک دوسرے کے ہمسر ہوں جبکہ اصطلاح میں ایسے لوگ مراد ہوتے ہیں جو عمر اور سند میں قریب ہوں یا فقط سند میں، صورت یہ ہوگی کہ اِن کے شیوخ اور اُن کے شیوخ ایک ہوں یا اِن کے شیوخ کے نزدیک ہوں۔

کبھی دو روایت کرنے والے ایک اعتبار سے ایک طبقہ میں شمار ہوتے ہیں اور دوسرے اعتبار سے دو طبقوں میں جیسا کہ انسؓ اور آپ کے ہم مثل کم عمر صحابہؓ جو کہ عشرہ مبشّرہ کے ساتھ صحابہ کے طبقے میں ہیں، گزری ہوئی تفصیل کی بناء پر تمام صحابہ صحبت میں شرکت کے اعتبار سے ایک طبقہ ہیں۔

طبقات کی تفصیل میں کہا گیا ہے کہ:

پہلا طبقہ :۔ صحابہ کا طبقہ ہے۔

دوسرا طبقہ :۔ محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب بن عبداللہ بن عبد الوارث بن زہر بن کلاب کا طبقہ ہے، اور یہ طبقہ ۱۰۰ ہ سے ۱۲۵ ہجری تک ہے۔

تیسرا طبقہ :۔ ۱۲۵ سے ۱۵۰ ہجری تک ہے، جو ربیع بن صبیح (المتوفی ۱۴۰) اور سعید بن عروہ (المتوفی ۱۴۴ھ) کا طبقہ ہے انہوں نے فقط احادیث، آثار اور ابواب ذکر کئے ہیں۔

چوتھا طبقہ :۔ ۱۵۰ ہ سے ۲۰۰ ہ تک ہے جو کہ ابن جریج عبد الملک بن عبد العزیز (المتوفی ۱۵۰ھ)، معمر بن راشد (المتوفی ۱۶۱ھ) اور عبد اللہ بن المبارک (المتوفی ۱۸۱ھ) کا طبقہ ہے، انہوں نے ہر مسئلے کے لئے باب وضع کیا ہے۔

پانچواں طبقہ :۔ ۲۰۰ھ سے ۲۲۵ھ تک ہے۔

لزوم معرفة أقسام الحديث ، وبيانها

و لا بدّ من ملاحظة أقسام الحديث ، و بحث السّند ، و المتن ، و من أهمّ مباحثه تقسيم الحديث باعتبار السّلامة عن التّعارض و عدمه.

ذكر بعض التّفصيل لأقسام الحديث

فالحديث بهذا الاعتبار منقسم إلى أربعة أقسام :

١ . محكم . ٢ . مختلف الحديث .

٣ . ناسخ و منسوخ . ٤ . متوقّف فيه .

تفصيل المحكم لغة : هو اسم مفعول من أحكم بمعنى أتقن ، و اصطلاحًا : هو الحديث المقبول الّذي سلم من معارضة مثله .

حدیث کی اقسام کی معرفت اور اسکے بیان کرنے کی ضرورت

حدیث کی اقسام کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے، اسطرح سند اور متن کی بحث کو بھی۔ اور حدیث کی اہم مباحث میں حدیث کے تعارض سے سلامتی اور عدم تعارض کے اعتبار سے تقسیم ہے ؛چنانچہ اس اعتبار سے حدیث چار قسموں کو منقسم ہے:

۱ ۔ محکم

۲۔ مختلف الحدیث۔

۳۔ ناسخ و منسوخ۔

٤ ۔ متوقف فیہ۔

۱: محکم کی تفصیل : لغت کے اعتبار سے محکم اَحْکَمَ سے اسم مفعول ہے، بمعنی مضبوط کرنا، جبکہ اصطلاح میں اس حدیث مقبول کا نام ہے جو اپنے جیسی دوسری حدیث کے معارضہ سے محفوظ ہو۔

تفصيل مختلف الحديث لغة : هو اسم فاعل من الاختلاف ضدّ الاتّفاق ، و المراد بمختلف الحديث الأحاديث الّتي تصلنا يخالف بعضها بعضًا في المعنى أي يتضادّان في المعنى ،و اصطلاحًا : هو الحديث المقبول المعارض بمثله مع إمكان الجمع بينهما أي يمكن الجمع بين مدلوليهما بغير تعصّف.

و النّاسخ و المنسوخ : هما الحديثان المقبولان المتعارضان في المعنى بحيث لا يمكن الجمع بينهما لكن ثبت المتأخّر منهما إمّا بالتّأريخ المعلوم من خارج ، أو لا من خارج.

۲: مختلف الحدیث کی تفصیل: لغت کے اعتبار سے یہ اختلاف سے اسم فاعل ہے یعنی اتفاق کی ضد۔

اور مختلف الحدیث سے مراد وہ احادیث ہیں جو ہم کو اس حال میں پہنچتی ہیں، جن میں سے بعض، دیگر بعض کی مخالف ہوتی ہیں یعنی معنی میں تضاد ہوتا ہے۔

جبکہ اصطلاح میں اس حدیث مقبول کا نام ہے جو اپنے مثل کی معارض ہو (بمع امکانِ تطبیق کے)، یعنی دونوں کے مدلولین کو جمع کرنا بغیر مشکل کے ممکن ہو۔

۳: ناسخ و منسوخ کی تفصیل :۔ یہ وہ دو مقبول احادیث ہیں جن کے معانی میں ایسا تعارض ہو کہ دونوں کے درمیان تطبیق ممکن نہ ہو، لیکن ان میں سے آخری ثابت ہو اور پھر عام ہے کہ اسکا ثبوت خارج کی تاریخ کے اعتبار سے ہو یا خارج سے نہ ہو۔

و متوقّف فيه : و هو الحديث الّذي يعارض حديثًا آخر لا سبيل فيه إلى التّطبيق ، و التّرجيح ، و النّسخ فهو ممّا يتوقّف فيه في الحالة الحاضرة مع احتمال أن يظهر لغيره ما خفي عليه.

تحقيق التّعارض ، و دفعه : و اعلم أنّ التّعارض بين الدّليلين الشّرعيين لا يكون في نفس الأمر بل كان في بادي النّظر للجهل بالتّأريخ ، أو الخطأ في فهم المراد فإذا وقع التّعارض بحسب الظّاهر فيندفع عند الجمهور أوّلًا بالجمع بينهما ، ثمّ بالنّسخ إن كان يمكن ، ثمّ بالتّرجيح ، ثمّ تعيّن التّوقّف .

۴: متوقف فیہ :۔ یہ وہ حدیث ہے جسکا دوسری حدیث سے ایسا تعارض ہو جس میں تطبیق کی کوئی صورت نہ ہو اور نہ ہی ترجیح اور تنسیخ کی تو یہ ان احادیث کی قبیل سے ہے کہ جن میں وقتی توقف کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ جو اس پر مخفی ہے وہ کسی اور کے حق میں ظاہر ہو۔

تعارض کی تحقیق اور اس کا دفع کرنا:

جان لو کہ دو شرعی دلیلوں کے درمیان نفس الامری تعارض نہیں ہو سکتا، بلکہ (اگر ہو تو) سرسری نظر سے ہوگا یا تو تاریخ کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے اور یا مقصد کے سمجھنے میں خطاء کی وجہ سے پس جب ظاہری اعتبار سے تعارض واقع ہو جائے تو جمہور کے نزدیک سب سے پہلے تطبیق کی صورت سے تعارض دفع کیا جائے گا، پھر اگر تنسیخ ممکن ہو تو اس سے، اور پھر ترجیح سے، اور پھر اسکے بعد توقف متعین ہے۔

تفصيل اصطلاح السّادات الحنفيّة لرفع المعارضة الحديثيّة

و أمّا عند معشر الحنفيّة يدفع التّعارض أوّلًا بالنّسخ ، ثمّ بالتّرجيح ، ثمّ بالجمع ، ثمّ بالتّرك إلى ما دونهما من الأدلّة على التّرتيب ، فالتّعارض بين الآيتين بالمصير إلى السنّة ، ثمّ إلى القياس و أقوال الصّحابة .

معرفة طريقة دفع التّعارض بالنّسخ

تحقيق دفع التّعارض بالنّسخ : و اعلم أنّه فدفع التّعارض بالنّسخ إن علم المتقدّم و المتأخّر بوجه من الوجوه :

١ . فالأوّل أن يعلم تأخيره بالتّصريح عن رسول اللهﷺ ، كقوله عليه السّلام : كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها «رواه مسلم و غيره».

احادیث کے درمیان تعارض کے دفعیے میں احناف کے اکابر کی اصطلاح

احناف کے نزدیک پہلے پہل تعارض کا دفعیہ بطریقۂ تنسیخ کیا جائیگا، پھر بطریقۂ ترجیح، پھر تطبیق سے اور پھر اس دلیل کے ترک سے جو ترتیب کے موافق دلائل میں کم درجے کی ہو، چنانچہ دو آیتوں کے درمیان تعارض کی صورت میں سنت کی طرف جانا ہوگا، پھر قیاس اور پھر صحابہؓ کے اقوال کی طرف۔

نسخ کے ذریعے تعارض دفع کرنے کے طریقے کی تفصیل

جان لو کہ نسخ کے ذریعے تب تعارض دفع کیا جاسکتا ہے جب کسی بھی طریقے سے ایک کا مقدم یا مؤخر ہونا معلوم ہو۔ (وہ صورتیں جن کے ذریعے تعارض دفع کیا جاسکتا ہے)

۱ - پہلی صورت یہ ہے کہ اس کا مؤخر ہونا رسول اللہ ﷺ کے واضح بیان سے معلوم ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے «ترجمہ»: میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا ، اب زیارت کرلیا کرو۔

٢ . أن يعرف التّأخير بتصريح الصّحابيّ كما روي عن زيد بن أرقم : كنّا نتكلّم خلف رسول اللهﷺ يتكلّم الرّجل صاحبه إلى جنبه حتّى نزلت : قوموا لله قٰنتين ، فأمرنا بالسّكون ، و نهينا عن الكلام .

٣ . أن يعرف التّأخّر بالإجماع مثاله : ما روي عن عبادة بن صامتؓ قال رسول اللهﷺ : الذّهب بالذّهب ، و الفضّة بالفضّة ، و البرّ بالبرّ ، و الشّعير بالشّعير ، و التّمر بالتّمر ، و الملح بالملح مثلًا بمثل سوآء بسوآء يدًا بيد ، فإذا ختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدًا بيد ، و عن أسامةؓ قال قال رسول اللهﷺ : لا ربوا في ما كان يدًا في بيد قال النّووي رحمه الله : قد أجمع المسلمون على ترك العمل بظاهره فهذا يدلّ على الإجماع على نسخه .

---

٢ ۔صحابی کی وضاحت سے تاخیر معلوم ہو جائے جیسے زید بن ارقمؓ سے منقول ہے: کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے (نماز کی حالت میں) باتیں کیا کرتے تھے جیسے کہ آدمی اپنی جانب والے سے باتیں کرتا ہے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی «ترجمہ»: کھڑے رہو اللہ کے سامنے ادب سے۔ تو ہمیں خاموشی کا حکم دیا گیا اور باتوں سے منع کر دیئے گئے۔

٣۔ مؤخر ہونا اجماع سے معلوم ہو، اس کی مثال عبادۃ ابن صامتؓ کی روایت ہے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: بیچا کرو سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گندم کو گندم کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، نمک کو نمک بدلے، یکساں ہاتھ در ہاتھ، چنانچہ جب یہ اصناف مختلف ہوں تو بیچو جیسے چاہو تب جب ہاتھ در ہاتھ ہو، اسامہؓ کی روایت میں ہے؛ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس میں سود نہیں جو ہاتھ در ہاتھ ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ: نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اس کے ظاہر پر عمل متروک ہے تو اس کے نسخ پر اجماع دلالت کرتا ہے۔

۴ . أن يعرف تأخيره بالتّأريخ مثل ما روي عن رافع بن خديج ﷺ: أفطر الحاجم ، و المحجوم « رواه التّرمذي » ، و عن ابن عباس رضي الله عنه : أنّه احتجم في مكة ، و هو محرم صائم قال ابن عبد البرّ : إنّ الثّاني ناسخ للأوّل ؛ لأنّه كان في السنّة العاشرة ،و الأوّل كان في السّنة الثّامنة۔

تفصيل دفع التّعارض بالتّرجيح

ثمّ لا بدّ من تفصيل دفع التّعارض بالتّرجيح : و هو قد يكون باعتبار السّند بأن يكون السّند قويًّا أو عاليًا أو يكون بفقه الرّواة أو تعدّد الرّواة أو أن يكون السّند متّفق عليه و غيره ذلك و قد يكون باعتبار المتن و قد يكون التّرجيح بكيفيّة الرّواية و قد يكون بالحكم و قد يكون باعتبار الأمر الخارج .

۴۔اس کا مؤخر ہونا تاریخ سے معلوم ہو، جیسا کہ رافع بن خدیجؓ نے فرمایا ہے: حجامہ کرنے والے اور جسکا حجامہ کیا جائے ہو دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ ابن عباسؓ سے منقول ہے: کہ آپ ﷺ نے مکہ میں احرام اور روزے کی حالت میں حجامہ لگوایا، ابن عبد البر اسکی تفصیل میں کہتے ہیں : کہ دوسری روایت پہلے کے لئے ناسخ ہے، کیونکہ دوسری روایت دسویں ہجری کی ہے، اور پہلی روایت آٹھویں ہجری کی ہے۔

ترجیح کے ذریعے تعارض کے دفعیے کی تفصیل

ترجیح کے ساتھ تعارض کے دفعیے کی تفصیل ضروری ہے، تو یہ ترجیح کبھی سند کے اعتبار سے ہوگی کہ سند قوی ہے یا عالی، اور یا راویوں کی فقاہت کے اعتبار سے یا پھر تعدد کے اعتبار سے ہوگی، اور یا اس وجہ سے کہ یہ سند متفق علیہ ہے وغیرہ، اور کبھی متن کے اعتبار سے ترجیح دی جائے گی، اور کبھی ترجیح روایت کی کیفیت کو دیکھ کر ہوگی کبھی حکم اور کبھی کسی خارجی چیز کا لحاظ کیا جائیگا۔

تفصيل في دفع التّعارض باعتبار الجمع بين الأحاديث

و أمّا التّفصيل في دفع التّعارض باعتبار الجمع بين الأحاديث المتعارضة فهو أيضًا بعدة وجوه [١].

و بالجملة : لا يصحّ الاستدلال على هذه الفرقة من أقوال الفقهاء ، و تقليدهم ؛ لأنّ أكثرهم ينكرون الفقه ، و تقليد الفقهآء .

ذكر الأمر بطريق التّطفّل ، ألا وهو التّقليد

و نذكر تطفّلًا مسئلة التّقليد ففيه مباحث :

أنّه لفظ كثير المعنى فهو في الظّاهر و إن كان لفظًا واحدًا و لكنّه واحد بالجنس .

احادیث کے درمیان تطبیق کے اعتبار سے تعارض کے دفعیے کی تفصیل

رہا متعارض احادیث کے درمیان تطبیق کے اعتبار سے تعارض کا دفعیہ، تو اس کے کئی طریقے ہیں: تفصیل (ضبط الاصول لما نسب الی الرسول ﷺ) میں ملاحظہ ہو۔

تاہم اس فرقے (منکرین تقلید) کے خلاف فقہاء اور ان کے مقلدین سے استدلال کرنا درست نہیں، کیونکہ ان کے زیادہ لوگ فقہ اور فقہاء کی تقلید کے منکر ہیں۔

ایک ضمنی امر کا بیان جو کہ تقلید ہے

مسئلہ تقلید :۔ مسئلہ تقلید کو ہم تطفلًا ذکر کریں گے، جس میں چند مباحث ہیں :

تقلید ظاہر میں اگرچہ لفظِ واحد ہے پر کثیر المعنیٰ ہے، تاہم جنس کے اعتبار سے واحد ہے۔

---

[١] « و التّفصيل في كتابنا المسمّى بضبط الأصول لما نسب إلى الرّسول » .

و الواحد بالجنس يجتمع فيه الوجوب و الحرمة كالسّجود لله تعالى و للشّمس كما في مسلّم الثّبوت.

و بالجملة : إذا كان لفظ هذا شأنه ينبغي لمن تصدّى للتّفصيل أن يتعيّن المعاني المحتملة ، و امتياز ما هو الواجب عمّا هو الحرام ، أو الشّرك ، ألا ترى إلى لفظ الدّين ، و إلى لفظ الملّة ، و إلى لفظ الرّأي ، و أهل الرّأي ، و إلى لفظ المذهب .

فلفظ الدّين:

١ بمعنى الاعتقاد كقوله تعالى : ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ ﴾[1].

٢ و بمعنى الشّريعة كقوله تعالى:﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾[2].

اور جو جنس کے اعتبار سے واحد ہو اس میں وجوب اور حرمت جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ اور سورج کیلئے سجدہ جیسا کہ "مسلم الثبوت" میں ہے۔

جب بات یوں ہے تو وہ شخص جو تفصیل کا طلبگار ہے اس کیلئے مناسب ہے کہ وہ احتمالی معنوں کی تعیین کرلے اور حرام یا شرک کا واجب سے امتیاز پیدا کردے۔

لفظ دین میں غور کیا جائے، اس طرح لفظ ملت، رائے، اہل رائے اور لفظ مذہب میں، چنانچہ دین (کئی معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے) ا: بمعنی عقیدہ، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے« ترجمہ »: بلاشبہ چن لیا اللہ نے تمہارے لئے عقیدہ۔

٢: بمعنی شریعت جیسا کہ اللہ کا یہ فرمان «ترجمہ» : بے شک شریعت اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

---

[1] « سورة البقرة الآية رقم ١٣٢ » .

[2] « سورة ال عمران الآية رقم ١٩ » .

۳ وبمعنى القانون كقوله تعالى : ﴿ مَاكَانَ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾[1].

۴ و بمعنى الغلبة والطّاعة كقوله تعالى : ﴿ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ﴾[2].

۵ و بمعنى الحدود الشّرعي كقوله تعالى : ﴿ وَلَاتَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ ﴾[3].

۶ و بمعنى العبادة كقوله تعالى : ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾[4].

۳: بمعنی قانون جیسا کہ فرمایا ہے ((ترجمہ)) : وہ ہر گز نہیں لے سکتا تھا اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون میں مگر جو چاہے اللہ۔

۴: بمعنی غلبہ وطاعت، جیسے (وله الدين واصبا) ((ترجمہ)) : اسی کا غلبہ ہے ہمیشہ (ایک توجیہ کی بنیاد پر) اور اسی کی طاعت ہے ہمیشہ۔

۵: بمعنی عبادت، جیسے (الا لله الدين الخالص) ((ترجمہ)) : خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کیلئے ہے بندگی خالص۔

۶: بمعنی دعا، جیسے (يعبدوا الله مخلصين له الدين) ((ترجمہ)) : ان کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی، خالص کریں اس کے واسطے دعا۔

---

[1] « سورة يوسف الآية رقم ۷۶» .

[2] « سورة النّحل الآية رقم ۵۲ » .

[3] « سورة النّور الآية رقم ۲ » .

[4] « سورة الزّمر الآية رقم ۲ » .

٧ و بمعنى الدّعاء كقوله تعالى : ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ [١].

٨ وبمعنى الحساب والجزاء كقوله تعالى : ﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴾ [٢].

فالظّاهر الغالب هو الحق ، و المغلوب هو الدّين الباطل ، و كذا لفظ الملّة

لفظ كثير المعنى مذكور في القرآن خمسة عشر مرّة :

فيطلق على ملّة إبراهيم ، و على الملّة الباطلة كما في سورة يوسف ﴿ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ٣٧ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ﴾ [٣].

٧: بمعنی حساب وجزا، جیسے (أرأيت الذى يكذب بالدين) «ترجمہ»: کیا تو دیکھتا ہے اس کو جو جھٹلاتا ہے جزا وحساب کو تو ظاہر ہے کہ غلبہ پانے والا دین حق ہی ہے اور مغلوب ہونے والا دین باطل ہے۔

اس طرح لفظ ملّت بھی کثیر المعنی ہے، جس کا قرآن میں ۱۵ بار ذکر ہے، اس کا اطلاق ملت ابراہیمی اور ملت باطلہ دونوں پر ہوتا ہے، جیسا کہ سورۃ یوسف میں اس کا بیان ہے «ترجمہ»: میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت پر سے وہ لوگ منکر تھے ، اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام اور یعقوب کا ۔

---

[١] « سورة البيّنة الآية رقم ٥ » .

[٢] « سورة الماعون الآية رقم ١ » .

[٣] « سورة يوسف ٣٧ , ٣٨ » .

فلفظ الملَة كما ثبت إطلاقه على الملّة الشّرعيّة فكذا على ملّة قوم لا يؤمنون بالله و هم بالآخرة هم كافرون .

و كذا لفظ الرّأي بمعنى الاعتقاد ، و بمعنى القياس كما قالوا : أصحاب الرّأي هم أصحاب القياس ؛ لأنّهم يقولون برأيهم في ما لم يجدوا فيه حديثًا ، أو أثرًا ، و يقال فلان من أهل الرّأي إذا كان يرى رأي الخوارج ، و يقول بمذهبهم [1].

و كذا لفظ المذهب عند الفقهاء ما هو معرّف عندهم من مذهب الإمام.

چنانچہ لفظ ملت کا اطلاق جیسا کہ ملت شرعیہ پر ثابت ہے ایسا ہی اس قوم کی ملت پر ہوا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت سے منکر تھے۔

ایسا ہی لفظ "رائے" عقیدہ و قیاس کے معانی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے کہ کہتے ہیں "اصحاب رائے ہی اصحاب قیاس ہیں کیونکہ وہ جس حادثے میں حدیث یا اثر نہیں پاتے تو اس میں اپنی رائے سے قول کرتے ہیں"۔

اور کہا جاتا ہے کہ فلاں اہل رائے میں سے ہے، (یہ اس وقت کہا جاتا ہے) جب وہ خوارج کی رائے رکھتا ہو، اور ان کے مذہب کا قائل ہو۔

اس طرح لفظِ "مذہب" کا مقصد فقہاء کے نزدیک وہ ہے جو ان کے ہاں معروف ہے یعنی امام کا مذہب۔

---

[1] « حاصل ما في جواهر القاموس مختصرًا ١٤٠ / ج ١٠ » .

طريق الأهل الزّيغ في الإستدلال من الألفاظ المشتركة بين المعاني

و أمّا عند أصحاب الإباحة و الدّهرية و من لا ملّة لهم : فأهل المذهب من هو متّبع الوحي ، و ما نزّل على الأنبيآء فلأهل الإباحة و الدّهرية و أهل الإلحاد و التّزندق اعتراضات و شبهات على المذهب ، و متّبع المذهب لا تعدّ و لا تحصى حتّى قالوا : إنّ اتّباع المذهب كاستعمال المسكر فلا ينبغي لأحد الحكم على الإطلاق ، فمن كان فيه شائبة الإلحاد ، و خصلة اليهود أو لا خبرة له بطريق الاستدلال فيستدل من الخاصّ على العام فإذا كان بعض أقسام الأديان و الملّة و الرّأي حرام ، فيحكمون على مطلق الدّين الملّة و الرّأي بالحرمة .

کجرووں کے استدلال کا طریقہ ان الفاظ سے جنکے معانی مشترک ہیں

اباحیہ اور دہریہ اور ان لوگوں کے نزدیک کہ جن کی کوئی ملت اور دین نہیں ہے "اہل مذہب وہ ہیں جو وحی کی تابعداری کرنے والے ہوں اور اس کی تابعداری کہ جو پیغمبروں پر نازل ہوا ہے"۔

اباحیہ ،دہریہ، ملحدین اور زنادقہ مذہب اور مذہب کی تابعداری کرنے والے پر بے شمار اعتراضات اور شبہات وارد کرتے ہیں۔ حتی کہ انکا کہنا ہے کہ "مذہب کی تابعداری نشہ آور اشیاء کے استعمال کے مترادف ہے"۔

کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ علی الاطلاق حکم لگاڈالے، چنانچہ جن میں الحاد کی بو اور یہود کی خصلت پائی جاتی ہے یا اسکو استدلال کے طریقے کی کوئی پہچان نہیں وہ ہی خاص سے عام پر استدلال لے گا، چنانچہ جب دین، ملت، اور رائے کی بعض اقسام حرام ہیں وہ (اسوجہ سے) مطلق دین، ملت اور رائے پر حرمت کا حکم لگاتے ہیں۔

و كذا إذا كان بعض أقسام التّقليد و الاتّباع و الإطاعة حرام فيحكمون على المطلق الحرمة ، و قال الله تعالى : ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾[1] .

و يستعملون الألفاظ المحتملة المتردّدة بين الجواز و الوجوب و الحرمة و الشّرك ليًّا بألسنتهم و طعنًا في الدّين .

استعمال لفظ التّقليد من بين القرآن و السّنّة و أقوال الصّحابة

و شتّان ما بين المعاني و بون بعيد فنقول : التّقليد مستعمل باعتبار المادّة في كتاب الله و في سنّة رسول اللهﷺ و في أقوال الصّحابة فهو شرعيّ بمعنى ما ورد به الشّرع .

اسی طرح تقلید وطاعت کی بعض اقسام بھی ناجائز ہیں تو حرمت مطلقہ کا حکم لگاڈالتے ہیں حالانکہ ارشاد باری تعالی ہے ((ترجمہ)) : اور نہ ملاؤ سچ میں جھوٹ اور چھپاتے ہو سچی بات جان کر۔

اسکے علاوہ یہ لوگ اپنی زبانوں کو مروڑ کر اور دین میں عیب جوئی کرکے ان الفاظ کو استعمال کرتے ہیں جو محتمل ہوتے ہیں اور جواز و وجوب، حرمت اور شرک کے درمیان متردد ہوتے ہیں۔

کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال میں تقلید کے لفظ کا استعمال

معانی کے درمیان فرق اور بہت دوری ہوتی ہے، چنانچہ ہم کہتے ہیں؛ کہ تقلید مادہ کے اعتبار سے کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال میں استعمال ہوئی ہے تو یہ لفظ اس معنی سے شرعی ہے کہ اس پر شریعت کا ورود ہے۔

---

[1] « سورة آلعمران ٧٢ » .

نعم ! الشّرعيّ على معنيين : ١ . ما ورد به الشّرع . ٢ . ما يتوقّف على الشّرع فارجع إلى التّوضيح و التّلويح حتّى يحصل لك الحاصل [١].

اختلفوا أنّ اللّغة هل هي توقيفيّة او اصطلاحيّة :

فعند المعتزلة أنّ اللّغات بأسرها تثبت اصطلاحًا ، و ذهبت الطّائفة إلى أنّها تثبت توقيفًا [٢] .

و تؤخذ اللّغة اعتيادا كالصّبيّ العربيّ يسمع أبويه و غيرهما فهو يأخذ اللّغة عنهم على ممرّ الأوقات ، و تأخذ تلقّنًا من ملقّن ، و تؤخذ سماعًا من الرّواة الثّقات [٣].

البتہ شرعی اشیاء دو قسم ہوتی ہیں:

۱۔جس پر شریعت وارد ہو

۲۔جو شریعت پر موقوف ہو، خلاصہ کے حصول کیلئے التوضیح والتلویح ملاحظہ ہو،

پھر علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا لغت توقیفی ہے یا اصطلاحی؟

تو معتزلہ کے مطابق لغتیں ساری کی ساری اصطلاح سے ثابت شدہ ہیں جبکہ ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے؛ کہ لغت توقیفی ہوتی ہے۔

لغت یا تو عادی ہونے کی صورت میں سیکھی جاتی ہے، جیسا کہ عربی بچہ جو کہ اپنے ماں باپ اور ان کے علاوہ سے سنتا رہتا ہے تو وقت گزرنے کے ساتھ وہ لغت سیکھ لیتا ہے یا کسی تلقین کرنے والے کی تلقین سے سیکھ جاتا ہے، اور کبھی اس کو بااعتماد راویوں سے سننے کے ذریعے لیا جاتا ہے۔

---

[١] « التّوضيح و التّلويح ص ٤٤ » .

[٢] « و التّفصيل في جواهر القاموس ص ٥ / ج ١ » .

[٣] « كما في جواهر القاموس ص ١٠ / ج ١ » .

و أمّا الاستعمال في كتاب الله فبلفظ القلائد كما في سورة المائدة ﴿ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ ﴾[1].

و قوله تعالى: ﴿ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ﴾[2].

و أمّا في الحديث فبلفظ متقلّد السّيوف كما روي عن جرير رضي الله عنه قال: كنّا في صدر النّهار عند النّبيّ ﷺ فجاءه قوم عراة محتابي النّمار، أو العباء متقلّدي السّيوف عامّتهم من مضر، بل كلّهم من مضر، فتعمّر وجه رسول الله ﷺ لما رأى به من الفاقة فدخل، ثمّ خرج فأمر بلالًا فأذّن، و أقام ... الحديث[3]، فالمذكور ههنا متقلّدي السّيوف من باب التّفعّل.

باقی رہا "تقلید" کا استعمال کتاب اللہ میں تو "قلائد" کے لفظ کے ساتھ ہوا ہے جیسا کہ سورۃ مائدہ میں ہے (ولا الهدى ولا القلائد) اور اللہ کے اس کلام میں (و الهدى والقلائد)

جبکہ حدیث میں "متقلد السیوف" کے لفظ سے استعمال ہوا ہے، جیسا کہ حضرت جریرؓ سے روایت ہے: کہ ایک روز ہم دن کے ابتدائی حصے میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے ننگے بدن والے، کمبل لپیٹے ہوئے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں، ان میں اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر کے لوگ تھے، ان پر فاقے کا اثر دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا، گھر تشریف لے گئے پھر واپس تشریف لائے اور بلالؓ کو آذان کہنے کا حکم دیا، بلالؓ نے آذان دی، اور تکبیر پڑھی۔ چنانچہ یہاں متقلد السیوف (تلواریں لٹکانے والے) ذکر ہوا ہے، جو کہ باب تفعل سے ہے

---

[1] « الآية ٢ » :

[2] « سورة المائدة ٩٧ » .

[3] « المشكوة ص ٣٣ » .

و عن أنسؓ قال : قال رسول اللهﷺ : طلب العلم فريضة على كلّ مسلم ، و واضع العلم عند غير أهله كمقلّد الخنازير الجواهر ، و اللؤلؤ ، و الذّهب « رواه ابن ماجة » [1].

و أمّا في أقوال الصّحابة ففي كنز العمّال [2] : و كتب أبو بكرؓ إلى أن قال : إنّ المسلمين قلّدوني أمر هذه الأمّة من غير إرادة منّي ، و لا محبّة فأسئل الله العون و التّوفيق .

و في حديث عمرؓ : أنّه استسقى فقال : فقلّدتنا السّمآء قلّدا كلّ خمسة عشر ليلة أي مطرتنا لوقت معلوم مأخوذ من قلّد الحمى [3].

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور نااہل کو علم سکھانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص گلے میں جواہرات موتی اور سونے کا ہار ڈالدے۔

اور رہے صحابہؓ کے اقوال تو (کنز العمال) میں ہے "ابو بکرؓ نے خط لکھا تھا (جسمیں "قلّدونی" کا لفظ مستعمل ہے) جس میں یہ بھی تھا: بے شک مسلمانوں نے میرے ارادے اور میرے پسند کرنے کے بغیر اس امت کے امر (خلافت) میں مجھے پیشوا بنایا"۔

جبکہ حضرت عمرؓ کی حدیث میں ہے: کہ انہوں نے بارش طلب کی، پس فرمایا: برسی ہم پر بارش ہر پندرہ رات میں، یعنی برسی ہم پر معلوم وقت میں، (یہاں "فقلّدتنا" کا لفظ مستعمل ہے) جو کہ قلد الحمی سے ماخوذ ہے۔

---

[1] « المشكوة ۳۴ » .

[2] « ۳۷۱ / ج ۲ » .

[3] « جواهرا لقاموس ص ۴۷۶ / ج ۲ » .

و منه التّقليد في الدّين ، و تقليد الولاة الأعمال و هو مجاز[1].

و قلّده القوم الأمر أي قلّد عبد الرّحمن بن عوف القوم أمر انتخاب الخليفة بعد انتقال عمر رضي الله عنه ، و وصيّته لستّة نفر كما هو المذكور في كتب السّير ، فانتخب عبد الرّحمن عثمان .

و قال أبو قتادة لعليّ : يا أمير المؤمنين إنّ رسول الله قلّدني هذا السّيف[2] .

اسی سے ہے دین میں اور دوسرے کاموں میں اصحاب اختیار کی تقلید کرنا اور یہ جائز ہے ،

اسی طرح اس قول میں بھی ذکر ہے: اور مقلد بنایا قوم نے اس کو فیصلے کا (یعنی عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو قوم نے حضرت عمرؓ کے وفات اور آپؓ کے چھ آدمیوں کو وصیتؐ کے بعد خلیفہ کے منتخب کرنے پر ذمہ دار ٹھرایا۔ (جنکا تذکرہ سیرت کی کتب میں ہے) چنانچہ عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے عثمانؓ کا انتخاب کیا۔

اور ابو قتادہؓ نے حضرت علیؓ سے عرض کیا، کہ اے امیر المؤمنین بلاشبہ رسول اللہ نے میرے گلے میں تلوار کا یہ پرتلہ ڈالا تھا۔

---

[1] « جواهرا لقاموس ص ۴۷۵ / ج ۲ » .

[2] « تاريخ الطَبري ص ۲۳۷ » .

التّقليد المطلق ممدوح و مذموم كالاتّباع المطلق و الإطاعة المطلقة

فمطلق التّقليد : منه مذموم بل هو شرك و هو التّقليد في الإيمانيات ؛ لأنّ التّقليد في الإيمانيات اعراض عن البراهين القاطعة (فما يحل الاستفتآء فيه) والأحكام (الظّنيّة لا القطعية) المتعلّقة بالاعتقاد فإنّ المطلوب فيها العلم (على) المذهب (الصّحيح) فلا يجوز التّقليد فيها بل يجب تحصيلها بالنّظر الصّحيح كوجوده تعالى[1] .

و حجيّة الكتاب و السّنة من مسائل علم الكلام و العقائد .

و أمّا الاستدلال من التّقليد ففيه إعراض عن الكتاب و السّنة ، و التّقليد ليس من الحجج بالإجماع .

مطلق تقلید ممدوح اور مذموم ہو سکتی ہے جیسا کہ اتباع اور اطاعۃ مطلقہ

سو مطلق تقلید وہ مذموم ہے بلکہ شرک ہے جو ایمانیات میں کی جائے۔ کیونکہ ایمانیات میں تقلید قطعی دلائل سے اعراض کرنا ہے، (چنانچہ جن مسائل میں فتوی طلب کرنا جائز ہے وہ احکام ظنّیہ ہیں نہ کہ قطعیہ جو عقیدے کے متعلق ہیں، کیونکہ اسمیں مقصود صحیح مذہب کا جاننا ہوتا ہے، لہٰذا ان بنیادی عقائد میں تقلید ناجائز ہے، بلکہ ان کا حصول صحیح نظر کے ساتھ واجب ہے، جیسا کہ اللہ کا وجود (تیسیر التحریر)۔ اور کتاب وسنت کی حجّیت علم الکلام اور عقائد کے مسائل میں سے ہے۔

رہا تقلید سے (اس مسئلے میں جسمیں کتاب اللہ اور سنت موجود ہو) استدلال کرنا تو اس میں کتاب اللہ اور سنت سے منہ موڑنا ہے کیونکہ تقلید بالاتفاق دلائل (شرعیہ) میں سے نہیں۔

---

[1] « تيسير التّحرير لأمير بادشاه الحنفي ص ٢٤٣ / ج ٤ » .

و بالجملة لا يجوز التّقليد في الإيمانيات ، و لا يجوز الإعراض عن الكتاب و السّنّة في مسئلة فيه الكتاب و السّنّة ، و هو الحكم في الاتّباع و الإطاعة ، و لا يجوز الاتّباع و الإطاعة لأحد ، و الإعراض عن الكتاب والسّنّة كما في التّقليد المذموم ، فالاتّباع و الإطاعة أيضًا كذلك.

ذكر الفرق بين التّقليد والاتّباع والإطاعة

و أمّا الفرق بين التّقليد و الاتّباع و الإطاعة :

فالألفاظ الثّلاثة مختلفة ، و كذا معنى كلّ واحد ، و مفهومه و إن كان فيه التّقارب و لكن فيه تفاوت : ففي التّقليد ترك التّفتيش ؛ لأنّ فيه تسليم قول الغير بدون تفتيش.

حاصل یہ ہوا کہ تقلید ایمانیات میں جائز نہیں اور نہ ہی کتاب اللہ اور سنت سے اعراض کرنا جائز ہے ایسے مسائل میں جن میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ موجود ہو۔

اور یہی حکم اتباع اور اطاعت کا بھی ہے کیونکہ کسی کے لیے بھی کسی دوسرے کی تابعداری و اطاعت اس طریقے سے جائز نہیں کہ اس سے کتاب وسنت کا اعراض لازم آئے ،اور ایسا ہی تقلید مذموم میں ہوتا ہے، چنانچہ اتباع اور اطاعت بھی ایسے ہیں۔

تقلید ،اتباع اور اطاعت کے درمیان فرق کا ذکر

رہا تقلید ،اتباع اور اطاعت کے درمیان فرق ،تو یہ تین مختلف الفاظ ہیں ،اس طرح ہر ایک کا معنی اور مفہوم اگرچہ (سرسری نظر سے) قریب ہے لیکن (بالامعان) ان میں تفاوت ہے:

تقلید میں تحقیق چھوڑ دی جاتی ہے کیونکہ یہ غیر کا قول لینا ہے بغیر تحقیق کئے۔

و في الاتّباع اتَباع أثر شيئ ، و في التّهذيب عن اللّيث : التّبع ما تبع أثر شيئ هو تبعه كما قال في صفة الظّبية : ؎

و قوائم تبـــع لها و من خلفها زمع معلق

و الزّمع جمع زمعة هي شبه أظفار الغنائم في الرّسغ ، في كلّ قائمة زمعتان ، و قيل : هي الهنة الزّائدة النّائتة فوق ظلف الشّاة ، أو هي شعرات المدلّات في موخر رجل الشّاة ، و الظّبي ، و الأرنب[1] ، ففي ترك الاتّباع ترك أثر شيئ ، و أمّا الطّاعة فضدّه العصيان كما يقال : العصيان (بالكسر) خلاف الطّاعة.

اور اتباع میں کسی کے نقش وقدم پر چلنا ہوتا ہے۔

تہذیب میں لیث رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے: کہ جو کسی چیز کے نشانات پر چل رہا ہو یہ اس کا تابع ہوتا ہے جیسا کہ ہرن کی تعریف میں کھا گیا ہے

«ترجمہ» : اور پاؤں جس کے نشانات باقی رہے اور اس کے پچھلی جانب لٹکے ہوئے بال ہیں۔

لفظ "زمع" جمع ہے زمعۃ کی، یہ چوپائیوں کی ٹانگوں میں انکے کھر کی مانند ہوتے ہیں، ہر پاؤں میں دو دو، کھا گیا ہے کہ یہ وہ زائد ابھرا ہوا گوشت ہے جو بکری کے کھر کے اوپر ہو، یا وہ بال جو بکری، ہرن یا خرگوش کے ٹانگوں کی پچھلی جانب لٹکے ہوتے ہیں (تلاش وتتبع سے معلوم ہوا کہ پشتو میں اسکو "وڑہ سوہ" کہتے ہیں، چنانچہ ترک اتباع میں کسی چیز کے آثار کا چھوڑنا ہوتا ہے۔

رہی اطاعت تو یہ عصیان کی ضد ہے جیسے کھا جاتا ہے: (العصيان خلاف الطاعة) عصیان طاعت کی ضد ہے۔

---

[1] « جواهر القاموس ص ٣٧٠ / ج ٥ » .

تفصيل الاتّباع والطّاعة والتّقليد المذموم

فالاتّباع المذموم كما قال الله تعالى : ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾[1] .

قال ابن عباس رضي الله عنه : خطوات الشّيطٰن أعماله .

فيستفاد من ظاهر قوله الاتّباع في الأعمال .

و قال الله تعالى : ﴿ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا أَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (۱۷۰) ﴾[2] .

اتباع وطاعت اور تقلید مذموم کا بیان

مذموم اتباع جیسا کہ اللہ جل شانہ کے قول میں ہے «ترجمہ»: اور پیروی نہ کرو شیطان کی بیشک وہ تمہارا دشمن صریح ہے۔

عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہے: کہ شیطان کے خطوات اس کے اعمال ہیں؛ چنانچہ اس قول کے ظاہر سے اعمال میں تابعداری کرنا معلوم ہو رہا ہے۔

اور ارشاد باری ہے «ترجمہ»: اور جب ان سے کوئی کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو نازل فرمایا ہے اللہ نے، تو کہتے ہیں ہر گز نہیں! ہم تو تابعداری کرینگے اس کی جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادا کو بھلا اگرچہ ان کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ۔

---

[1] « سورة البقرة ۱۶۸ » .

[2] « سورة البقرة ۱۷۰ » .

وكذا : ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ﴾ [1] .

و: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ﴾ [2] .

فهذا اتّباع مذموم ؛ لأنّهم تركوا ما أنزل الله و اتّبعوا آبآئهم المشركين ، هل هذا إلّا شرك.

و الإطاعة المذمومة: كما قال الله تعالى : ﴿ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴾ [3] .

ایسے ہی فرمایا «ترجمہ»: جب کہا جاتا ہے ان کو آؤ اس طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف، تو کہتے ہیں؛ ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔

اسی طرح فرمایا «ترجمہ» اور جب ان کو کہے، چلو اس حکم پر جو اتارا اللہ نے، کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔

یہی اتباع مذموم ہے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے کو چھوڑ کر اپنے مشرک باپ دادوں کی تابعداری کی اور یہی شرک ہے۔

ایسے ہی اطاعت مذمومہ ہے، جیسے اللہ تعالی کے اس فرمان میں «ترجمہ»: اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا، پھر انہوں نے بہکا دیا ہم کو راہ سے۔

---

[1] « سورة المائدة ۱۰۴ » .

[2] « سورة لقمان ۲۱ » .

[3] « سورة الأحزاب ۶۷ » .

و أمّا الاتّباع الممدوح و الإطاعة الممدوحة فكما في قوله تعالى : ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾[1].

فالتّقليد و الاتّباع و الإطاعة عند الإعراض عمّا أنزل الله كفر ، و شرك كما روي عن ابن مسعودؓ : لا يقلّدن أحدكم دينه رجلًا إن آمن آمن و إن كفر كفر [2].

فإنّ في قول ابن مسعودؓ: تصريحا بالإيمان ، و الكفر و هو من الإيمانيات و هو المقصود بالذّمّ

رہی اتباع ممدوح اور اطاعت ممدوح تو جیسا کہ قول تعالی ہے «ترجمہ» : تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ پر چلو تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے۔

چنانچہ تقلید، اتباع، واطاعت اللہ کے نازل کردہ کتاب سے اعراض کی صورت میں کفر و شرک ہے۔

جیسا کہ ابن مسعودؓ سے روایت منقول ہے: تقلید نہ کرے تم میں سے کوئی اپنے دین میں کسی آدمی کی کہ اگر وہ ایمان لائے تو یہ بھی ایمان لانے پر تیار ہو جائے اور اگر وہ کفر کرتا ہے تو یہ بھی کفر کیلئے تیار ہو۔

چنانچہ ابن مسعودؓ کے قول میں ایمان اور کفر کی تصریح موجود ہے اور یہ ایمانیات کا مسئلہ ہے، اور قابل مذمت یہی تقلید ہے۔

---

[1] « سورة النّسآء ۵۹ » .

[2] « إعلام الموقّعين لابن القيم ص ۱۹۵ / ج ۲ » .

كما قال أحمد بن حنبل رحمه الله توصيّة لتلميذه أبي داؤد رحمه الله صاحب السّنن : لا تقلّدنّي ، و لا تقلّدنّ مالكًا و لا الأوزاعيّ و لا النّخعي و لا غيرهم و خذ الأحكام من حيث أخذوا.

و قال : من قلّة فقه الرّجل أن يقلّد دينه الرّجال .

و من الظّاهر البيّن أنّ وصيّة أحمد لتلميذه أبي داؤد السّجستاني بالاجتناب غن التّقليد بالأئمّة المذكور ، و وصيّته بالرّجوع إلى الأخذ من حيث أخذوا أنّ وصيّته في مأخذ فيه الدّلائل من الكتاب و السّنّة ، لا يجوز لأحد إذا كان في المسئلة الكتاب و السّنّة التّقليد ، بل يجب فيه الأخذ من الكتاب و السّنّة كما في البخاري : باب فضل العلم باب رقم ١ / ص ١٤ ، و باب الفهم في العلم باب رقم ١٤ / ص ١٦ ، و باب الاغتباط في العلم و الحكمة باب رقم ١٥ / ص ١٧ ، و باب فضل العلم باب رقم ٢٢ / ص ١٨ .

جیسا کہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد ابوداؤد رحمہ اللہ (جو سنن کے مصنف ہیں) کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا: نہ میری تقلید کرو، اور نہ امام مالک، نہ اوزاعی، اور نہ نخعی کی اور نہ انکے علاوہ کسی اور کی، اور حکم وہاں سے لیا کرو جہاں سے انہوں نے لیا ہے۔

اور بالکل ظاہر ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کی وصیت اپنے شاگرد ابوداؤد سجستانی کو ائمہ مذکورہ کی تقلید سے خود کو بچانے کی تھی، اور اس بات کی کہ کسی کے حق میں تقلید جائز نہیں کہ جب مسئلہ میں کتاب اور سنت موجود ہوں بلکہ اس میں کتاب اور سنت پر عمل کرنا واجب ہے، جیسا کہ بخاری میں ہے: باب فضل العلم ، باب الفهم فی العلم ، باب الاغتباط فی العلم والحکمة ،باب فضل العلم .

رحم الله من أنصف و أعاذنا الله من شرّ الفتن ما ظهر منها و ما بطن و من شرّ سوء الفهم و الغباوة و الغواية ؛ فمن أين أخذوا أنّ التّقليد ممنوع مطلقًا و الاتّباع ما ثبت عليه الحجّة ، و من أين أخذوا أنّ التّقليد في دين الله غير صحيح ، ثمّ استدلّوا على ذلك من تلك الآيات فيه ذكر : لا تتّبعوا خطوات الشّيطٰن و ذكر بل نتّبع آبائنا و ذكر أطعنا سادتنا و كبرآئنا و تفسيره بالتّقليد طعنًا في الأئمّة و في لفظ التّقليد .

و قالوا : الاتّباع في الدّين مسوغ استدلالًا من قوله تعالى : **فاتّبعوني**، و قوله تعالى : **أطيعوا الله و أطيعوا الرّسول** .

اللہ (جل شانہ) عدل وانصاف کرنے والوں پر رحم فرمائیں اور ہم کو فتنوں کی شر انگیزی سے "جو انمیں ظاہر ہے یا باطن میں چھپی ہوئی" اپنی پناہ میں رکھے، اور یہ کہ پناہ دے بد فہمی کے شر اور غباوۃ و گمراہی سے۔

کہاں سے ان لوگوں نے یہ سیکھا ہے کہ تقلید علی الاطلاق ممنوع ہے اور اتباع اُسے کہتے ہیں جس پر دلیل قائم ہو۔

اور کہاں سے یہ سمجھا ہے کہ اللہ کے دین میں تقلید درست نہیں، پھر (اس ہٹ دھرمی کو دیکھو کہ) اس پر ان آیتوں کو دلیل بناتے ہیں جن میں ہے کہ : ((ترجمہ)) "شیطان کے گاموں کی تابعداری مت کرو۔

یا مشرکین کے حال کا بیان ہے : ((ترجمہ)) : بلکہ تابعداری کریں گے اپنے باپ دادوں کی "

اسی طرح یہ ذکر ہے کہ ((ترجمہ)) : اور ہم نے کھا مانا اپنے سرداروں اور بڑوں کا۔

اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ دین میں اتباع جائز ہے، اور دلیل لیتے ہیں باری تعالیٰ کے اس فرمان سے کہ : (فاتبعونی) "میری تابعداری کرو اور اس ارشاد سے (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول) ((ترجمہ)) : اللہ اور رسول کی تابعداری کرو۔

فيا للعجب من سوء الفهم و إضاعة الأدب ، و التّلاعب بالكتاب و السّنّة.

فاللّفظ واحد و هو الاتّباع و يفسّرونه بالتّقليد في مقام الذّم طعنًا على الأئمّة و الفقهآء و وطعنا في دين الله الأتم ، و يفسّرونه بالاتّباع الممدوح في مقام المدح وكذا يفعلون بالاطاعة الممدوحة والإطاعة المذمومه.

و هذا دأبهم في توضيح لفظ الإطاعة خذ هذا !

ہائے تعجب ! انکی علمی اور ادبی صلاحیتوں کے ضیاع پر اور کتاب اور سنۃ کو کھلونہ بنانے پر ، لفظ تو ایک ہے اتباع کا، تاہم مذمت کی جگہ اس کی تفسیر تقلید سے کرتے ہیں ائمہ اور فقہاء کے خلاف عیب جوئی کرنے کیلئے ، اور مقام مدح میں اس کی تفسیر اتباع ممدوح سے کر دیتے ہیں۔

بالکل یہی معاملہ (دہوکے والا) اطاعت کے لفظ کی وضاحت میں بھی کرتے ہیں۔ یہ دیکھئے !

تفصيل التّقليد والاتّباع الممدوحين والإطاعة الممدوحة

الآن نفصّل التّقليد الممدوح والاتّباع الممدوح و الإطاعة الممدوحة.

أمّا التّقليد الممدوح : فمن مسائل أصول الفقه ، و هو علم بقواعد يتوصّل بها إلى استنباط الأحكام الفقهيّة عن دلائلها [1].

و الدّلائل الثّلاثة كما في الحسامي : فإنّ أصول الشّرع ثلاثة : الكتاب و السّنّة و إجماع الأمّة .

و ذكروا القياس بتبع الدّلائل كما قال : و الأصل الرّابع القياس المستنبط من هذه الأصول ؛ فالاجتهاد و القياس ليس من الدّلائل المثبتة عندهم بل من الأماراة تحصل به العلم بوجوب العمل بتوسّط الظّن [2].

ممدوح تقلید واتباع اور ممدوح اطاعت کی تفصیل

اب ہم ممدوح تقلید واتباع اور ممدوح اطاعت کی تفصیل ذکر کرتے ہیں :

تو تقلیدِ ممدوح کا تعلق اصول فقہ کے مسائل سے ہے ، اور "اصول فقہ جاننا ہے ان قواعد کا جن کے ذریعے سے احکامِ فقہیہ کو انکے دلائل سے استنباط کرنے تک رسائی ہو سکے "اور دلائل ثلاثہ سے ہے ، جیسا کہ حسامی میں ہے : بلاشبہ شریعت کے تین اصول ہیں کتاب سنت اور امت کا اجماع جبکہ قیاس کو انہوں نے دلائل کے تبعیت میں ذکر کیا ہے ، اور کہا کہ : چوتھا اصل قیاس ہے پر قیاس جو ان اصول مذکورہ سے مستنبط ہو۔

چنانچہ اجتہاد اور قیاس اصولیین کے ہاں دلائل مظہرہ میں سے نہیں شمار کئے جاتے پس اس کا مرتبہ ایک علامت کا (اماراۃ) ہے ، جس کے ذریعے عمل کے وجوب کو ابوسطۂ ظن کے جانا جاتا ہے۔

---

[1] « كما في مسلّم الثّبوت ص ٨ » .

[2] « حاصل ما في مسلّم الثّبوت ص ٧ » .

بيان الضّرورة للاجتهاد والقياس

؛ لأنّ من المشاهد بداهة أنّ بعض المسائل ليس فيه النّصّ صريح الدّلالة من الكتاب و السّنّة .

و قد يكون فيه الحديث و لكن يكون على سنده الكلام فإذًا لا يكون الحديث قطعيّة الثّبوت إيضًا فإذا كان المبتلى بنحو هذه المسائل فيسئل المستفتي عن عالم فيجتهد العالم الرّاسخ إذا كان من أهل الرّأي و أهل الذّكر ، و يشغل في تفصيل المسئلة ، و إثباتها من الكتاب و السّنّة ، و يجب عليه ذلك .

قیاس اور اجتہاد کی ضرورت کا بیان

کیونکہ سراسر ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں کتاب وسنت کی واضح نص موجود نہیں ہوتی، اور بسا اوقات ان میں حدیث مل جاتی ہے لیکن اس کی سند پر کلام ہوتا ہے، تو حدیث قطعی الثبوت نہیں رہتی۔

تو ایسی حالت میں جس کو ایسے مسائل درپیش ہوں، (تو انکے حل کے لئے) تو وہ علمی رسوخ رکھنے والے عالم سے پوچھے گا سو وہ اجتہاد کریگا اگر وہ اہل رائے اور اہل ذکر میں سے ہوا، اور مسئلے کی تفصیل میں مشغول ہوگا، اور کتاب اللہ اور سنت سے ثابت کرنے میں لگے گا، اور یہ اس کے فرائض میں ہے۔

وقت الحاجة إلى القياس

فإذا لم يجد في المسئلة الكتاب صريح الدّلالة و لا السّنّة القائمة فيجتهد كما هو المنقول من زمن النّبوّة فعن معاذ بن جبلؓ أنّ رسول اللهﷺ لمّا بعثه إلى اليمن قال : كيف تقضي إذا عرض لك القضآء ، قال : أقضي بكتاب الله ، قال : فإن لم تجد في كتاب الله ، قال : فبسنّة رسول اللهﷺ ، قال : فإن لم تجد في سنّة رسول الله ، و لا في كتاب الله ؟ قال : أجتهد رأئي و لا آلو .....

قیاس کو احتیاج

چنانچہ جس مسئلہ میں کتاب اللہ سے صریح الدلالۃ نص اور سنت مستقیمہ نہ مل سکے تو وہاں اجتہاد کیا جائیگا، اور یہ طریقہ نبوی دور سے چلا آرہا ہے، معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے: کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انکو یمن بھیجنا چاہا۔

تو فرمایا: کہ جب کوئی قضیہ تمہارے سامنے پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کروگے؟ عرض کی کہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو! تو عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں میں نہ ملے کہنے لگے اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد واستنباط کروں گا، اور (حق تک پہنچنے کی کوشش میں) کوتاہی نہیں کروں گا۔

فضرب رسول الله ﷺ صدره ، فقال : الحمد لله الّذي وفّق رسول رسول الله بما يرضٰى به رسول الله « سنن أبي داؤد[1] » .

ألا ترى أنّه عليه السلام سئل عن معاذ رضي الله عنه تمرينًا كيف تقضي إذا عرض لك القضآء فأجاب في الجواب و أجاد ؛ لأنّ تتبّع الكتاب والسّنّة واجب.

تو آنحضرت ﷺ نے (فرط مسرت سے) حضرت معاذؓ کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا کہ شکر ہے اس ذات کی جس نے اللہ کے رسول کے اس قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔

کیا آپ نے سوچا نہیں کہ آپ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ سے مشق کے طور پر سوال کیا؛ کہ جب تمہیں کوئی قضیہ در پیش ہو تو کیسے فیصلہ کروگے؟

اور انہوں نے کیا ہی خوب جواب دیئے، کیونکہ کتاب اور سنت سے مسئلے کا تلاش کرنا واجب ہے۔

---

[1] « المشكوه ص ٣٢٤ »

بيان شرائط القياس

و لكن قد تقع مسئلة لا يوجد فيها الكتاب و السّنّة فيجتهد ، و لكن إذا كان العالم راسخًا من أهل الذّكر ، و أهل الرّأي كما قال معاذ رضي الله عنه : أجتهد رأيي ، فقوله : أجتهد رأيي قرينة أنّه كان من أهل الرّأي كما قيل : من شرطه أن يكون صحيح الفهم عارفًا بالعربيّة و أساليب الكلام و مراتب التّرجيح متفطّنًا لمعاني كلامهم لا يخفى عليه غالبًا تقييد ما يكون مطلقًا في الظّاهر ، و المراد منه المقيّد و إطلاق ما يكون مقيّدًا في الظّاهر و المراد منه المطلق [1].

و عن وابصة بن معبّد أنّه قال عليه السلام :استفت نفسك استفت قلبك[2].

قیاس کی شرائط کا بیان

لیکن کبھی تو ایسا مسئلہ در پیش ہوتا ہے کہ جس میں کتاب اور سنت نہ ہو تو اجتہاد ہی کرنا پڑتا ہے، پر تب جب کہ عالم راسخ علم والا ہو اور اہل ذکر و اہل رائے میں شمار اجاتا ہو، دیکھیں کہ معاذؓ نے فرمایا تھا کہ "اجتهد رائی " تو یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ وہ اہل رائے میں تھے، جیسے فرمایا گیا ہے :اجتہاد کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مجتہد مناسب فہم کا مالک، عربی زبان کا جاننے والا ہو اور کلام کے اسلوب ترجیح کے مراتب کی معرفت رکھتا ہو، فقہاء کے کلام کے معانی سمجھ سکتا ہو اور جس پر عموماً ایسی عبارتیں مخفی نہ ہوں جو بظاہر مطلق نظر آتی ہیں، لیکن ان میں کوئی قید ملحوظ ہوتی ہے، یا جو بظاہر مقید ہوں لیکن ان سے مراد اطلاق ہی ہو ۔ وابصہ بن معبدؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے نفس سے اور اپنے دل سے فتوی لو۔

---

[1] « عقد الجيد ص ٥١ » .

[2] « المشكوة ص ٢٦١ » .

و قال عليه السلام لأمير الجيش : إذا حصرت أهل الحصن فأرادوك أن تجعل لهم ذمّة الله و ذمّة نبيّه عليه السلام ؛ فلا تجعل لهم ذمّة الله و ذمّة نبيّه عليه السلام و لكن اجعل لهم ذمّتك و ذمّة أصحابك فإنّكم أن تحفروا ذممكم و ذمم اصحابكم أهون من أن تحفروا ذمّة الله و ذمّة رسوله ، و إن حاصرت أهل حصن فأرادوك أن تنزلهم على حكم الله فلا تنزلهم على حكم الله و لكن أنزلهم على حكمك فإنّك لا تدري أتصيب حكم الله فيهم أم لا «رواه مسلم » [1].

اسطرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کے امیر سے فرمایا تھا: جب تم کسی قلعہ یا بستی کے لوگوں یعنی دشمن کا محاصرہ کرو، اور وہ قلعہ یا بستی والے تم سے اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد امان لینا چاہیں تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے امان دینے کا عہد نہ کرنا، البتہ اپنے اور اپنے رفقاءِ جہاد کی طرف سے عہد امان دے دینا کیونکہ اگر تم اپنے رفقاء کے دیے ہوئے عہد و امان کو توڑ دو، تو یہ اللہ اور اس کے رسول کے عہد امان کو توڑنے سے ہلکا ہوگا، ور جب تم کسی قلعہ کے لوگوں کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے تم سے اللہ کے حکم پر اپنا محاصرہ اٹھالینے کی درخواست کریں، تو تم اللہ کے حکم پر ان کا محاصرہ نہ اٹھانا بلکہ اپنے حکم پر ان کا محاصرہ اٹھانا کیونکہ تمہیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ تم ان کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت اللہ کے حکم تک پہنچ گئے ہو یا نہیں یعنی تمہیں یہ کیسے معلوم ہوگا کہ تم نے انکا محاصرہ اٹھالینے کا جو فیصلہ کیا ہے، وہ اللہ کے نزدیک صحیح بھی ہے یا نہیں، ہو سکتا ہے کہ تم اس میں بھول چوک کر رہے ہو، جیسا کہ مجتہد، کہ وہ صحیح حکم تک بھی پہنچ جاتا ہے، اور کبھی تو خطا بھی کر لیتا ہے۔ (مسلم)

---

[1] « المشكوة ص ٢٦٣ » .

و عن شريح أنّ عمر بن الخطّاب كتب إليه إن جآءك شيئ في كتاب الله فاقض به ، و لا يلتفتك عنه الرّجال فإن جآءك ما ليس في كتاب الله فانظر سنّة رسول اللهﷺ فاقض بها ، فإن جآءك ما ليس في كتاب الله ، و لم يكن فيه سنّة من رسول اللهﷺ فانظر ما اجتمع عليه النّاس فخذ به فإن جآءك ما ليس في كتاب الله ، و لم يكن في سنّة رسول اللهﷺ ، و لم يتكلّم فيه أحد قبلك فاختر أيّ الأمرين ، و إن شئت أن تجتهد برأيّك ، ثمّ تقدّم فتقدّم ، و إن شئت أن تتأخّر فتأخّر ، و لا أرى التّأخّر إلّا خيرًا لك[1] .....

اور شریح ؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت عمرؓ نے انکو لکھا، اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب کتاب اللہ میں موجود ہے تو اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور ایسی صورت میں لوگوں کی ذاتی آراء تمہیں اس سے روک نہ دیں ،اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو دیکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب نہ کتاب اللہ میں ملے ،اور نہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت نظر آئے تو ایسی بات ڈھونڈنا کہ جس پر پہلے لوگ متفق رہے ہوں ،اور اس پر عمل کرلو،اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جو کتاب اللہ میں نہ ملے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ، اور اس کے بارے میں تم سے پہلے کسی (فقیہ) نے کلام بھی نہ کیا ہو، تو دو باتوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو، اگر اپنی رائے سے اجتہاد کرکے اقدام کرنا چاہو تو کرلو اور اگر ایسے معاملے کے فیصلے سے پیچھے ہٹنا چاہو تو ہٹ جاؤ اور تمہارے لیے میں پیچھے ہٹنے کو بہتر ہی سمجھتا ہوں۔

---

[1] « سنن الدّارمي ص ۵۵ / ج ۱ , بحوالة تقليد كى شرعي حيثيّت ص ۱۱۲ » .

و في صحيح البخاري : باب الحجّة على من قال : إنّ أحكام النّبيّ كانت ظاهرة فظهر من الأخبار جواز العمل بالقرآئن ؛ لأنّ النّفس ليس من الدّلائل كما في الرّواية و كذا ذمّة الأمير و ذمّة أصحابه ليس من الكتاب و السّنّة ، وكذا في قول عمر رضي الله عنه ذكر الأمارات و القرآئن ، فعِلمُ الإمام و المجتهد يستفاد من الأمارات .

بيان المراد بالأدلّة والأمارات

و المراد بالأدلّة الأمارات[1] الحاصل أنّ الأدلّة في المسئلة لا يوجد فيها الكتاب و السّنّة و الأمارات .

جبکہ صحیح بخاری میں ہے، (باب الحجة على من قال ان احكام النبى ﷺ كانت ظاهرة) باب ہے اس شخص کے خلاف دلائل کے بیان میں جو کہتا ہے کہ نبی ﷺ کے احکام ظاہری تھے، چنانچہ اس اعتبار سے قرائن پر عمل کرنے کا جواز ثابت ہوگیا، کیونکہ یہ نفس دلائل میں سے تو نہیں جیسا کہ روایت میں ذکر ہوا، اسی طرح امیر کا ذمہ اور اسکے ساتھیوں کا ذمہ کتاب اللہ اور سنت میں سے نہیں ہے، ایسا ہی عمرؓ کے قول میں قرائن اور امارات کا تذکرہ ہے سو امام اور مجتہد کا علم امارات سے مستفاد ہوتا ہے۔

ادلہ اور امارات سے مراد کا بیان

بلاشبہ ادلہ سے مراد امارات ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ دلائل ان مسائل میں ضروری ہیں جن میں کتاب، سنت اور امارات نہ ہوں۔

---

[1] « كما في مسلّم الثّبوت »

تعريف القياس ، والأمور اللّازمة له عند المحقّقين

و المراد من الأمارات ما ذكروا من تنقيح المناط و هو استخراج العلّة لتعرف حال المنصوص أوّلًا و إن لزمه التّعديّة إلى غير المنصوص آخرًا.

فعند المحقّقين التّنقيح و التّخريج و تحقيق الوصف و العلّة ليس من القياس ، بل القياس هو التّقدير لغة ، و أخذ حكم الفرع من الأصل عند الفقهآء إذا لم يكن في الفرع نصّ ، و قالوا : إنّ قياس الشّبه كالتّشبيه عند البيان ؛ لأنّ في التّشبيه دلالة على مشاركة أمر لأمر في معنى ، و أمّا قياس المجتهدين فيقال له : قياس العلّة .....

محققین کے نزدیک قیاس کی تعریف اور اسکے لازمی امور

امارات سے مراد وہ ہیں جو فقہاء نے ذکر کیں یعنی رائے کی اصلاح اور علت کا نکالنا ہے تاکہ پہلے منصوص کی حالت معلوم ہوسکے اگرچہ حالت آخر میں غیر منصوص کی طرف تعدیت لازم قرار پاتی ہے۔

محققین کے نزدیک تنقیح ، تخریج ، تحقیق الوصف اور علت قیاس میں سے نہیں بلکہ قیاس لغت میں اندازہ کرنا ہے اور فقہاء کے ہاں "فرع کا حکم اصل سے لینا جب فرع میں کوئی نص موجود نہ ہو" ، اور یہ بھی فرمایا کہ قیاس الشبہ ایسا ہے جیسا کہ علم البیان میں تشبیہ ہے، کیونکہ تشبیہ میں ایک کام کی دوسرے کیساتھ معنوی مشارکت پر دلالت ہوتی ہے۔

اور رہا مجتہدین کا قیاس تو اس کو قیاس العلۃ، سے موسوم کیا جاتا ہے۔

فهناك يدّعي المجتهد كون الوصف علّة ، و هو الوصف الصّالح المعدّل بظهور أثره في جنس الحكم المعلّل به ، و هو الشّامل للاستحسان بالقياس الخفيّ لا للاستحسان بالأثر ، و الإجماع ، و الضّرورة و هو مختار المحقّقين .

و قيل : بالعلل الطّرديّة ، و يقال : فيها إذا وجد فوجد ، و إذا امتنع فامتنع ، و يحتاج إلى التّفصيل ، و معرفة إصطلاحهم فارجع إلى مباحث القياس من الحسامي ، و مسلّم الثّبوت ، و التّوضيح و التّلويح ، و لهم فيه ألفاظ مختلفة كما في معارف السّنن[1] .

یہاں پر مجتہد وصف کو علت قرار دیتا ہے البتہ وہ وصف جو قابل اعتبار ہو، اور اپنے اثر کا حکم معلل بہ کی جنس میں ظاہر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور یہ قیاس خفی کیساتھ استحسان کو بھی شامل ہے، نہ کہ (شامل نہیں) استحسان بالاثر بالاجماع اور بالضرورت کو۔ یہی محققین کے نزدیک مختار ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ تعلیل طردیت کیساتھ ہوتی ہے، جسکے بارے میں یوں کہا جاتا ہے: کہ جب پایا گیا تو پایا جائے گا اور اگر ممتنع ہوا تو ممتنع ہی ٹھرے گا ہے، اور یہ تفصیل اور فقہاء کی اصطلاحات کے جاننے کو محتاج ہے، سو حسامی، مسلم الثبوت، اور توضیح تلویح میں، قیس کی مباحث کی طرف رجوع کیجئے۔ ان (اہل فن) کی اس بارے میں تو مختلف تعبیرات ہیں۔ جسکا بیان (معارف السنن) میں ہے۔

---

[1] « ص ۶۵ / ج ۱ » .

ذكر بعض أقسام القياس ، وردّ قول المنتقد

ثمّ القياس باعتبار العلّة ينقسم عندهم إلى قياس العلّة ، و قياس الشّبه ، و قياس الدّلالة ، و قياس المعنى ، و قياس العكس ، و قياس الطّرد ، و لا يقال : إنّ هذا الغاز لا يفهم به أحد ؛ لأنّا نقول : في تراجم البخاري دقّة والغاز و أزيد من هذا الالغاز ، فكيف يفهم أحد بتراجم صحيح البخاري إذ لم يفهم مقصد هذه الألفاظ .

و قال أبو عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله : باب من شبّه أصلًا معلومًا بأصل مبيّن [1].

قیاس کی بعض اقسام اور تنقید کرنے والے کے قول کی تردید

قیاس ان (اہل فن) کے ہاں علت کے اعتبار سے مندرجہ ذیل اقسام کو منقسم ہے:

قیاس العلة ،قیاس الشبہ ، قیاس الدلالة ، قیاس المعنی ، قیاس العکس ،قیاس الطرد یہ واویلا نہ کیا جائے کہ یہ ایک معمہ (مشکل مسئلہ) ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ ہم بخوبی یہ کہہ سکتے ہیں کہ بخاری کے تراجم میں ایسی باریکیاں اور معمہ جات ہیں جو اس سے کہیں زیادہ گہرے ہیں۔ تو جو شخص ان الفاظ کو نہیں سمجھ پاتا وہ بھلا بخاری کے تراجم کیسے سمجھے گا؟

ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (باب من شبہ الخ) باب ہے اس شخص کے بارے میں جو اصل معلوم کی تشبیہ ایک اصل واضح سے دے۔

---

[1] « ص ۶۳۷ / ج ۲ » .

و قال : باب ما جآء في اجتهاد القاضي بما أنزل الله [١] .

و قال : باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب و أخطأ ، و باب إذا اجتهد العامل و الحاكم فأخطأ [٢].

فظهر من التّحقيق المذكور أنّ بعض المسائل لا يوجد فيه الدّليل من الكتاب و السّنّة ، و الرّاسخين من أهل الذّكر و الرّأي ، فيستنبطونه بالتّنقيح و التّخريج و التّحقيق و الرّأي الصّحيح و القياس .....

اور فرمایا، (باب ماجاء الخ) باب ہے اسکے بیان میں جو قاضی کے ما انزل اللہ کے ساتھ اجتہاد کرنے کے بارے میں آیا ہے۔

اسی طرح فرمایا (باب اجر الحاکم) باب ہے حاکم کے اجر کے بیان میں جب وہ حق تک پہنچا ہو یا خطا کر لی ہو۔

اور باب ہے اس میں کہ عامل اور حاکم اجتہاد کرکے خطا ہو جائے۔

چنانچہ مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں، جن میں کتاب اور سنت سے کچھ نہیں ملتا جبکہ اہل فکر اور اہل رائے میں بااثر لوگ ایسے مسائل کو تنقیح، تخریج، تحقیق سے اور صحیح رائے اور قیاس کے ذریعے سے مستنبط کرتے ہیں۔

---

[١] « ص ٦٣٧ / ج ٢ » .

[٢] « ص ٦٤٢ / ج ٢ » .

كما قال الله تعالى : ﴿ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ﴾[1].

ففيه دلالة على أنّ بعض الأحكام غير منصوص يحتاج فيه إلى الاستنباط ، وأيضًا دلالة على أنّ على العامي تقليد العلمآء في أحكام الحوادث[2].

جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

«ترجمہ» "اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے، کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اسکو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اسکی جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں۔

آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ بعض احکام غیر منصوصی ہوتے ہیں کہ انکے استنباط کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عوام ایسے حوادثات میں علماء کی تقلید کرے گی۔

---

[1] « سورة النّسآء ۸۳ » .

[2] « الجصّاص » .

ذکر بحث المقلّد

فهذا شأن المسئلة و الإمام فلنذكر بحث المقلّد :

أمّا المقلّد : فهو كلّ من ليس له ملكة الاجتهاد و الاستنباط ، و يقال له : العامي أيْضًا ، يجب عليه التّقليد و الاقتدآء ، و اتّفقوا على ذلك كما روي عن ابن مسعودؓ من كان مستنًّا فليستنّ بمن قد مات فإنّ الحيّ لا تؤمن عليه الفتنة ، أولٰئك أصحاب محمّدﷺ كانوا أفضل هذه الأمّة فأعرفوا لهم فضلهم ، و اتّبعوا على أثرهم ، و تمسّكوا بما استطعتم من أخلاقهم و سيرهم فإنّهم كانوا على الهدى المستقيم[1]

.....

مقلد کی بحث کا ذکر

یہ تو مسئلہ امام کے متعلق بیان ہوا، اب مقلد کی بحث ذکر ہونی چاہئے : تو بہر حال مقلد وہ ہے جس کو اجتہاد واستنباط کا ملکہ و تجربہ حاصل نہ ہو ، جس کو " عامی" بھی کہتے ہیں ،اس پر تقلید اور تابعداری واجب ہے،اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے۔

جیسے ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے: کہ جو شخص کسی طریقے کی پیروی کر رہا ہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں کی راہ اختیار کرلے جو گزر چکے ہیں، کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہو سکتا اور جو لوگ گزر چکے ہیں وہ آپ ﷺ کے اصحاب ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ تھے ، لہٰذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقش وقدم کی پیروی کرنے لگو اور جہاں تک ہو سکے ان کے آداب واخلاق کو بھی اختیار کرلو، اس لئے کہ وہی لوگ ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے ۔

---

[1] « المشكوة باب الاعتصام ص ۳۲ » .

12

و إذا كان المفتي على هذه الصّفة فعلى العامي تقليده و إن كان المفتي أخطأ في ذلك و لا معتبر بغيره كما روى الحسن عن أبي حنيفة ، و ابن رستم عن محمّد ، و بشير بن الوليد عن أبي يوسف [1].

و كذا قال أبو يوسف : على العامي الاقتدآء بالفقهآء لعدم الاهتدآء في حقّه إلى معرفة الأحاديث .

و قال العلّامة سيف الدّين الآمدي : العامي و من ليس له أهليّة الاجتهاد و إن كان محصّلًا لبعض العلوم المعتبرة في الاجتهاد يلزمه اتّباع قول المجتهدين ، و الأخذ بفتواه عند المحقّقين من الأصوليين ، و منع مَن ذلك بعض المعتزلة البغداديين [2] .

اور جب مفتی ان صفات (مذکورہ بالا) کے ساتھ متصف ہو تو عامی کا فریضہ اسکی تقلید کرنا ہوگی۔ اگرچہ اجتہادی مسائل میں اس سے خطا صادر ہوئی ہو۔ حسن رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے، ابن رستم نے امام محمد رحمہ اللہ سے اور بشیر بن ولید نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

اسی طرح امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے: عامی کے لیے فقہاء کے پیچھے چلنا ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے حق میں احادیث کو سمجھنے کی راہ نہیں پاتا۔

جبکہ علامہ سیف الدین آمری کہتے ہیں: کہ عام آدمی اور جس نے بعض علوم (جو اجتہاد میں کام آتے ہیں) حاصل کر رکھے ہوں لیکن اس میں اجتہاد کی اہلیت نہ ہو تو اس پر مجتہدین کے اقوال کی تابعداری اور ان کے فتوی پر عمل کرنا واجب ہے، محققین اصولیین کا یہی مسلک ہے، البتہ بعض بغدادی معتزلہ نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

---

[1] « الكفاية شرح الهداية بحوالة تقليد كى شرعي حيثيت .

[2] « إحكام الأحكام للآمدي ص ١٩٧ / ج ٢ بحوالة تقليد كى شرعي حيثيت ص ١٣٠».

و في الحديث قال عليه السلام : إنّما شفآء العيّ السّؤال[1] .

فهذا بيان حال المستفتي و المقلّد فيعتمد المقلّد بجواب الإمام ، و قوله في المعرفة و التّسليم و العمل ، فالمقلّد مستنده قول مجتهده[2] .

و هو سنده كما قالوا : و السّند معتمد الإنسان كالمستند[3] .

قال الشّوكاني : أمّا من لا تتوافر فيه هذه الشّروط ، و لا يستطيع النّظر في الأدلّة الشّرعيّة و لا معرفة له أدلّة الأحكام من تلقاء نفسه فهذا يجوز له التّقليد ، بل إنّ بعض العلمآء أوجبه عليه لأنّه مكلّف بمعرفة الأحكام الشّرعيّة خاصّة العبادات و ما يصحّح عقيدته

جبکہ حدیث مبارک میں ہے: عاجز تھکے ہوئے کی شفا سوال کرنے میں ہے۔

یہ تو فتوی طلب کرنے والے اور مقلد کے حال کا بیان ہے ،جو کہ امام کے جواب اور اس کے قول کی معرفت ، تسلیم کرنے اور عمل کرنے میں اعتماد کرے گا، چنانچہ مقلد کا اعتماد مجتہد کا قول ہی ہے ، اور یہی اس کی سند ہے ، جیسا کہ علماء نے فرمایا: کہ سند وہ ہے جس پر انسان کا اعتماد ہو جیسا کہ مستند ہوتا ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں : وہ شخص جس میں یہ شرائط وافر مقدار میں نہ پائی جائیں اور نہ ہی دلائل شرعیہ میں غور وفکر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اور نہ احکام کے دلائل کو خود سے سمجھ سکتا ہو اس کے لئے تقلید جائز ہے، بلکہ بعض علماء نے اس پر (تقلید) واجب قرار دی ہے کیونکہ یہ احکام شرعیہ کی معرفت پر مکلّف ہے بالخصوص عبادات پر اور ان امور پر جس سے اسکے عقیدے کی اصلاح ہوسکے۔

---

[1] « المشكوة ص ٥٥ » .

[2] « مسلّم الثّبوت ص ٧ » .

[3] « جواهر القاموس ص ٣٨١ / ج ٢ » .

و لا سبيل إلى ذلك إلّا بسؤال أهل العلم و تقليدهم من غير معرفة ما استندوا إليه من الأدلّة لثقته بهم فإنّ المعروف و الواقع أنّه ليس هناك عالم يعمل عملًا ، أو يفتي بحكم إلّا و عنده عليه دليل أحيانًا يذكره للمستفتي أو المقلّد ، و أحيانًا لا يذكره ، و يستحي المقلّد أن يسأله عن دليله حتّى لا يكون ذلك طعنًا فيه ، أو ثقة في علمه ، و على ذلك جرى العلم منذ العصور الأولى [1].

کیونکہ اس کے پاس اہل علم سے پوچھنے اور انکی تقلید کرنے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ ان دلائل کو جان لے جن کو فقہاء نے مستند قرار دیا ہے۔ کیونکہ اسکا ان پر اعتماد ہے، کیونکہ مشہور اور واقع بات یہی ہے کہ کہیں کوئی عالم ایسا نہیں ہوتا جو کسی چیز پر عمل کر رہا ہو یا اس پر فتویٰ جاری کر رہا ہو مگر اس کے پاس اسکی دلیل ہوتی ہے کبھی تو مستفتی اور مقلد کے سامنے ذکر کر دیتا ہے اور کبھی نہیں۔ جبکہ مقلِد بھی اس سے (ہر مسئلہ پر) دلیل کے بارے پوچھنا برا سمجھتا، اور یہ اسکے متعلق کوئی عیب کی بات نہیں ہوتی، اور کبھی مقلَّد کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے نہیں پوچھتا، اور اسی پر زمانہ قدیم سے تعامل چلا آرہا ہے، (القول المفید)۔

---

[1] « القول المفيد في حكم التقليد ص ٣٧ » .

بيان المساغ للتّقليد الشّخصي

و اتّباع شخص لمذهب شخص بعينه لعجزه عن معرفة الشّرع من غير جهته إنّما هو ممّا يسوغ له ليس هو ممّا يجب على كلّ أحد إذا أمكنه معرفة الشّرع بغير ذلك الطّريق ، بل كلّ أحد عليه أن يتّقي الله ما استطاع ، و يطلب علم ما أمر الله به رسولهﷺ فيفعل المأمور و يترك المحذور ، و الله أعلم [١].

و قال : و لكن إن كان الرّجل مقلّدًا فليكن مقلّدًا لمن يترجّح عنده أنّه أولى بالحقّ .

و إنّما يقال للمقلّد : مقلّدًا « بصيغة اسم الفاعل » لأنّه يجعل القلادة في عنق الغير لا أنّه يجعل القلادة في عنق نفسه .

---

[١] « مجموع الفتاوى لشيخ ابن تيميّة ص ٢٠٩ / ج ٢٠ » .

تقلید شخصی کی ضرورت کا بیان

اور کسی کا معیّن شخص کے مذہب کی تابعداری کرنا اس بنیاد پر کہ تابعداری کرنے والا شریعت کی معرفت سے عاجز ہے (بغیر اس کی کوتاہی کے) یہ اس کیلئے جائز ہے، یہ ہر شخص کے لئے وجوب کے درجہ میں نہیں جب کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے شریعت کی معرت حاصل کرسکتا ہو۔ بلکہ ہر کسی کے لئے جو بات ضروری ہے تو وہ جتنا ہو سکے اللہ کا ڈر پیدا کرنا ہے اور یہ کہ علم کے حصول میں لگ جانا ہے جس کا حکم اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو دیا ہے۔ چنانچہ جس کا حکم دیا گیا ہو اس پر عمل کریگا اور ممنوع کو ترک کردیگا، واللہ اعلم۔

اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے "لیکن اگر یہ شخص مقلد ہو تو چاہئے کہ اس کا مقلد بنے جو اس کے ہاں رجحان رکھتا ہو کیونکہ یہ حق کے زیادہ لائق ہے"۔

"مقلِد" کو اسم فاعل کے صیغے کیساتھ مقلِّد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ دوسرے کی گردن میں ہار ڈالتا ہے، ایسا نہیں کہ اپنے ہی گردن میں ہار ڈال دے۔

خلاصة الكلام في التّقليد الشّخصي

فالحاصل : ١ . أنّ التّقليد في مسئلة لا دليل عليه من الكتاب و السّنّة القائمة صريحة الدّلالة .

٢ . فإذا سئل الغير المجتهد فليسئل عن عالم راسخ ذي الذّكر ، و الرّأي و الاجتهاد .

٣ . و ينظر المسؤول عنه في المسئلة فإذا لم يجد فيها الدّليل من الكتاب و السّنّة يجتهد اجتهادًا كما مرّ ذكره .

٤ . و يجيب بالقول للمقلّد الغير المجتهد .

٥ . فعليه تسليمه بعد المعرفة .

٦ . اعتمادًا بقول المجتهد .

تقلید شخصی کے بارے میں کلام کا خلاصہ

حاصل یہ نکلا کہ:

۱: تقلید ایسے مسئلہ میں کی جاتی ہے جس میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ واضح طریقے سے موجود نہ ہو۔

۲: جب کبھی غیر مجتہد (کسی مسئلہ کے بارے میں) پوچھتا ہے، تو راسخ علم والے، اہل ذکر، اصحاب رائے اور ارباب اجتہاد سے پوچھنا چاہئے۔

۳: جس سے پوچھا گیا، وہ مسئلے کو غور سے دیکھے گا جب اس میں کتاب اور سنت سے دلیل نہ پاوے تو اجتہاد کریگا جیسا کہ ذکر ہو چکا۔

۴: غیر مجتہد جو کہ مقلد کی حیثیت میں ہے اسے قول سے جواب دیگا۔

۵: مقلِد کیلئے مسئلہ جاننے کے بعد مسئلے کو ماننا بھی ضروری ہوگا۔

۶: بمع اعتماد کے مجتہد کے قول پر۔

تعريف التّقليد خلاصة

فصار تعريف التّقليد بملاحظة الأمور المذكورة : تسليم المقلّد قول المجتهد.

فتسليم المقلّد ؛ لأنّه لا علم له بالمسئلة لعدم وجدانه الدّليل من الكتاب و السّنّة و الاجماع و القياس ؛ لأنّه غير مجتهد .

و أمّا قول المجتهد ؛ لأنّه من أهل الذّكر ، و هذا هو التّعريف الرّسمي يستفاد من قوله تعالى : ﴿ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[1] كما قال ابن عبد البر في كتابه « جامع بيان العلم و فضله » ، و كذا الخطيب في كتابه «كتاب الفقيه و المتّفق» و القرطبي في تفسيره و غيرهم.

تقلید کی تعریف بطور خلاصہ

ذکر شدہ امور کی بنیاد پر تقلید کی تعریف یوں ہوئی: (تسليم المقلد قول المجتهد) یعنی مقلد کا مجتہد کے قول کو ماننا، چنانچہ "تسليم المقلد" کی قید اس لئے لگائی گئی کہ (مقلِد) کو مسئلے کا علم نہیں ہوتا کیونکہ وہ غیر مجتہد ہونے کی وجہ سے کتاب وسنت، اجماع اور قیاس سے دلیل نہیں لے سکتا، اور رہی "قول المجتهد" کی قید تو یہ اس لئے کہ مجتہد بھی اہل ذکر میں ہی ہوتا ہے۔

یہ تعریف رسمی ہے جو اللہ کے اس ارشاد مبارک سے مستفاد ہے،:() ترجمہ: اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو: جیسا کہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں ذکر فرماتے ہیں۔

اسی طرح خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف "کتاب الفقیہ والمتفق" میں،

اور علامہ قرطبیؒ رحمہ اللہ نے اپنے تفسیر (قرطبی) میں قول کیا ہے۔

---

[1] « سورة النّحل ۴۳ » .

فمن نظر بنظر الإمعان و الدّقّة و له أدنى ممارسة في الحدّ و التّعريف من التّعريف اللّفظي و غيره من الحدّ و الرّسم تامًّا كان أو ناقصًا في مرتبة الحقيقة أو شرح اللّفظ ، و تدبّر في مفاد الآية ، و حاصلها ظهر له أنّ المقلّد يحتاج في المعرفة و التّسليم إلى قول الغير و هو الإمام ذو الذّكر و الرّأي ؛ لأنّ المقلّد داخل تحت قوله تعالى : ﴿ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ؛ لأنّه لا علم له بالدّليل من الكتاب و السّنّة ، أو لا دليل في هذه المسئلة من الكتاب و السّنّة عند المقلّد ، و لا هو مجتهد فيقبل قول الغير ، و هو المجتهد ذو الذّكر و الرّأي فصار تعريف التّقليد : تسليم قول الغير بغير دليل ، و لهذا عرّفوه بتعبيرات شتّى :

توجب غور اور باریک بینی سے کوئی دیکھے ،اور حدّ و تعریف سے معمولی واقفیت بھی رکھتا ہو یعنی تعریف لفظی اور اسکے علاوہ کی ، رسم تام ہو یا رسم ناقص ، حقیقت کے مرتبہ میں ہو یا شرح اللفظ کے مرتبہ میں ، (ان کی پہچان رکھتا ہو) اور اسی طرح آیات کے مقصود اور حاصل کو سوچ سکتا ہو ، تو اسکی سمجھ میں یہ بات ضرور آئیگی ، کہ مقلد معرفت اور تسلیم میں دوسرے کے قول کا محتاج ہوتا ہے ، جبکہ امام اہل ذکر اور اصحاب رائے میں سے ہوتا ہے ، اس لئے کہ مقلد اللہ تعالیٰ کے اس قول کے تحت داخل ہے (ان کنتم لاتعلمون) کیونکہ اسکو کتاب وسنت کی دلیل کا علم نہیں ہوتا یا سرے سے اس مسئلے میں کتاب وسنت سے دلیل ہی نہیں ہوتی نہ مقلد کے پاس اور نہ ہی مجتہد کے پاس ۔ سو یہ مقلد غیر کا قول قبول کرتا ہے ۔ ،اور وہ (غیر) مجتہد ، اہل ذکر ، واہل رائے ہوتا ہے ۔

اس بنیاد پر اب تقلید کی تعریف یوں کی جائے گی : "تسليم قول الغير بغير دليل ، غیر کے قول کو بغیر دلیل طلب کئے ماننا : اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے تقلید کی تعریف مختلف تعبیرات سے کی ہے ۔

عبارات العلماء في تعريف التّقليد

قال الإمام القرطبي في التّفسير : قبول قول بلا حجّة .

و قال ابن القيّم : قبول قول الغير بلا حجّة [۱].

و قال ابن الأمير الحاج : التّقليد هو العمل بقول من ليس قوله إحدى الحجج بلا حجّة [۲].

و المنسوب إلى الغزالي : أنّ التّقليد عبارة عن العمل بقول الغير من غير حجّة ملزمة .

تقلید کی تعریف میں فقہاء کے تعبیرات

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا: (قبول قول بلاحجة) یعنی بغیر کسی دلیل کے، بات قبول کرنا۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرمایا: (قبول قول الغير بلاحجة) غیر کا قول بغیر حجت کے قبول کرنا ۔

ابن امیر الحاج نے یوں ذکر کیا ہے کہ تقلید اس شخص کے قول پر بلا حجت عمل کرنا ہے جس کا قول دلائل میں کوئی دلیل نہ ٹھرتا ہو۔

---

[۱] « إعلام الموقّعين ص ۱۲۳ / ج ۴ » .

[۲] « التّقرير و التّحبير على تحرير ابن همام ص ۳۱۴ / ج ۳ » بحوالة الموسوعة القرآنيّة ص ۹۸ .

و قال الشّوكاني : الأولى أن يقال : هو قبول رأي من لا تقوم به الحجّة بلا حجّة .

و قال القفّال : هو قبول قول القائل و أنت لا تعلم من أين قاله.

و عن الشّافعيّ : قبول قول لا يدرى ما قال ، من أين قال و ذلك لا يكون علمًا .

و عند الأحناف : التّقليد هو تسليم قول المجتهد من الأمارات ، لا من الدّليل لأنّه ليس فيه الكتاب و السّنّة صريح الدّلالة .

جبکہ امام غزالی رحمہ اللہ کو یہ تعریف منسوب ہے کہ : تقلید نام ہے غیر کے قول پر عمل کرنا بغیر حجت ملزمہ کے۔

قفّال یوں کہتے ہیں : قائل کا قول قبول کرنا ہے یوں کہ تمہیں اس کے قائل کا علم نہ ہو۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل ہے کہ ایسے قول کا قبول کرنا جس کے قائل اور مأخذ کا علم نہ ہو۔

اور احناف کے مطابق تقلید مجتہد کے قول کو امارات سے تسلیم کرنا ہے نہ کہ دلیل سے کیونکہ اس میں کتاب وسنت کی صریح نص موجود نہیں ہوتی۔

بيان الإفراط والتّفريط في التّقليد ، وبيان سببها

و على الرّغم صار مسئلة التّقليد معركة الآراء ، و صنّفوا فيها تصنيفات فهلك من هلك ، و رحم الله من أنصف فيها إنصافًا ، و سبب هذا :

١ . الاختلاط بين التّقليد في الإيمانيات وفى المسائل اللّتي فيها الدّلائل الصّريحة من الكتاب و السّنّة ، و بين التّقليد الضّروري يضطرّ اليه الإنسان الغير المجتهد في مسئلة ليس فيها الكتاب و السّنّة ، و الإجماع إلى تقليد الإمام المستنبط ، و هو المصطلح في أصول الفقه بالواجب .

تقلید میں افراط و تفریط اور اسکے سبب کا بیان

بد قسمتی سے تقلید کا مسئلہ معرکۃ الآراء بن چکا ہے، جس کے بارے میں کتابیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ چنانچہ جنکے مقدر میں ہلاکت تھی وہ ہلاک ہوگئے ،اور جنہوں نے انصاف کا دامن تھاما اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے رحم سے محفوظ رکھااور اس ہلاکت کا سبب مندرجہ ذیل امور بنے :

۱ - ایمانیات میں تقلید اور ان مسائل کی تقلید کو جن میں کتاب وسنت سے واضح دلائل موجود ہوں، اس واجب تقلید سے خلط کر دینا کہ غیر مجتہد انسان کی مجبوری بن جاتی ہے امام کی تقلید کرنا ایسے مسئلے میں جس میں کتاب وسنت اور اجماع نہیں ہوتا۔ اور اصول فقہ میں اس کے لیے واجب کی اصطلاح مقرر کی گئی ہے۔

٢ . و أنّ في التّعريف المصطلح ذكر بلا حجّة ، و بلا دليل ، و قد مرّ الباعث على هذا الذّكر مرارًا ، و أنّ المقلّد ما يقول ، أو ما يفعل لظنّ أنّ الإمام محقّ من غير نظر إلى الدّليل ؛ لأنّه لا دليل فيه إذ القياس ليس عندهم دليل مثبت بل مظهر .

٣ . و قد اختلط على من أنكر التّقليد لفظ ' أهل الرّأي ' فكذّبوا بما لم يحيطوا بعلمه ، و لمّا يأتيهم تأويله كذلك كذّب الّذين من قبلهم .

إنّ لفظ أهل الرّأي ، و لفظ ذي الرّأي لفظ كثير المعنى يستعمل في مقام التّنبيه كما قال الله تعالى : ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ﴾[1] .

٢: اصطلاحی تعریف میں "بلاحجة وبلادليل" کی قید ہے، اس کے ذکر ہونے کی وجہ کئی مرتبہ ذکر ہو چکی ہے، اور مقلد جو کرتا یا کہتا ہے اس گمان پر کہ امام حق بجانب ہے، دلیل کی طرف نظر کئے بغیر، کیونکہ اس میں دلیل نہیں ہوتی اس لئے کہ قیاس (علماء کے ہاں) مثبت نہیں بلکہ فقط مظہر ہوتا ہے۔

٣: اور یقیناً منکرینِ تقلید پر اہل رائے کا لفظ خلط ملط ہو کر رہ گیا، سو اس چیز کو جھٹلا ڈالا جس پر ان کا علم احاطہ نہ کر سکا، حالانکہ ابھی تک ان کے پاس حقیقت آئی ہی نہیں۔ اور یہی وتیرہ رہا ہے اقوام مکذبہ کا۔

"اہل الرائ" اور "ذوالرائ" کا لفظ کثیر المعنی الفاظ میں سے ہیں جو تنبیہ کے مقام پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے «ترجمہ»: کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے۔

---

[1] « سورة البقرة ٢٤٣ ».

و : ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ ﴾[1] .

و : ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖ ﴾[2] .

قال سيبويه : هذا تنبيه .

و في ابن كثير : إذا عدا الرّأي بإلى فمعناه النّظر و الاعتبار ، و إنّما يقال لأصحاب القياس أهل الرّأي ؛ لأنّهم يقولون برأي فيما لم يجدوا فيه حديثًا ، أو أثرًا .

اور یہ ارشاد ﴿ترجمہ﴾ کیا دیکھا تو نے ایک جماعت بنی اسرائیل کو۔

اور یہ ارشاد مبارک ﴿ترجمہ﴾ کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے ،

سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ خبرداری ہے۔

جبکہ ابن کثیر میں ہے : کہ جب رائے "الی" کے ساتھ متعدی ہو تو اس کا معنی نظر و فکر اور اعتبار سے کیا جاتا ہے کیونکہ صاحب قیاس کو صاحب رائے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ جہاں حدیث یا کوئی اثر نہ پائے وہاں اپنی رائے سے کہہ دیتا ہے۔

---

[1] « سورة البقرة ۲۴۶ » .

[2] « سورة البقرة ۲۵۸ » .

استعمال لفظ 'الرّأي والفقهآء' في الأحاديث الصّحيحة

و قد ثبت استعمال نحو هذا اللّفظ من الصّحابة أمام النّبيّ ﷺ كما قال الأنصار (فقهآئهم) لعليه السّلام أمّا ذو رأينا و فقهائنا يا رسول الله فلم يقولوا شيئًا و أناس منّا الحديثة أسناهم فقالوا : يغفر الله لرسول الله يعطي قريشًا ، و يترك الأنصار ... الحديث[1] .

بل ثبت في شأن النّبيّ ﷺ استعمال ذي الرّأي في أشعار حسّان بن ثابت حيث قال في غزوة بدر شعر : ـــه

احادیث صحیحہ میں لفظ "رائے" اور لفظ "فقہاء" کا استعمال

اور اس جیسے الفاظ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کے حضور میں استعمال کیے:

جیسا کہ انصار کے فقہاء نے آپ ﷺ کو کہا تھا، (اے اللہ کے رسول) بہر حال ہم میں سے اہل رائے نے کچھ بھی نہیں کہا، بلکہ ہم میں سے کچھ نوجوان ہیں جو کہ یہ کہہ بیٹھے کہ: "اللہ تعالیٰ پیارے پیغمبر ﷺ کو مغفرت نصیب فرمائے قریش کو تو مال دیتے ہیں پر انصار کو چھوڑ دیتے ہیں"۔ بلکہ آپ ﷺ کی شان میں بھی ذی رائے کا لفظ حسان بن ثابتؓ سے اشعار میں ثابت ہے، جو کہ انہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر پڑھے تھے۔

---

[1] « رقمه ۳۰۴۶ أخرجه البخاري ص ۴۴۵» .

فغادرنا أبا جهل صـــريعًا و عتبة قـــد تركنا بالحبوب
و شيبة قد تركنا في رجـال ذوي نسـب إذا نسبوا حسيب
يناديهم رســـول الله لمّا قذفناهـــم كباكب في قليب
ألم تجدوا كلامي كان حقًّا و أمـــر الله يأخذ بالقلوب
فما نطقوا ولو نطقوالقالوا أصبت وكنت ذارأي مصيب[1]

فكيف يقال للاجتهاد لمعرفة الحكم الصّحيح و امتياز ما هو الحقّ من الباطل و اتّباع من لا استطاعة له للمجتهد و تقليده شركا.

ترجمہ : "ہم نے ابو جہل کو پچھاڑا ہوا چھوڑ دیا، اور عتبہ کو اس کے ساتھیوں سمیت، اسی طرح شیبہ کو ہم نے ان مَردوں میں چھوڑ دیا جو نسب والے تھے، جب ان کا نسب بیان کیا جائے شرافت والے ہیں، پکارا ان کو اللہ کے رسول نے جب ہم نے ان کو کنویں میں منہ کے بل پھینک دیا، (اور وہ پکارنا یہ تھا کہ) کیا تم نے میرے کلام اور اللہ کے امر کو سچا پایا جو دلوں کو لے رہا تھا، تو وہ نہیں بولے اور اگر بولتے تو ضرور کہتے کہ آپ حق کو پہنچے اور درست رائے والے تھے"۔

تو کیسے اس اجتہاد کو شرک کہا جاتا ہے جو صحیح حکم کی پہچان کے لئے اور حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

---

[1] « القرطبي »

كبرت كلمة تخرج من أفواههم ، و تكاد السّمٰوٰت يتفطّرن منه ، و تنشقّ الأرض ، و تخرّ الجبال هدًّا .

و قال الله تعالى : ﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾[1] .

فالمجتهد لمعرفة الحكم الصّحيح في شيئ لا ينتسب إلى نفسه وضع الحلّ و الحرمة في الشّيئ بل اجتهاده لمعرفة حكم الله في الشّيئ فمن عاده عاد الله ، و من والاه والى الله .

کیسی بڑی بات ہے جو انکے (چھوٹے سے) منہ سے نکلتی ہے، اور قریب ہے کہ اس بات سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ترجمہ﴾: اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سمجھا دینگے ان کو اپنی راہیں۔

چنانچہ جب مجتہد کسی چیز میں درست حکم معلوم کر لیتا ہے تو اپنے آپ کی طرف حل وحرمت کی نسبت نہیں کرتا بلکہ اس کا کسی چیز کے بارے میں اجتہاد کرنا در حقیقت اللہ کے حکم کی معرفت کے مترادف ہے۔ چنانچہ جو اس کے ساتھ دشمنی کرتا ہے، گویا وہ اللہ کی دشمنی کرتا ہے، اور جو اس کا ساتھ دیتا ہے، گویا وہ اللہ کا ساتھ دیتا ہے۔

---

[1] « العنكبوت ۶۹ » .

13

عقاب من یذکر مثالب العلمآء المجتهدین

و أنّ لحوم نحو هذه العلمآء و أعراضهم مسمومة ، و عادة الله في هتكهم معلومة ، و أنّ من أطلق اللّسان فيهم بلاه الله قبل الموت بموت القلب ، قد بذلوا طول عمرهم في معرفة الأحكام أوّلًا من الكتاب و السّنّة و الإجماع ، و ثانيًا بالاستنباط تنقيحًا و قياسًا ، قبّح الله من طال لسانه و قلمه في شأنهم ، و ألقاه قبل الموت إحدى الصّواعق ، و متى أعرضوا عن الكتاب و السّنّة إذا كان في المسئلة الكتاب و السّنّة بل تمسّكوا بالكتاب والسّنّه بل تمسّكوا بالكتاب و السّنّة ، و نعوذ بالله من جهل غبي و عناد غويّ ، و أين هم و مدارك الأئمّة الفقهآء و الأئمّة المجتهدين.

ان لوگوں کا انجام جو مجتہدین علماء کی کوتاہیوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں

اسی طرح علماء کے گوشت اور انکی عزتیں زہر آلود ہوتی ہیں ۔اور جو انکی توہین کرتے ہیں انکے حق میں اللہ کی سنت ڈھکی چھپی نہیں۔ اور یقیناً ان کے خلاف جو زبان بھی کھلتی ہے۔ اللہ اس کو موت سے پہلے دل کی موت مروا دیتا ہے، بے شک انہوں نے تو ساری عمر صرف کر ڈالی ہے احکامات شرعیہ کی معرفت کیلئے سب سے پہلے کتاب اللہ، سنت، اور اجماع سے اور پھر رائے اور قیاس کے ذریعے استنباط کرکے۔ اللہ ان کو خیر سے محروم کردے جنھوں اپنی زبان دراز کر رکھی ہے اور قلم کو ایسے علماء کی شان میں گستاخی کیلئے استعمال کر رہے ہیں، اور موت سے پہلے ہی انہیں کسی آسمانی آفت میں گھیر لے، جب کسی مسئلہ میں کتاب وسنت موجود ہوتی تو کب ان (فقہاء) نے کتاب وسنت سے منہ موڑا ہے، بلکہ کتاب اللہ اور سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا ہے۔ کند ذہن کی جہالت اور گمراہ کی سرکشی سے (ہم) اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور کھاں یہ لوگ اور کھاں فقہاء اور ائمہ مجتہدین کے مستنبطات جن سے وہ احکام کا استنباط کرتے رہے۔

مصداق أهل الرّأي المذموم

و أمّا الرّأي المذموم فإنّه يقال : فلان من أهل الرّأي إذا كان يرى رأي الخوارج ، و يقول بمذهبهم [١] و رأيهم مذموم و قبيح أشدّ القباحة.

و في مسلّم الثّبوت [٢] : بخلاف المعتزلة و الإماميّة و الكرّاميّة و البراهمة فإنّه عندهم يوجب الحكم فلو لا الشّارع ، و كانت الأفعال لوجبت الأحكام .

مذموم اہل رائے کا مصداق

رہی مذموم رائے تو کہا جاتا ہے "فلاں اہل رائے میں سے ہے ، جب وہ خوارج کا ہم خیال ہوتا ہے ،اور ان کے مذہب کا قائل ہو" حالانکہ ان کی رائے مذموم ہے ،اور بہت سے قبائح سے بھری پڑی ہے۔

مسلم الثبوت میں یہ بات ہے کہ : معتزلہ ،امامیہ ، کرامیہ ،براہمہ کے برخلاف ، کیونکہ انکے نزدیک رائے ہی حکم کے اثبات کیلئے ہے ، چنانچہ اگر شارع نہ ہوتا اور افعال کا وجود ہوتا تو بھی احکام کا اثبات ہوتا۔

---

[١] جواهر القاموس ص ١٤١ / ج ١٠ » .

[٢] « ص ١٥ » .

و كما قال الذّهبي : و كذلك كان في هذا الوقت خلق من أئمّة أهل الرّأي إلى أن قال : و أساطين المعتزلة و الشّيعة و أصحاب الكلام الّذين مشوا آرآء المعقول ، و أعرضوا عمّا عليه السّلف من التّمسّك بالآثار النّبويّة [1].

و هو المراد بقوله تعالى : ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾[2] .

و ﴿ وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾[3] .

اور جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ذکر فرماتے ہیں : "اسی طرح اس وقت اہل رائے کے ائمہ میں سے کچھ لوگ تھے ۔۔۔" یہاں تک کہ یہ فرمایا کہ : "اور معتزلہ کے بااثر لوگ ، شیعہ اور وہ اصحاب کلام جو عقل کی راہ پر گامزن رہے اور سلف کا طریقہ جو کہ نبوی آثار کو مضبوطی سے تھامنا تھا اس سے منہ موڑ بیٹھے۔

اور یہی اللہ کے فرمان مبارک سے مراد ہے ((ترجمہ)) " ٹھرالیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر۔

اور اس سے بھی یہی مراد ہے ((ترجمہ)) : اور نہ بناوے کوئی کسی کو اللہ کے سوا رب۔

---

[1] « حاصل ما في تذكرة الحفّاظ ص ۶۲۷ / ج ۲ » .

[2] « سورة التّوبة ۳۰ » .

[3] « سورة آلعمران ۶۴ » .

تفسير الأرباب بلسان النّبيّ ﷺ

و قال الرّازي : و الأكثرون من المفسّرين قالوا : ليس المراد من الأرباب أنّهم اعتقدوا فيهم أنّهم آلهة العالم ، بل المراد أنّهم أطاعوهم في أوامرهم و نواهيهم .

نقل أنّ عديّ بن حاتم كان نصرانيًا فانتهى إلى رسول الله ﷺ ، و هو يقرأ سورة البرآءة فوصل إلى هذه الآية ، فقلت لسنا نعبدهم ، فقال : أليس يحرمون ما أحلّ الله فتحرمونه ، و يحلّون ما حرّم الله فتحلّونه؟ فقلت : بلى ، قال فتلك عبادتهم [1].

ارباب کی تفصیل نبی ﷺ کی زبانی

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مفسرین میں سے اکثر اس کے قائل ہیں کہ ارباب سے مراد یہ نہیں کہ وہ اپنے علماء کے متعلق خدا ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے ، بلکہ مقصد یہ کہ وہ اوامر ونواہی میں انہی کا کہا مانتے تھے۔

عدی بن حاتمؓ نے منقول ہے: کہ جب وہ نصرانی تھے ،آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوگئے ، اور آپ ﷺ سورۃ براءۃ کی تلاوت فرمارہے تھے یہاں تک کہ اس آیت تک پہنچ گئے ،تو عرض کرنے لگے کہ ہم تو انکی عبادت نہیں کرتے۔

فرمایا: کہ "کیا وہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہیں ٹھراتے؟ چنانچہ تم بھی اس کو حرام کہتے ہو اور کیا وہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال نہیں ٹھراتے ؟سو تم بھی اسے حلال مانتے ہو۔ عدی جواب میں کہنے لگے ،جی کیوں نہیں؟ فرمایا: کہ یہی انکی عبادت کرنا ہے۔

---

[1] « تفسير الكبير ص ۱۳۴ / ج ۴ » .

قال عليه السلام : فتلك عبادتهم أي اتّباعهم في تحريم ما أحلّ الله و في تحليل ما حرّم الله ؛ فتأمّل بنظر الإنصاف .

فإذا كان في الشّيئ وضع الحلّ من الله و يدّعي أحد رفع هذا الحلّ و وضع الحرمة موضع الحلّ ، و يزعم أنّ وضع الحلّ و الحرمة من شأنه ، و الحال أنّ وضع الحلّ و الحرمة من الله تعالى هل يشكّ أحد في كفره و شركه من المسلمين ؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان: کہ " تلك عبادتهم "یعنی انکا ان اشیاء کی حرمت میں اپنے علماء کی تابعداری کرنا جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کر رکھا ہے اور ان چیزوں کی حلت میں تابعداری کرنا جن کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے (یہ ان علماء کی عبادت کرنا ہے) سو انصاف کی نظر سے ذرا سوچئے ، کہ جب کسی چیز میں اللہ کی جانب سے حلت مقرر ہوچکی ہو اور کوئی اس حلت کے ختم کرنے کا دعویدار بنا پھرے، یا حرمت کو حلت کی جگہ قائم کرنا چاہے اور ذہن میں یہ خیالی ڈہانچہ پڑا ہو کہ حل و حرمت تو اسی کا کام ہے جیسے چاہے حل اور حرمت کے فیصلے کردے۔ (حالانکہ حلت اور حرمت اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں) تو کون مسلمان ہے جو ایسے شخص کے کفر و شرک میں بھی شک کر رہا ہو۔

مراتب الحلّ والحرمة

فالحلّ و الحرمة له مراتب :

١ . العمل بالحلال و الاجتناب من الحرام يجب على كلّ مسلم مكلّف .

٢ . معرفة الحلال و الحرام من الكتاب و السّنّة واجبة على المسلمين تعليمًا ، و لها أبواب, و إليها ترغيب ، وليس هذه المعرفة من الشّرك ، بل من الدّين و الجهاد كما قال الله تعالى : ﴿لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾[1] .

حلت اور حرمت کے مراتب

حل وحرمت کے چند مراتب ہیں:

ا: حلال پر عمل کرنا اور حرام سے خود کو بچانا یہ ہر مکلّف مسلمان پر واجب ہے۔

۲: حلال وحرام کو علماً کتاب وسنت سے پہچاننا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ پھر اسکے چند مراتب ہیں جو کہ شرع میں مرغوب ہیں، اور یہ معرفت (حلال حرام کا پہچاننا) شرک نہیں بلکہ دین اور جہاد کا حصہ ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے

«ترجمہ»: کہ سمجھ پیدا کریں (طائفہ) دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تاکہ وہ بچے رہیں۔

---

[1] « سورة التّوبة ١٢٢ » .

إرشاد النّاس لتعليم الحلال و الحرام ، و معرفتهما من الجهاد و ليس من الشّرك ، و كما قال عليه السلام : تدارس العلم ساعة من اللّيل خير من إحيآءها[1] .

و عن الحسن مرسلًا قال صلى الله عليه وسلم : من جآءه الموت و هو يطلب العلم ليحيي به الإسلام فبينه و بين النّبيّين درجة واحدة في الجنّة « الدّارمي ».

و قال عليه السلام : من سلك مسلكًا في طلب العلم سهّلت له طريق الجنّة ، فطلب العلم و السّلوك في طلب العلم جهاد و اجتهاد الفقيه و الإمام ، و اتّباع الغير المجتهد و تقليده للإمام شرك و ها عجبًا لقوم يصدر منهم نحو هذه المضاحك ، فاجتهاد المجتهد لمعرفة الأحكام و تقليد المقلّد له في معرفته لهذه الأحكام ليس بشرك ، بل هو جهاد ، قتل الخرّاصون .

اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: رات کے ایک پہر علم کا باہم درس پڑھنا اس کے ذکر وعبادت میں گزارنے سے کہیں افضل ہے۔

اسی طرح حسن رحمہ اللہ کی مرسل روایت میں ہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو ایسی حالت میں موت آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو۔ تاکہ اسکے ذریعے اسلام کو رائج کرسکے تو اس کے اور پیغمبروں کے درمیان جنت میں ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (جو کہ نبوت ہے) ، اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جو شخص علم کے حصول میں کسی راہ پر چل پڑا اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیا جائیگا ،جب یہ ثابت ہو چکا تو کیا علم کی طلب اور علم کی راہ پر گامزن رہنا جہاد ہے، اور فقیہ وامام کا اجتہاد ، غیر مجتہد کا تابعداری اور امام کی تقلید کرنا شرک ہے؟ تعجب ہے ایسی قوم پر جو ایسی خرافات میں لگے رہتے ہیں، چنانچہ مجتہد کا احکام شرعیہ کی معرفت کے واسطے اجتہاد کرنا اور مقلد کا انہی احکامات کی معرفت میں اس مجتہد کی تقلید کرنا شرک نہیں بلکہ جہاد ہے، سو ٹکلیں کرنے والے ہلاک ہوئے۔

---

[1] « رواه الدّارمي » .

الفقهآء أعلم النّاس بمفاهيم الأحاديث

فالفقهآء و المجتهدون هو أعلم النّاس بمعنى الحدّيث كما في التّرمذي [1].

و قال عليه السلام : فقيه واحد أشدّ على الشّيطان من ألف عابد .

و قال عليه السلام : خصلتان لا يجتمعان في منافق حسن سمتٍ ، و لا فقهٍ في الدّين « رواه التّرمذي» .

و قال عليه السلام : فربّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه [2] .

فقہاء احادیث کے مفہوم کو سب سے خوب سمجھنے والے ہیں

فقہاء اور مجتہدین حدیث کے معانی کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ایک فقیہ شیطان سے کے زیادہ سخت ہے، ایک ہزار عبادت گزاروں سے۔

اور فرمان نبویؐ ہے: دو عادتیں منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں؛ بہترین اخلاق اور دین میں سمجھ بوجھ۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «ترجمہ»: بعض حامل فقہ اس فقہ کو ان لوگوں تک پہنچادیتے ہیں، جو ان سے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔

---

[1] « ص ١٥٣ » .

[2] « المشكوة ص ٣٥ » .

التّعجّب لمن ترک الفقه والحدیث من أجل کلام النّاس فیهما

و التّعجّب ممّن جمع ما هو زلّات في الفقه و سهو إمّا من المجتهد ، و إمّا من الرّاوي ، و إمّا من الكاتب ، و إمّا تدليسًا ممّن هو مخالف الفقه خصوصًا ما في الهداية ، و استدلّ من ذلك بتخطية الفقه و الفقهآء ألا ترى إلى ما هو في أقسام الحديث من الضّعيف و الموضوع و المتروك

تعجب اس شخص پر جو فقہ اور حدیث کو لوگوں کی باتوں کی وجہ سے چھوڑتا ہے

لیکن تعجب اس شخص سے جو فقہ میں ہونے والی لغزشوں اور ایسی بھول چوک کا مجموعہ تیار کرتا ہے جو کہ مجتہد، راوی، یا کاتب سے صادر ہوئی ہوں اور یا فقہ کے مخالف کی جانب سے بطور تدلیس اضافہ کیا گیا ہو، خاص کر زلات جو ہدایہ میں ہیں، اور اسی سے فقہ اور فقہاء کی تغلیط میں لگ جاتا ہے۔ کیا حدیث کی اقسام تمہارے مد نظر نہیں؟ جن میں ضعیف، موضوع، متروک.....

و المردود و المجروح و المنكر و الشّاذ و المعلّل و المدرج و المقلوب و المزيد في متّصل الإسناد و المضطرب و المصحّف و المهمل و المنقطع و المعلّق و المعضل و المدلّس و المعنعن و التّابع و المختلف الحديث و النّاسخ و المنسوخ و المتوقّف فيه .

ألا ترى إلى ما تكلّموا على جامع صحيح البخاري ، و أنّ دار قطني تتبّع على البخاري في أزيد من مائة موضع [1].

و فيه من الرّجال الّذين تكلّم فيهم مائة و عشر (۱۱۰) [2].

مردود، مجروح منکر، شاذ، معلل، مدرج، مقلوب، مزید فی متصل الاسناد، مضطرب، مصحف، مہمل، منقطع، معلق، معضل، مدلس، معنعن، تابع، مختلف الحدیث، ناسخ منسوخ اور متوقف فیہ سب شامل ہیں۔

اور کیا جامع صحیح بخاری پر علماء کے کئے ہوئے کلام تمہارے مد نظر نہیں ؟ دار قطنی نے بخاری پر سو سے زیادہ جگہوں میں اسکے احوال کو ٹٹولا ہے۔ (فیض الباری)

جسمیں ایک سو دس/۱۱۰ وہ رجال ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔

---

[1] « كما في مقدّمة فيض الباري ص ۵۷ »

[2] « كما في نخبة الفكر , و حواشيها في مبحث ترجيح البخاري على مسلم » .

لا تخالف بين الكتاب والسّنة وشرح الفقهآء

و ألا ترى ما تكلّموا على أبي عبد الله محمّد بن إسماعيل البخاري رحمه الله في مسئلة الكلام و خلق القرآن فمن له أدنى ممارسة بالكتاب و السّنّة ، و دراية الكتاب و السّنّة عرف أنّ الفقه هو دراية الكتاب و السّنّة ، و لا اختلاف بين الكتاب و السّنّة ، و لا شرح الفقهآء ، و على الرّغم أنّ من لا معرفة له بالكتاب و السّنّة دراية فهو عاجز عن مدارك الفقهآء و شرحهم بالكتاب و السّنّة ، و اجتهادهم فلهم طنين على الفقه و الفقهآء كطنين الذّباب ، و لهم نعق على الفقه كنعق الغراب ، و زعموا على شرح الكتاب و السّنّة جيف الكلاب ، و جلبوا عليهما بخيلهم ، و رجلهم ، و زعموا أنّ شرح الفقهآء مخالف للكتاب و السّنّة ، و مزعوماتهم الواهية هي شرح الكتاب و السّنّة .

کتاب، سنّت اور فقہاء کی تشریح میں اختلاف نہیں

اور کیا مسئلہ کلام اور مسئلہ خلق القرآن میں امام بخاری رحمہ اللہ پر کیا گیا کلام تمہیں بھول گیا ؟ چنانچہ جسکا قرآن وسنت کے علم سے کچھ بھی تعلق ہو ،اور کتاب وسنت کی پہچان رکھتا ہو وہ بخوبی جان سکتا ہے کہ فقہ کتاب وسنت کی معرفت کا ہی نام ہے اور کتاب وسنت اور فقہاء کی تشریح میں کچھ بھی اختلاف نہیں ، تاہم بد قسمتی سے جس کو کتاب وسنت کی سمجھ ہی نہ ہو ، بلکہ فقہاء کے مآخذ سے عاجز ہو جن سے فقہاء نے احکامات کا استنباط کیا ہے اور اسی طرح فقہاء نے جو کتاب وسنت کی تشریح کی ہے اور مسائل کا اجتہاد کیا ہے انہیں سمجھنے سے بھی عاجز ہو سو وہ فقہ اور فقہاء کے خلاف مکھی کی طرح بھنبھنارتا ہی رہے گا۔ اور یہی ہونگے جو فقہ کے خلاف کوے کی طرح آوازیں کسیں گے۔ جنہوں نے کتاب اور سنت کی تشریح کو کتوں کے مردار گوشت جیسا سمجھ رکھا ہے ،اور ان دونوں کے خلاف اپنے پیادے اور شہسوار دوڑا رکھے ہیں اور یہ بد گمانی جما رکھی ہے کہ فقہاء کی تشریحات کتاب وسنت کے خلاف ہیں ، اور انہی کا بے ہودہ اور مشکوک کلام کتاب اور سنت کی تشریح ہے۔

التّقليد الشّخصي و الانتخاب من المذاهب كلاهما جائزان

و أمّا ما قالوا : في ذمّ التّقليد الشّخصي ، و يقولون له : التّقليد الجامد ، و أقاموا فيه الاصطلاح فاعلم : أنّ الانتخاب من المذاهب ، و التّقليد الشّخصي كلّ واحد منهما جائز و لكن بملاحظة الشّروط كما هو المذكور في مواضعه .

قال عليه السلام : كلمة الحكمة ضالّة الحكيم فحيثما وجدها فهو أحقّ بها « أخرجه التّرمذي » [1].

تقلید شخصی اور انتخاب من المذہب دونوں جائز ہیں

رہی یہ بات کہ تقلید شخصی کی مذمت کرتے ہیں اور اسکو تقلید جامد کہتے تھے اور اس میں اصطلاح قائم کی ہے سو جان لو کہ مذہب کا انتخاب اور تقلید شخصی دونوں جائز ہیں۔ لیکن چند شرطوں کا لحاظ رکھتے ہوئے جو اپنی جگہ ذکر کیں جائیں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے «ترجمہ»: فائدہ دینے والی بات دانش مند آدمی کا مطلوب ہوتی ہے لہٰذا جہاں وہ اسے پائے اس کا مستحق ہے۔ تو یہ حدیث اگرچہ غریب اور ضعیف ہے لیکن اصطلاح کے قیام کے لیے کافی ہے۔

---

[1] المشكوة ص ٣٤ » .

فالحديث و إن كان غريبًا و ضعيفًا و لكن يكفي لإقامة الاصطلاح .

و قال عليه السلام: يحمل هذا العلم من كلّ خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين ، و انتحال المبطلين ، و تأويل الجاهلين « رواه البيهقي»[1].

فالحاصل أنّ الحقّ أولى بالتّسليم و إن كان مع شخص واحد و اتّباع شخص لمذهب شخص بعينه لعجزه عن معرفة الشّرع من غير جهته إنّما هو ممّا يسوغ له [2].

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے «ترجمہ»: کہ اس علم کو ہر آئندہ آنے والی جماعت میں سے اس کے نیک (ثقہ معتمد) لوگ حاصل کریں گے اور وہی اس کے ذریعے حد سے گزرنے والوں کی تحریف کو" باطل پرستوں کی افتراء پردازی کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے حاصل یہ ہوا کہ حق زیادہ لازم ہے کہ تسلیم کیا جائے اگرچہ ایک شخص کے پاس کیوں نہ ہو، اور کسی شخص کا دوسرے کی تابعداری کرنا اس کے لئے جائز ہے، جب وہ شریعت کی معرفت میں عاجز ہو، اس کی یہ عاجزی اس کے اپنے جانب سے نہ ہو۔

---

[1] « المشكوة ص ۳۶ » .

[2] « مجموع الفتاوى ص ۲۰۹ / ج ۲۰ » .

لا يجوز ترجيح مسئلة بحسب هوى النّفس بل لا بدّ فيه من العلم العميق العريض

لكن إن كان الرّجل مقلّدًا فليكن مقلّدًا لمن يترجّح عنده أنّه أولى بالحقّ فإن كان مجتهدًا اجتهد ، و اتّبع ما يترجّح عنده أنّه الحقّ ، و لا يكلّف الله نفسًا إلّا وسعها ، و قد قال تعالى: ﴿ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾[1].

و لكن عليه أن لا يتّبع هواه ، و لا يتكلّم بغير علم ،قال تعالى : ﴿ هَاأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ ﴾[2] ، و قال تعالى :﴿ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ ﴾[3] .

نفس کی خواہش سے کسی مسئلے کو ترجیح دینا جائز نہیں بلکہ اسمیں گہرے علم کا ہونا ضروری ہے

لیکن اگر کوئی مقلد ہے تواُسے چاہئے کہ وہ اسی کا مقلد بنے جو اسے راجح اور حق کے زیادہ لائق نظر آتا ہو چنانچہ اگر مجتہد ہے تو اجتہاد کرے اور جو اس کے ہاں راجح ہو کہ یہ حق ہے اس کی تابعداری کرے ، اور اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر اس کی وسعت کے مناسب اور تحقیق اللہ نے ارشاد فرمایا ہے : ((ترجمہ)) : اللہ سے ڈرو جہاں تک ہوسکے ، لیکن یہ واجب کے درجے میں ہے کہ خواہش کی تابعداری نہ کی جائے اور نہ بے سمجھی سے بات کی جائے ،فرمان باری تعالی ہے "وہ تجھ سے جھگڑتے ہیں حق بات میں اس کے ظاہر ہونے کے بعد .....

---

[1] « سورة التّغابن ١٦ » .

[2] « سورة آلعمران ٦٦ » .

[3] « سورة الأنفال ٦ » .

و ما من إمام إلّا لهو مسائل يترجّح فيها قوله على قول غيره ، و لا يعرف هذا التّفاضل إلّا من خاض في تفاصيل العلم[1] ، و قال الشّوكاني : الاجتهاد يقابله التّقليد كما مرّ ، هذا تفصيل في التّقليد لشخص .

الانتخاب من المذاهب والانتقال من مذهب إلى مذهب يجوز بعد تعمّق النّظر ، والحاجة الدّاعية إليه

و أمّا الانتخاب من المذهب و في تبعه مسئلة الرّجوع من المذهب.

وإن كان المعروف أن لا يجوز الانتخاب من المذهب ، و لا الرّجوع من المذهب.....

اور ہر امام کے کچھ ایسے مسائل ہوتے ہیں جنمیں وہ اپنے قول کو غیر کے اقوال پر راجح سمجھتا ہے، اور اس برتری کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے علم کی تفصیلات میں غوطہ لگایا ہو، شوکانی نے کہتے ہیں کہ اجتہاد کا مقابل تقلید ہے جیسا کہ گزر چکا، یہ تو کسی شخص کی تقلید کرنے کی بات ہوئی۔

مذہب کا انتخاب کرنا اور مذہب سے انتقال دقیق نظر اور ضرورت داعیہ کے بعد جائز ہے

رہا مذہب کا انتخاب کرنا اور اس کی تبعیت میں رجوع من المذہب کا مسئلہ، اگرچہ مشہور یہ ہے کہ انتخاب من المذہب ناجائز ہے، اور اسی طرح مذہب سے رجوع کرنا بھی درست نہیں۔

---

[1] « مجموع الفتاوى ص ۲۹۳ » .

و لكنّ التّحقيق أنّ الانتقال من المذهب و كذا الرّجوع من المذهب جائز .

و تحقيقه أنّ المسائل من مذهب واحد تكون متّسقة أعني به أنّه تكون بينها سلسلة ، و ارتباط في ذهن المجتهد فإذا خلط في هذه المسائل يعمل تارّة بهذا ، و أخرى بهذا فيلزم التّناقض ، و إن لم يبدو في بادي الرّأي لأنّها ربما تبني على أصول مختلفة يخالف أحدهما الآخر ، فإذا عمل بتلك المسائل كلّها ابتلى في التّناقض من حيث لا يدريه فإنّ تلك المسائل ، و إن لم تكن متناقضة إلّا أنّ الأصول اللّتي تتفرّع عليها تلك المسائل تكون متناقضة ، فلا يلوح التّناقض بين تلك المسائل في باديّ الرّأي مع أنّه متحقّق بعد الإمعان .....

لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ مذہب کا انتخاب کرنا اور اسی طرح مذہب سے رجوع دونوں جائز ہیں، اس بات کی تحقیق یہ ہے کہ ایک مذہب کے مسائل مربوط ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے درمیان مجتہد کے ذہن میں تسلسل اور ربط ہوتا ہے اور جب یہ مسائل خلط ملط ہوں تو کبھی اِس پر عمل ہوتا ہے اور کبھی اُس پر چنانچہ تناقض پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ سرسری نظر سے یہ تناقض دکھائی نہیں دیتا (تناقض اس لئے) کیونکہ بسا اوقات یہ مسائل ایسے مختلف اصول پر مبنی ہوتے ہیں جن میں ایک اصل دوسرے کے خلاف ہوتا ہے، چنانچہ جب مقلد ایسے مختلف مسائل پر عمل کرتا ہے تو تناقض میں ایسے مبتلا ہو جاتا ہے کہ اسے پتہ بھی نہیں چلتا۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مسائل اگرچہ ایک دوسرے سے متناقض نہیں مگر وہ اصول جن پر یہ مسائل متفرع ہوتے ہیں وہ متناقض ہونگے، چنانچہ سرسری نظر سے اس میں تناقض ظاہر نہیں ہوگا، حالانکہ گہری نظر کے بعد تناقض متحقق ہوتا ہے۔

و قال ابن تيميّة في مجموع الفتاوى : و انتقال الإنسان من قول إلى قول لأجل ما تبيّن له من الحقّ هو محمود فيه[1] .

و قال رحمه الله: و أمّا إن كان انتقاله من مذهب إلى مذهب لأمر دينيّ مثل أن يتبيّن رجحان قول على قول فيرجع إلى القول الّذي يرى أنّه أقرب إلى الله و رسوله فهو مثاب على ذلك ، بل واجب على كلّ أحد إذا تبيّن له حكم الله و رسوله في أمر أن لا يعدل عنه ، و لا يتّبع أحدًا في مخالفة الله و رسوله[2] .

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاوی میں کہا ہے: کہ انسان کا ایک قول سے دوسرے قول کی طرف اس وجہ سے انتقال کرنا کہ اس کو اسی میں حق ظاہر ہو چکا ہے یہ قابل تعریف ہے۔

اور آپ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے: کہ دینی معاملے کی وجہ سے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی جانب انتقال کرنا مثلاً ایک قول کی ترجیح دوسرے پر معلوم ہو جائے تو اس قول کو لوٹے جس کے بارے میں رائے یہ ہو کہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہے، تو اس پر اس کو ثواب ملتا ہے۔

بلکہ ہر کسی پر یہ واجب ہے کہ جب وہ کسی معاملے میں اللہ اور اللہ کے رسول کا حکم پاوے اس سے اعراض نہ کرے اور اللہ اور رسول کے خلاف کسی کی اتباع نہ کرے۔

---

[1] « مجموع الفتاوى ص ۲۱۳ » .

[2] « مجموع الفتاوى ص ۲۲۳ / ج ۲۰ » .

فالحاصل : أنّ الانتقال من المذهب و الانتقال من قول إمام إلى قول إمام آخر يجوز للعالم المتبحّر كما قيل في عقد الجيد : فصل في المتبحّر في المذهب ، و هو الحافظ لكتب مذهبه من شرطه أن يكون صحيح الفهم عارفًا بالعربيّة ، و أساليب الكلام و مراتب التّرجيح متفطّنًا لمعاني كلامهم لا يخفى عليه غالبًا تقييد ما يكون مطلقًا في الظّاهر و المراد منه المقيّد ، و إطلاق ما يكون مقيّدًا في الظّاهر و المراد منه المطلق [1].

حاصل یہ نکلا کہ انتقال کسی مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف اور ایک امام کے قول سے دوسرے امام کے قول کی طرف متبحر عالم کے لئے جائز ہے جیسا کہ عقد الجید میں کھا گیا ہے (فصل فی المتبحر) متبحر فی المذہب وہ شخص ہے جو اپنے (امام مجتہد کے) مذہب کی کتابوں کا حافظ ہو، اور اس کیلئے شرط یہ ہے کہ فہم سلیم رکھتا ہو، عربی زبان اور اس کے اسالیب سے باخبر ہو اور (امام مجتہد کے مختلف اقوال میں) ترجیح کے مراتب پہچانتا ہو، فقہاء کے کلام کے معانی بخوبی سمجھتا ہو اور ایسی عبارتیں جو بظاہر مقید ہوتی ہیں لیکن ان سے مراد اطلاق ہوتا ہے وہ اس پر عمومی طور سے مخفی نہ رہ سکیں۔

---

[1] « عقد الجيد ص ٥١ » .

و قال : إذا وجد المتبحّر في المذهب حديثًا صحيحًا يخالف مذهبه فهل له أن يأخذ بالحديث ، و يترك مذهبه في تلك المسئلة ؟

في هذه المسئلة بحث طويل ، و أطال فيها صاحب خزانة الرّوايات نقلًا عن دستور المساكين [1].

فيستفتاد من تتبّع أقوال الأئمّة المذكورة أنّه يشترط للانتقال من المذهب ، و الانتخاب من المذهب شروطًا .

اور کہا ہے (صاحب عقد الجید) نے "جب تبحر فی المذہب کو کوئی ایسی صحیح حدیث مل جائے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو تو کیا اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ حدیث پر عمل کرے اور اس مسئلے میں اپنے مذہب کو چھوڑ دے، اس موضوع پر طویل بحثیں ہوئی ہیں۔ اور خزانۃ الروایات کے مصنف نے دستور المساکین سے نقل کرکے اس کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔

چنانچہ مذکورہ ائمہ کے اقوال سے بطریقہ تتبع معلوم ہوا: کہ انتقال وانتخاب من المذہب کے لیے چند شروط ہیں:

---

[1] « عقد الجيد ص ٦٠ » .

بيان شروط الانتقال من المذهب إلى مذهب ، والانتخاب من المذاهب

١ . أن يكون عالمًا متبحّرًا .

٢ . و يجد نصًّا .

٣ . أن يكون النّصّ صريح الدّلالة .

٤ . غير متعارض بنصّ آخر .

٥ . أن يكون عالمًا بالجمع بين النّصوص المتعارضة .

٦ . و لا يخالف إجماع الأمّة .

مذہب کے انتخاب اور انتقال کے لئے شرائط

١: یہ کہ (انتقال کرنے والا) متبحر عالم ہو۔

٢: نص پانے والا ہو۔

٣: نص اپنے مدلول پر صراحتاً دلالت کرتی ہو۔

٤: کسی دوسرے نص سے تعارض نہ ہو۔

٥: (یہ صاحب انتقال) تعارض رکھنے والی نصوص کے درمیان تطبیق کا علم رکھتا ہو۔

٦: اور اجماع امت کی خلاف ورزی نہ کر رہا ہو۔

مطلب ما في كتب الفقه من عدم الرّجوع بعد العمل

ثمّ ما في كتب الفقه أنّ الرّجوع من التّقليد بعد العمل غير جائز ليس معناه ما فهمه بعض القاصرين أنّه لا يجوز كون الشّافعيّ حنفيًا أو بالعكس ، و كذا ليس معناه عدم جواز ترك التّحقيق بعد سنوح تحقيق آخر خلافه ؛ لأنّه يجوز التّحوّل من مذهب إمام إلى مذهب إمام آخر إن بدا له و دعته حاجة ، و كذا يجوز للمجتهد أن يترك تحقيقه

فقہ کی کتب میں لکھے گئے اس قول کا مطلب کہ عمل کے بعد رجوع جائز نہیں

پھر فقہ کی کتب میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ عمل کے بعد تقلید سے رجوع کرنا جائز نہیں سو اس کا معنی یہ نہیں جو بعض کوتاہ فہم لوگوں کی غلط فہمی ہے کہ شافعی کیلئے حنفی ہونا جائز نہیں یا اس کے برعکس اسی طرح اس کا معنی یہ بھی نہیں کہ ایک تحقیق کو دوسری تحقیق کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ترک کرنا جائز نہیں جب وہ پہلی تحقیق کے مخالف ہو، کیونکہ ایک امام کے مذہب سے دوسرے امام کے مذہب کی طرف انتقال یہ جائز ہے اگر اسکو حق اس میں نظر آتا ہو اور ضرورت درپیش ہو، ایسے ہی مجتہد کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ اپنی تحقیق چھوڑ کر

و يختار الجانب الآخر إن رأى فيه الصّواب فإنّ الشّافعيّ كان قائلًا بعدم وجوب الفاتحة على المقتدي في الجهريّة ثمّ رجع عنه ، و اختار وجوبها قبل وفاته بسنتين ، فهذا أيضًا جائز ، بل معناه أنّه اختار تحقيقًا في مسئلة ، ثمّ عمل عملًا لم يكن صحيحًا على هذا التّحقيق ، و أراد أن يطلب له صورة الصّحّة ، فقال : إنّي أختار تحقيقًا آخر في تلك المسئلة بعينها تصحيحًا لعمله فإنّه يجوز[1].

و بالجملة : الاجتهاد و التّخريج عند المحقّقين يتجزّء ، و على هذا العلمآء المحقّقين قديمًا ، و حديثًا و هو الّذي وصّى به أئمّة المذاهب.

دوسری جانب کو مختار کرلے اگر درستگی اس میں دیکھتا ہو۔ بے شک امام شافعی رحمہ اللہ مقتدی پر جہری نمازوں میں فاتحہ کے واجب نہ ہونے کے قائل تھے، پھر اس سے رجوع کرلیا، اور اپنے وفات سے ۲ سال پہلے وجوب کا قول فرمایا یہ بھی جائز ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے، کہ محقق نے ایک مسئلہ میں ایک تحقیق کو مختار جانا اور پھر اس پر عمل بھی کیا جو کہ اس موجودہ تحقیق کے مطابق صحیح نہ تھا ، اور ارادہ کرلیا کہ اس کی درستگی کی کوئی صورت بنالوں تو کہا کہ میں اس مسئلہ میں ایک اور تحقیق کو مختار کرتا ہوں، اپنے عمل کی درستگی کے واسطے، سو یہ جائز ہے۔

بالجملہ اجتہاد اور تخریج محققین کے نزدیک جزوی طور سے حاصل ہوتی ہے اور اسی پر زمانہ قدیم وجدید کے محققین علماء قائل ہیں، اور اسی پر ائمہ مذہب کی وصیتیں ہیں۔

---

[1] « فيض الباري ص ٣٥٣ / ج ١ » .

وصايا العلماء المجتهدين المتبوعين

روي عن أبي حنيفة رحمه الله أنّه كان يقول : لا ينبغي لمن لم يعرف دليلي أن يفتي بكلامي [۱].

و كان رحمه الله إذا أفتى يقول : هذا رأي نعمان بن ثابت يعني نفسه ، و هو أحسن ما قدرنا عليه فمن جآء بأحسن منه فهو أولى بالصّواب .

و كان إمام مالك رحمه الله يقول : ما من أحد إلّا و هو مأخوذ من كلامه ، مردود عليه إلّا رسول اللهﷺ [۲] .

ان مجتہدین کی وصیتیں جنکی تابعداری کی گئی

امام صاحب رحمہ اللہ سے منقول ہے وہ فرماتے کہ کسی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ میرے دلیل کو جاننے کے بغیر میرے کلام پر فتوی دے ، (المیزان) اور آپ رحمہ اللہ جب فتوی دیتے فرماتے تھے " یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے، اپنا نفس مراد لیتے، ہم نے جو جانچا ہے اس میں بہتر یہی ہے اور جو اس سے بہتر لایا وہ درستگی کے زیادہ لائق ہوگا، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے تھے کوئی شخص نہیں مگر اس پر اس کے کلام میں مواخذہ کیا جائے گا اور خطاکار ٹھرایا جائے گا سوائے اللہ کے رسول ﷺ کے۔

---

[۱] « ذكره الشّعراني في الميزان ص ۵۸ / ج ۱ » .

[۲] « جامع البيان لابن عبد البرّ ص ۹۱ / ج ۲ » .

و روى الحاكم و البيهقي عن الشّافعي أنّه كان يقول : إذا صحّ الحديث فهو مذهبي [1] .

و في رواية : إذا رأيتم كلامي يخالف الحديث فاعملوا بالحديث ، و اضربوا كلامي الحائط [2] .

و قال يومًا للمزني : يا أبا إبراهيم لا تقلّدني في كلّ ما أقول ، و انظر في ذلك لنفسك فإنّه دين ، و كان رحمه الله يقول : لا حجّة في قول أحد دون رسول اللهﷺ و إن كثروا ، و لا في قياس و لا في شيئ و ما ثَمّ إلّا طاعة الله و رسوله بالتّسليم .

حاکم اور بیہقی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے: فرمارہے تھے کہ جب حدیث صحت کے درجے کو پہنچے یہی میرا مذہب ہے ایک روایت میں ہے جب تم لوگ میرے کلام کو حدیث کے مخالف پاؤ تو حدیث پر عمل کرو، اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو، ایک دن مزنی کو فرمایا کہ اے ابو ابراہیم! ہر بات میں میری تقلید مت کیا کرو بلکہ اس میں اپنے نفس کو بھی دیکھ لیا کرو کہ یہ دین ہے۔

اور آپ رحمہ اللہ فرماتے تھے اللہ کے رسولؐ کے سوا کسی کے قول میں دلیل نہیں اگرچہ بہت زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور نہ قیاس میں اور نہ کسی اور چیز میں، اور یہاں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طاعت تسلیم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

« ذكره الشّعراني في الميزان ص ٥٧ / ج ١ ، و ذكره الفلاني في أيقاظ الهمم ص ١٠٧ » .

« المناقب للبيهقي ص ٤٧٢ / ج ١ , و إعلام الموقّعين ص ٢٨٥ / ج ٢ » .

و كان إمام أحمد بن حنبل رحمه الله يقول : ليس لأحد مع الله و رسوله كلام .

و قال أيضًا لرجل : لا تقلّدني و لا تقلّدنّ مالكًا و لا الأوزاعيّ و لا النّخعي و لا غيرهم ، و خذ الأحكام من حيث أخذوا من الكتاب و السّنّة ، و لا ينبغي لأحد أن يفتي إلّا أن يعرف أقوال العلمآء في فتاوى الشّرعيّة ، و يعرف مذاهبهم فإن سئل عن مسئلة يعلم أنّ العلمآء الّذين يتّخذ مذهبهم قد اتّفقوا عليها ، فلا بأس بأن يقول : هذا جائز ، و هذا لا يجوز و يكون قوله على سبيل الحكاية و إن كانت مسئلة قد اختلفوا فيها فلا بأس بأن يقول : هذا جائز في قول فلان ، و هذا لا يجوز في قول فلان .....

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے کوئی حقدار نہیں کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کلام کرے۔

اور آپ رحمہ اللہ نے ایک شخص کو کہا کہ میری تقلید مت کرو نہ مالک کی نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی اور نہ انکے علاوہ کی اور احکام کو وہاں سے لو لو جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت اور کسی کے لیے بھی مناسب نہیں کہ وہ فتوی دے مگر یہ کہ شرعی فتاووں میں علماء کے اقوال کو جاننے والا ہو، اور ان کے مذاہب کو جاننے والا ہو، چنانچہ اگر اس سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ جانتا ہوگا، کہ وہ علماء جنکے مذاہب پر عمل کیا گیا ہے، انہوں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے، تو کوئی حرج نہیں کہ وہ کہہ دے کہ یہ جائز ہے، اور ناجائز ہے اور اس کا یہ قول بطور حکایت و نقل ہوگا۔

و ليس له أن يختار ، فيجب بقول بعضهم ما لم يعرف حجّته [۱].

و عن أبي يوسف ، و زفر و غيرهما رحمهم الله أنّهم قالوا : لا يحلّ لأحد أن يفتي بقولنا ما لم يعلم من أين قلنا .

قيل لعصام بن يوسف : إنّك تكثر الخلاف لأبي حنيفة رحمه الله ، قال : لأنّ أبا حنيفة أوتي من الفهم ما لم نؤت ، فأدرك بفهمه ما لم ندرك ، و لا يسعنا أن نفتي بقوله ما لم نفهم [۲].

اور اگر مسئلہ ایسا ہو جس میں علماء نے اختلاف کیا ہو تو کوئی حرج نہیں کہ وہ کہہ دے ، یہ فلاں کے قول کے مطابق جائز ہے اور فلاں کے قول کے مطابق جائز نہیں۔ اور اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی مسئلے کو مختار ٹھرائے اور بعض کے قول کے مطابق اس کو واجب قرار دے جب تک کہ اس کی دلیل کو نہ سمجھا ہو۔

اور امام ابویوسف رحمہ اللہ زفر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کسی کے لیے حلال نہیں کہ ہمارے قول پر فتوی دے جب تک اس کو اس کا علم نہ ہو کہ ہم نے کہاں سے قول کیا ہے۔

عصام بن یوسف سے کہا گیا: کہ آپ امام صاحب کی بہت زیادہ مخالفت کرتے ہو، انہوں نے جواب میں کہا؛ کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو فہم کا وہ درجہ عطا کیا گیا ہے جو ہم کو نہیں ملا، چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے فہم سے ایسی چیزوں کا ادراک کیا جن کا ہم ادراک نہ کرسکے، اور ہمارے لیے اس بات کی گنجائش نہیں کہ آپکے قول کو سمجھے بغیر اس پر فتویٰ دے دیں۔

---

[۱] « إعلام الموقّعين ص ۲۰۰ / ج ۲ و ذكره الفلاني في أيقاظ الهمم ص ۱۱۳ » .

[۲] « و ذكره الفلاني في أيقاظ الهمم ص ۵۲ , بحوالة عقد الجيد ص ۱۵۷ , ۱۵۸ حاصلًا ، و مختصرًا » .

العمل بالاحتياط أمر آخر ، والتّلاعب شيئ آخر

نعم ! ههنا أمر آخر و هو العمل بالتّبعيض بأن يحمل النّصوص بما هو الأحوط بأن يحمل أحدهما بحال ، و الآخر على حال كما قالوا في الظّهر : بالمثل الأوّل ، و المثل الثّانى فلا ينبغي تأخير الظّهر من المثل الثّاني ، و لا تقديم العصر من المثل الثّاني ، و كذا لا ينبغي تأخير المغرب من الشّفق بمعنى الحمرة ، و تقديم العشآء من الشّفق بمعنى البياض .

احتیاط برتنا اور چیز ہے جبکہ دین کا مذاق اڑانا جدا چیز ہے

ہاں ! اس مقام پر ایک اور بات قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ تبعیض پر عمل کیا جائے جس کی صورت یہ ہوگی کہ نصوص کو احتیاط پر محمول کیا جائے مثلاً ایک نص ایک حالت پر اور دوسری کسی اور حالت پر محمول کی جائے۔

جیسا کہ فقہاء نے (نماز) ظہر کے بارے میں کہا ہے، کہ مثل اول میں پڑھی جائے اور مثل ثانی میں (بنا بر اختلاف)۔

چنانچہ ظہر کی تاخیر مثل اول سے اور عصر کی تقدیم مثل ثانی پر کرنا غیر مناسب ہے، اسی طرح غیر مناسب ہے کہ مغرب کو شفق (جب سرخی مراد لی جائے) سے مؤخر کیا جائے اور عشاء کو شفق (بمعنی سفیدی) پر مقدم کیا جائے۔

و أمّا عند فقدان هذه الشّروط لا يجوز الانتخاب من المذهب لأنّ هذا ليس الانتخاب من المذهب بل تلاعب بالمذهب ، و هم الّذين اتّخذوا دينهم لهوًا و لعبًا و غرّتهم الحيوة الدّنيا .

و قد نصّ الإمام أحمد رحمه الله و غيره على أنّه ليس لأحد أن يعتقد الشّيئ واجبًا ، أو حرامًا ثمّ يعتقده غير واجب أو محرّم بمجرد هواه[1].

رہاان شروط کا نہ ہونا، تو ایسی صورت میں کسی دوسرے مذہب کا انتخاب کرنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ کسی دوسرے مذہب کا انتخاب کرنا نہیں بلکہ دین کا مذاق کا اڑانا ہے۔اور یہی وہ طبقہ ہے جنہوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنار کھا ہے اور دنیا نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

اور بلا شبہ امام احمد رحمہ اللہ اور باقی ائمہ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی چیز کے واجب یا حرام ہونے کا عقیدہ رکھے ، پھر اس کے برعکس واجب اور حرام نہ ہونے کا اعتقاد محض خواہش کی بنیاد پر بنالے۔

---

[1] الفتاوی الکبری ص ۲۳۷ / ج ۲ » .

أقوال العلماء في ذمّ الانتقال المذموم

و قال رحمه الله : أو الانتقال عن قول إلى قول لمجرد عادة و اتّباع هوى فهذا مذموم[١] .

و قال رحمه الله : لا ريب أنّ التزام المذاهب و الخروج إن كان لغير أمر دينيّ مثل أن يلتزم مذهبًا لحصول غرض دنياويّ من مال أو جاه و نحوه ذلك فهذا ممّا لا يحمد عليه بل يذمّ عليه في نفس الأمر[٢] .

و قال رحمه الله : لأنّ ذلك يفتح باب التّلاعب بالدّين و فتح الذّريعة إلى أن يكون التّحليل و التّحريم بحسب الأهواء[٣].

مذموم انتقال کی مذمت میں علماء کے اقوال

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے) کہا ہے انتقال کسی قول سے دوسرے قول کی جانب صرف عادت یا خواہش کی تابعداری کی وجہ سے مذموم ہے۔

اور فرماتے ہیں: اس بات میں شک کی گنجائش نہیں کہ کسی مذہب کو لازم تھامنا اور مذہب سے نکلنا اگر کسی دینی معاملے کی بنیاد پر نہ ہو مثلاً کسی مذہب کا التزام دنیوی غرض کے لئے کیا جائے جیسے مال اور جاہ وغیرہ کے لئے تو یہ قابل ستائش نہیں بلکہ نفس الامر میں بھیانک اور مذموم فعل ہے۔

اسی طرح فرماتے ہیں "اس لئے کہ یہ دین کے ساتھ مذاق کرنے کا دورازہ کہلواتا ہے، اور حلال وحرام کو خواہش کے مطابق کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

---

[١] الفتاوى الكبرى ص ٢١٤ / ج ٢٠ » .

[٢] الفتاوى الكبرى ص ٢٢٢ / ج ٢٠ » .

[٣] الفتاوى الكبرى ص ٢٨٥ / ج ٢ » .

و قال أبو إسحاق الشّاطي رحمه الله : و لست ممّن يحمل النّاس على غير المعروف المشهور من مذهب مالك و أصحابه لأنّ الورع قلّ ، بل كاد يعدم ، و التّحفظ على الدّيانات كذلك ، و كثرت الشّهوات ، و كثر من يدّعي العلم ، و يتجاسر على الفتوى به فلو فتح لهم باب في مخالفة المذهب لا تسع الخرق على الرّاقع ، و هتكوا حجاب هيبة المذهب ، و هذا من المفسدات اللّتي لا خفآء بها[1].

جبکہ ابن اسحاق الشاطبیؒ رحمہ اللہ "موفقات" میں ذکر فرماتے ہیں: کہ میں لوگوں کو اس بات پر امادہ نہیں کر سکتا کہ وہ امام مالک رحمہ اللہ اور آپکے ساتھیوں کے غیر مشہور اقوال پر عمل کریں ،اس لئے کہ تقوی میں کمی آگئی ہے ،بلکہ تقریبا نایاب ہوچکا ہے ،اس طرح دینداری کے تحفظ کااحساس کم ہوچکاہے، لوگوں کی خواہشات بڑہ گئیں ہیں، علم کے دعویدار بکثرت ہیں۔ جو فتوی دینے کے معاملے میں نہایت جری وبیباک ہیں۔ لہٰذا اگر ان کے لئے مذہب مالکی کی مخالفت کادروازہ کھولا گیا تواصلاح کی کوشش سے فساد اور بڑہ جائیگا مذہب کے حجاب کا پردہ لوگ چاک کر ڈالیں گے ،اور یہ ایک ایسا مفسدہ ہے، جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

---

[1] « موافقات للشّاطبي ص ١٤٦ » .

أصحاب الهوى يتتبّعون زلّات الفقهآء ، و يكذبون معها مائة كذبة كما هي عادة الملاحدة و الإباحيّة

لأنّهم الّذين يتتبّعون الزّلات في الفقه و أقوال الفقهآء يكذبون معها مائة كذبة تقطيعًا و تلبيسًا و تدليسًا من عند أنفسهم ، و لهم فضائح في ذلك و تزويرات ، و لكن هذا المختصر لا يمكن أن يجمع فيه أمثلة تزويراتهم و تلبيساتهم و تقطيعاتهم .

خواہش پرست لوگ علماء کی زلات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اسکے ساتھ سو جھوٹ ملاتے ہیں جیسا کہ ملحدین اور اباحیہ کی عادت ہے

"کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو فقہ اور فقہاء کے اقوال میں زلات کی تلاش کرکے اس کے ساتھ اپنی جانب سے بطور تقطیع ،اور تلبیس وتدلیس کے سو جھوٹ ملا لیتے ہیں ۔ اور اس میں ان کے رسوا کن طریقے اور چالیں بھی شامل حال ہوتی ہیں۔

لیکن یہ ایک مختصر رسالہ ہے ،اسمیں انکے مکر وفریب ،تلبیسات اور کلام میں کانٹ چھانٹ کرکے اپنے مقصد کی برآری کرنا ،ان تمام اشیاء کا بیان نہیں سما سکتا۔

و هذا من عادة الملاحدة ، و الإباحية كما قال مولانا عبد الحيّ الكهنوي رحمه الله في إفساد هم فی الآثار المرفوعة :

و لكن خلق الله للحروب رجالًا

ورجالًا لقصـــــــعة و ثــريد

من تصدّى لخدمة الدّين عوتب ، و لكنّ العاقبة لهم كما قيل :

من الّذي ينجوا من النّاس سالمًا

و للنّـــاس قال بالظّنون و قيـل

يا ناطح الجـــــبل العالي ليكلـمه

اشفق على الرّأس لاتشفق على الجبل

اور یہ ملحدین اور اباحیہ کی عادات میں سے ہے: جیسا کہ عبدالحیی اللکھنوی رحمہ اللہ نے آثار مرفوعہ میں ان کی فساد کے ظاہر کرنے کے بارے میں لکھا ہے: شعر: ؏

«ترجمہ»: "اللہ تعالی نے کچھ انسانوں کو تو جنگوں کیلئے پیدا فرمایا ہے، اور بعض کو پیالوں اور چوری کیلئے بھی"۔

جو دین کی خدمت کیلئے بڑھے ہیں۔ وہ عتاب زدہ ہوئے ہیں، لیکن بہتر انجام انہی کا ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے:

شعر: ؏

«ترجمہ»: "کون ہے جو لوگوں میں سلامتی کیساتھ نجات حاصل کرلے، کیونکہ لوگ تو اپنے گمانوں کے مطابق قیل قال کرتے رہتے ہیں۔ اے بلند پہاڑ کو زخمی کرنے کے ارادے سے ٹکر لینے والے، اپنے سر پر خوف کھا پہاڑ پر شفقت مت کر۔

15

الحصر في المذاهب الأربعة من أجل القبول من الله ، والفضل من الله

و قيل اعتراضًا على الحصر في المذاهب الأربعة : بأنّه لا نصّ من الشّارع على المذاهب الأربعة ؟

فجوابه : أنّ القبول من الله تعالى كما في الخبر عن نافع قال : قال أبو هريرةؓ عن النّبيّﷺ قال : إذا أحبّ الله العبد نادى جبرئيلَ إنّ الله يحبّ فلانًا فاحببه فيحبّه جبرئيل فينادي جبرئيلُ في أهل السّمآء إنّ الله يحبّ فلانًا أحبّوه فيحبّه أهل السّمآء ، ثمّ يوضع له القبول في الأرض [1].

مذاہب فقط ان چار میں محصور ہیں کہ انکو اللہ نے قبولیت اور فضیلت دی ہے

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مذاہب فقط ان چار میں محصور ہیں۔ پر شارع کی طرف سے تو ان چاروں کے بارے میں تو کوئی نص موجود نہیں ؟ چنانچہ جواب یہ ہے کہ مقبولیت اللہ کی جانب سے ہوتی ہے:

جیسا کہ نافع رحمہ اللہ سے خبر منقول ہے، فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے نبی ﷺ سے ارشاد نقل کرکے فرمایا "جب اللہ کسی بندے کیساتھ محبت کا اظہار فرماتا ہے تو جبرئیلؑ کو متوجہ فرماتا ہے؛ کہ اللہ فلاں کیساتھ محبت کرتا ہے، جبرئیلؑ آسمان والوں میں اعلان کردیتیں ہیں، کہ اللہ فلاں کے ساتھ محبت کرتا ہے تم بھی اس کے ساتھ محبت کرو چنانچہ وہ آسمان والوں کا محبوب بن جاتا ہے پھر زمین میں بھی اسکی مقبولیت آجاتی ہے۔

---

[1] « البخاري ص ۴۵۶ / حديث رقم ۳۱۰۵ » .

و أنّ الفضل بيد الله يؤتيه من يشآء ، و يختصّ برحمته من يشآء.

فلا ينبغي الإنكار من فضائل من اختصّه الله تعالى برحمته كإنكار الشّيعة من فضيلة الشّيخين ، و إنكار البعض من محبّة الختنين ، و إنكارهم عن فضيلة عائشة أمّ المؤمنين رضی الله عنها ، و إنكار البعض عن صحّة صحيح البخاري ففضيلة الأئمّة الأربعة ثابتة ، و لا ينبغي لأحد أن يحسدهم بهذه الفضيلة قال الله تعالى : ﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾[1] .

اور بے شک فضیلت اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔

چنانچہ جس کو اللہ نے اپنی مہربانی سے خصوصیت دی ہو، اس کے فضائل سے انکار کرنا بے جا ہے، جیسے شیعہ شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے منکر ہیں، اور بعض ختنین رضی اللہ عنہما کی محبت کے۔ اور یہی لوگ ام المؤمنین عائشہ کی فضیلت کے بھی منکر ہیں، اور اسی طرح بعض لوگ صحیح بخاری کی صحت سے انکار کر دیتے ہیں، لہٰذا چاروں ائمہ کی فضیلت برحق ہے۔ اور کسی بھی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ان فضائل کی وجہ سے ان کے ساتھ حسد کرنے لگے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں: ((ترجمہ)): حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو دیا ہے اللہ نے ان کو اپنے فضل سے۔

---

[1] « سورة النّسآء ٥٤ » .

فنقل المذاهب الأربعة بقدر المشترك تواترًا ، و قال الشّاه وليّ الله الدّهلوي : و بالجملة فالمذهب للمجتهدين سرّ ألهمه الله تعالى العلمآء ، و جمعهم عليه من حيث يشعرون ، أو لا يشعرون[1] .

اللّٰهم أرنا الحقّ حقّا وارزقنا اتّباعه ، و أرنا الباطل باطلًا و ارزقنا اجتنابه .

چنانچہ مذاہب اربعہ کا تواتراً نقل ہونا بطریقۂ قدر مشترک کے ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جسکا خلاصہ یہ کہ مجتہدین کے مذہب کی پابندی ایک راز ہے جسے اللہ نے علماء کے دل میں ڈالا اور شعوری یا غیر شعوری طور پر سے ان کو اس پر متفق کر ڈالا۔ اے رب ہمیں حق کو حق ہی سمجھنے کی توفیق عطا فرما اور اس کی تابعداری نصیب کر، اور باطل ہمیں باطل ہی دکھا اور ہمیں اس سے کوسوں دور کردے۔

---

[1] « الإنصاف ص ۶۳ , تقلید کی شرعی حیثیت ص ۷۶ » .

جملة الكلام في المناظرة مع من يدّعي التّمسّك بالكتاب و السّنّة

و بالجملة هذا بعض تفصيل المناظرة مع من يدّعي التّمسّك بالكتاب و السّنّة و له عرض عريض فينبغي اليقظة حين المناظرة ، و تحرير محلّ النّزاع ، و بهذا اكتفي معرضًا عن الوضاحة بالأمثلة ؛ لأنّ الاكتفآء بالأمثلة لوضاحة الكليات ، و ليس لهذه الفرقة ضابطة ، و كلّيّة لأنّهم فرق شتّى و لكلّ فرقة عنديّة من عند نفسها ، و يعبّر عن ذلك بالتّمسّك من الكتاب و السّنّة فافهم و تأمّل .

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کے بارے میں کلام کا حاصل جو کتاب اور سنت پر تمسک کے دعویدار ہیں

یہ تو ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کچھ تفصیل تھی جو کتاب اور سنت پر عمل کرنے کے دعویدار تھے ، جس کا میدان بہت وسیع ہے تو مناظرے کے دوران بیداری سے کام لینا چاہئے ،اور محل نزاع واضح کرنا چاہئے۔

اور اسی پر اکتفاء کرتا ہوں ، مثالوں کے ساتھ وضاحت کرنے سے اعراض کرتے ہوئے اس لئے کہ مثالوں پر اکتفاء کرنا کلیات کی وضاحت کے لیے ہوتا ہے ،۔ حالانکہ اس فرقے کا کوئی قانون اور کلیہ ہے ہی نہیں کیونکہ (یہ اپنے درمیان) مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں ، اور ہر فرقے کے کچھ خودساختہ ٹوٹکے ہیں جنہیں کتاب وسنت کے تمسک کا نام دیتے ہیں۔ سو خوب فہم اور سوچ پیدا کرلو۔

تفصيل كيفيّة المناظرة مع من يدّعي التّمسّك بأقوال الفقهآء ، وبيان عجائب الفرقة المتمسّكة بأقوال الفقهآء

و أمّا المناظرة مع من يدّعي التّمسّك بأقوال الفقهآء فلا بدّ عند المناظرة مع هذه الفرقة من تحرير محلّ النّزاع ، و تعيين الدّعوى ، و المدّعي ، و المدّعى عليه ما يقال له السّائل في علم المناظرة ، و لهذه الفرقة عجائب عند المناظرة ، و من أعظم شبهاتهم سؤالهم عن التّقليد فتذكر ما مرّ من مباحث التّقليد فإن قلت : أنا مقلّد فيستدلّون عليك من الزّلّات المنتسبة إلى الفقهآء ، و ليست هي في الحقيقة من مذهب الفقهآء ، بل من دسيسات بعض النّاس ، و تلبيساتهم ، و تقطيعاتهم .

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کیفیت کی تفصیل جو فقہاء کے اقوال پر تمسک کے دعویدار ہیں اور انکے عجائبات کا بیان

رہا ان لوگوں کے ساتھ مناظرہ جو فقہاء کے اقوال کے تمسک کے مدّعی ہیں۔ تو اس فرقہ کیساتھ مناظرے کے وقت بھی محل نزاع کی وضاحت اور دعوی مدعی اور مدعی علیہ (جس کو فن مناظرہ میں سائل بھی کہا جاتا ہے) کی تعیین کرنا ضروری ہو گی ، ایسے لوگوں کے چند عجوبات ہوتے ہیں جو مناظرہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے شبہات میں بڑا شبہ تقلید کے بارے میں سوالات کرنا ہوتا ہے تو آپ تقلید کی وہ مباحث جو گزر چکی ہیں۔ یاد رکھیں۔ چنانچہ اگر آپ کہیں کہ میں مقلد ہوں، تو یہ آپکے خلاف ان زلات سے دلیل لیں گے جو فقہاء کی طرف منسوب ہیں۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ فقہاء کے مذہب میں تو ایسی خرافات کا نام و نشان ہی نہیں ہوتا بلکہ یہ بعض لوگوں کی از خود تنقیص و زیادت ، اور توڑ پھوڑ کا ثمرہ ہے۔

عدم النّقل و التّرك في العبادات دليل عدم الجواز

و قد رأينا ذلك مرارًا منهم ، فقد كنّا في مناظرة فزاد مناظرهم المعروف زيادة عجيبة من عند نفسه فقال في أثناء نقل العبارة من فيض الباري للعلّامة الكشميري رحمه الله ، فقال : عدم النّقل ليس بدليل قال ذلك من عند نفسه فتعجّبنا من زيادته العبارة المذكورة ، و الحال أنّ عدم النّقل في العبادات دليل عدم الجواز .

و أمّا أهل السّنّة و الجماعة فيقولون في كلّ فعل و قول لم يثبت عن الصّحابة فهو بدعة لأنّه لو كان خيرًا لسبقونا إليه لأنّهم لم يتركوا خصلة من خصال الخير إلّا و قد بادروها إليها[1].

عبادات میں عدم نقل اور ترک عدم جواز کی دلیل ہے

اور شک ہم ان لوگوں کے کرداروں کو بارہا دیکھ چکے ہیں چنانچہ ہم ایک مناظرے میں حاضر تھے ، تو ان کے مشہور مناظر نے اپنی طرف سے عجیب اضافہ کر ڈالا ۔ اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ کی تصنیف فیض الباری سے عبارت نقل کرتے ہوئے یہ کہہ دیا "کہ عدم نقل دلیل نہیں" حالانکہ یہ اپنی طرف سے زیادت تھی ، تو ہمیں اسکی اس زیادت سے انتہائی تعجب ہوا ، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عبادات میں عدم نقل تو عدم جواز کی دلیل ہوتی ہے ، اور اہل سنت والجماعت کا تو یہی قول ہے کہ ہر وہ فعل اور قول جو صحابہ سے ثابت نہ ہو بدعت قرار پائے گا ، کیونکہ اگر یہ خیر کا کام ہوتا تو صحابہ اس کی طرف ہم سے سبقت کر چکے ہوتے کیونکہ کوئی ایسی خوبی نہیں جس کی طرف وہ بڑھے نہ ہوں اور اسے ترک کر دیا ہو۔

---

[1] « ابن كثير ۱۵۶ / ج ۴ » .

و عن الزّهري أنّ رسول اللهﷺ كان إذا رمى الجمرة اللّتي تلى مسجد منى يرميها بسبع حصيات يكبّر كلّما رمى بحصات ، ثمّ تقدّم أمامها فوقف مستقبل القبلة رافعًا يديه يدعو ، و كان يطيل الوقوف ، ثمّ يأتي الجمرة الثّانية فيرميها بسبع حصيات يكبّر كلّما رمى بحصيات ، ثمّ ينحدر ذات الشّمال ممّا يلي الوادي فيقف مستقبل القبلة رافعًا يديه ، ثمّ يأتي الجمرة اللّتي عند العقبة فيرميها بسبعه حصيات يكبّر عند حصيات ، ثمّ ينصرف و لا يقف عندها[1] ألا ترى إلى استدلال الزّهري و ابن عمر بالدّعاء ، و رفع اليدين عند الجمرتين من فعل النّبيّ ﷺ و عدم الدّعآء ، و رفع اليدين عند رمي الجمرة العقبة و عند الوقوف .

اورامام زہری رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جب اس جمرہ پر کنکری مارتے جو مسجد منی کے قریب ہے، توسات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر اس کے سامنے سے آگے بڑھتے، قبلہ رو ہو کر ہاتھ اٹھاتے اور دعا فرماتے، اور کافی دیر تک کھڑے رہتے، پھر جمرہ ثانیہ کوآتے اور سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے اور پھر بائیں جانب وادی کے قریب جاتے، وہاں کھڑے ہوتے قبلہ رو، ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے، پھر عقبہ کے قریب والی جمرہ کے پاس آتے اور سات کنکریاں مارتے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے پھر لوٹتے اور وہاں کھڑے نہ ہوتے۔

کیا آپ زہری رحمہ اللہ اور ابن عمر کے استدلال کو نہیں سمجھ سکے! کہ (پہلے) دو جمروں کے پاس دعا اور رفع الیدین نبی ﷺ کے فعل سے ثابت ہے، اور جمرہ عقبہ اور وقوف کے وقت رفع الیدین و دعا ثابت نہیں ہے۔

---

[1] « البخاري ۲۳۶ »

و في المرقات : المتابعة كما تكون في الفعل تكون في التّرك أيضًا فمن واظب على فعل لم يفعله شارع فهو مبتدع [۱] ، و لست في معرض تفصيل مسائل الجزئيات ، و قد صنّفوا في ذلك تصنيفات فعليكم بالرّجوع إليها ، و إنّما أذكر تدسيس أهل الهوى و البدع ، و تدليسهم خصوصًا حين المناظرة ، و من فضائحهم الاستدلال من قول مفتي عصرهم ، و يقولون إنّه مفتٍ فقيه ، و له ملكة و الحال لا يقال على المقلّد : الفقيه كما في مسلّم الثّبوت ، و لا يقال على المقلّد : (أي لا يقال : الفقيه على المقلّد) لتقصيره عن الطّاقة [۲]، هذا حكم مطلق المقلّد فكيف يستدلّ من قول مفتي زماننا الّذي قلّما يفرّق بين الغثّ و السّمين .

مرقات میں ہے کہ: "تابعداری جیسے کہ فعل میں ہے، اسی طرح ترک فعل میں بھی ہے ، چنانچہ جس نے کسی ایسے کام پر مواظبت اختیار کرلی کی جو کہ نبی ﷺ سے ثابت نہ ہو سو وہ بدعتی قرار پائے گا۔ میں جزئیات کی تفصیل میں نہیں جاسکتا۔ اس بارے میں تو فقہاء تصنیفات کر چکے ہیں، چنانچہ وہی ملاحظہ فرمالیں۔ بلکہ میرا مقصد یہاں خواہش پرستوں اور اہل بدع کے مکر وفریب اور چالوں کا بیان کرنا ہے۔ بالخصوص جو مناظرے کے موقع پر کی جاتی ہیں۔ ان کے رسوا کنندہ کاموں میں اپنے زمانے کے مفتی کے قول کو دلیل بنانا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ فقیہ اور مفتی ہے، اور اسے علمی ملکہ حاصل ہے۔ حالانکہ مقلد کو فقیہ نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے :(لایقال علی المقلد ای لایقال :الفقیہ علی المقلد) کیونکہ اس کے پاس اجتہاد کی طاقت نہیں ہے۔ یہ مطلق مقلد کا حکم ہے ، تو ہمارے زمانے کے مفتی کے قول سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے جو کہ بہت کم ہی کہیں با موقع اور بے موقع گفتگو کے درمیان فرق کرنے پائے۔

---

[۱] « المرقات ۱۴ » .

[۲] « مسلّم الثّبوت ص ۶ » .

يجوز الاستدلال للمقلّد من الكتاب والسّنّة

و إن استدللت من الآية و الحديث فيستصرخون من كلّ جانب ، و ينادون بصوتهم المرتفع، و يقولون : أنت قلت أنا مقلّد و أنت تستدلّ من الآية و الحديث فكأنّ في زعمهم الفاسد لا يجوز للمقلّد الاستدلال من الآية و الحديث ، و لا معرفة لهم بمرتبة التّقليد فإنّ التّقليد في مسآئل لا توجد فيه الدّليل من الكتاب و السّنّة كما مرّ ذكره فكيف يجوز التّقليد في مسائل فيها نصوص قطعيّة الثّبوت صريحة الدّلالة قد مرّ التّفصيل في ذلك .

و من سؤالهم سؤال تعريف الفقه ، و طبقات الفقهآء :

فالفقه : لغة فهم الأشيآء الدّقيقة ، و في مسلّم الثّبوت الفقه : حكمة فرعيّة شرعيّة[1] .

و لا يقال على المقلّد لتقصيره عن الطّاقة .

---

[1] « مسلّم الثّبوت ص ۶ » .

مقلد کے لئے قرآن وسنت سے استدلال درست ہے

اور اگر آپ آیت کو یا حدیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں تو ہر طرف سے چیخنا اور چلانا شروع ہو جاتے ہیں اور شور و غوغا کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ تم تو کہتے ہو کہ میں مقلد ہوں اور پھر آیت اور حدیث سے استدلال بھی کر رہے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے فاسد خیالات میں یہ بات پڑ چکی ہے کہ مقلد آیت و حدیث سے استدلال کرنے کا مجاز نہیں۔ تقلید کے مرتبے کو تو پہچانتے نہیں کیونکہ تقلید تو ان مسائل میں کی جاتی ہے، جن میں کتاب وسنت نہ ہو جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ تو جن مسائل میں نصوص قطعی الثبوت اور صریح الدلالۃ موجود ہوں تو ان میں تقلید کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔ اور اس میں تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

ان کے سوالات میں ایک سوال فقہ کی تعریف اور فقہاء کے طبقات کے بارے میں ہوگا۔ سو فقہ لغت میں باریک اشیاء کے سمجھنے کا نام ہے۔ مسلم الثبوت میں فقہ حکمۃ شرعیہ فرعیہ، کو کہا گیا ہے۔ مقلد کو فقیہ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اسمیں اجتہاد کی قدرت ہی نہیں۔

التّفصيل في الفقه والفقهآء ، وبيان طبقاتهم

و في التّوضيح و التّلويح : و الفقه : معرفة النّفس ما لها ، و ما عليها ، و يزداد عملًا ليخرج الاعتقاديات ، و الوجدانيات [١].

و قال : و قيل : العلم بالأحكام الشّرعيّة العمليّة من أدلّتها التّفصيليّة [٢]

و قال : بل هو العلم بكلّ الأحكام الشّرعيّة العمليّة اللّتي قد ظهر نزول الوحي بها ، و اللّتي انعقد الإجماع عليها من أدلّتها مع ملكة الاستنباط الصّحيح منها [٣].

و بالجملة : تعريف العلوم المدوّنة يختلف باختلاف النّاظرين ، و لا مشاحة في الاصطلاح .

و من سؤالهم طلب بيان طبقات الفقهآء ، فعليك في الجواب معنى الطّبقة لغة و اصطلاحًا كما مرّ .

و بعد ذلك بيان طبقات الفقهآء كما في الدّرّ المختار ، و ذكر سبع طبقات :

---

[١] « التّوضيح ، و التّلويح ص ٢٧ » .

[٢] « التّوضيح ، و التّلويح ص ٣٠ » .

[٣] « التّوضيح ، و التّلويح ص ٤٦ » .

فقہ اور فقہاء اور انکے طبقات کی تفصیل

جبکہ توضیح تلویح میں ہے، فقہ نفس اور نفس کیلئے اشیاء مفیدہ اور مضرہ کی معرفت کو کہا جاتا ہے، اور عملًا کی قیدز ائد ٹھرائی جائے گی اعتقادیات اور وجدانیات کو (فقہ کی تعریف سے) نکالنے کیلئے۔اور کہتے ہیں کہ ایک یہ قول بھی ہے کہ فقہ ادلہ تفصیلیہ سے احکام شرعیہ عملیہ کے استنباط کا علم ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ : بلکہ فقہ تو ان تمام احکام شرعیہ عملیہ کا جاننا ہے جن کے متعلق وحی کا نزول ظاہر ہے اور انکی حجیت پر اجماع منعقد ہے کہ جن احکام کو ان کے دلائل سے استنباطِ صحیح کے ملکہ کے ساتھ مستنبط کیا گیا ہو۔

بالجملہ علوم مدوّنہ کی تعریفات ناظرین کے بدلنے سے مختلف ہوتی رہتی ہیں ، (اور اصطلاحات میں کچھ مضائقہ نہیں ہوتا)۔

اور انکے سوالوں میں ایک سوال فقہاء کے طبقات کے متعلق بھی ہوتا ہے، چنانچہ آپ جواب میں طبقہ کا لغوی معنی اصطلاحی معنی ضرور ذکر کیجئے، جو کہ مذکور ہو چکا ، اس کے بعد فقہاء کے طبقات بیان کر دیجئے جو کہ در مختار میں مذکور ہیں ، انہوں نے سات ۷ طبقات ذکر کیے ہیں۔

الأولى : طبقة المجتهدين في الشّرع كالأئمّة الأربعة رضي الله عنهم و من سلك مسلكهم في تأسيس قواعد الأصول و به يمتازون عن غيرهم.

و الثّانية : طبقة المجتهدين في المذهب كأبي يوسف رحمه الله، و محمّد رحمه الله، و سائر أصحاب أبي حنيفة القادرين على استخراج الأحكام من الأدلّة على مقتضى القواعد اللّتي قرّرها استاذهم أبو حنيفة في الأحكام ، و إن خالفوه في بعض أحكام الفروع لكن يقلّدونه في قواعد الأصول ، و به يمتازون عن المعارضين في المذهب كالشّافعيّ رحمه الله ، و غيرهم المخالفين له في الأحكام غير مقلّدين في الأصول .

---

۱ - پہلا طبقہ شریعت کے مجتہدین کا طبقہ ہے ، جیسے کہ چاروں ائمہ (رضی اللہ عنہم) اور وہ لوگ جو اصول کی بنیاد رکھنے میں انکی راہ پر چلے اور اسی کے ذریعے اوروں سے ممتاز ہوئے۔

۲- والثانیہ ؛ دوسرا طبقہ فقہاء میں مجتہدین فی المذہب کا ہے ، مثلا امام ابو یوسف ، امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے دوسرے اصحاب جو مذکورہ دلائل سے ان قواعد کے مطابق احکام مستنبط کرتے ہیں ، جو ان کے استاد نے مقرر کیے ہیں اس لئے ان حضرات نے اگرچہ اپنے امام سے بعض فروعی مسائل میں اختلاف کیا ہے ، لیکن قواعد اصول میں اپنے امام کے مقلد رہے ، اور اسی بناء پر یہ طبقہ معارضین عن المذہب ، "جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور اس کے علاوہ دیگر وہ ائمہ ہیں جو احکام میں امام صاحب کے مخالف ہیں اور اصول میں بھی آپکے مقلد نہیں" سے ممتاز ہو گیا۔

و الثّالثة : طبقة المجتهدين في المسائل اللّتي لا نصّ فيها عن صاحب المذهب كالخصّاف و أبي جعفر الطّحاوي و أبي الحسن الكرخي و شمس الأئمّة الحلواني و شمس الأئمة السّرخسي و فخر الإسلام البزدوي و فخر الدّين القاضي خان و أمثالهم ؛ فإنّهم لا يقدرون على شيئ من المخالفة لا في الأصول ، و لا في الفروع و لكنّهم يستنبطون الأحكام في المسائل اللّتي لا نصّ فيها على حسب الأصول و القواعد.

و الرّابعة : طبقة أصحاب التّخريج من المقلّدين كالرّازي ، و أضرابه فإنّهم لا يقدرون على الاجتهاد أصلًا لكنّهم لإحاطتهم بالأصول ، و ضبطهم للمأخذ يقدرون على تفصيل قول مجمل ذي وجهين .....

۳-والثالثہ: تیسرا طبقہ ان مجتہدین کا جو ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں، جن میں صاحب مذہب سے کوئی صراحت منقول نہ ہو جیسے خصاف، ابو جعفر الطحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، فخر الدین، قاضی خان وغیرہ کیونکہ ان سب کو کسی بھی اصل یا فرع میں اختلاف کرنے کی قدرت نہیں، لیکن ان ہی اصول و قواعد کے مطابق ان مسائل میں احکام کا استنباط کر سکتے ہیں جن میں نص نہ ہو۔

۴-الرابعہ: چوتھا طبقہ مقلدین میں اصحاب تخریج کا ہے، جیسے کہ امام رازی اور آپ جیسے اور علماء کیونکہ اس طبقے والوں کو تو اجتہاد کی طاقت نہیں ہوتی لیکن اصول کا احاطہ کرنے اور مآخذ کو گھیرنے کی بنیاد پر دو جہتوں والے مجمل قول.....

و حكم مبهم محتمل لأمرين منقول عن صاحب المذهب ، أو أحد من أصحابه برأيهم ، و نظرهم في الأصول ، و المقايسة على أمثاله ، و نظائره من الفروع ، و ما في الهداية من قوله : كذا في تخريج الكرخي ، و تخريج الرّازي من هذا القبيل .

و الخامسة : طبقة أصحاب التّرجيح من المقلّدين كأبي الحسن القدوري ، و صاحب الهداية ، و أمثالهم ، و شأنهم تفضيل بعض الرّوايات على بعض كقولهم: هذا أولى ، و هذا أصحّ رواية ، و هذا أوفق للنّاس.

و السّادسة : طبقة المقلّدين القادرين على التّمييز بين القويّ و الأقوى و الضّعيف و ظاهر المذهب و الرّواية النّادرة كأصحاب المتون المعتبرة من المتأخّرين مثل صاحب الكنز و صاحب الدّرّ المختار و صاحب الوقاية و صاحب المجمع ، و شأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة ، و الرّوايات الضّعيفة .

السّابعة : طبقة المقلّدين الّذين لا يقدرون على ما ذكر ، و لا يفرّقون بين الغثّ ، و السّمين[1].

هذا تفصيل المناظرة مع من يدّعي التّقليد و التّمسّك بأقوال الفقهآء ؛ فتأمّل و تيقّظ عند المناظرة فلهم عجائب عند الاستدلال لا يسعه هذا المختصر .

اور ایسے مبہم حکم کی تفصیل کی قدرت ہوتی ہے جو دو امروں کا احتمال رکھتا ہو ، صاحب مذہب سے نقل ہو یا صاحب مذہب کے اصحاب میں کسی ایک سے ، یہ تفصیل اپنی رائے اور اصول

---

[1] « درّ المختار ص ٧٧ » .

میں غور کرنے سے اور اسی طرح باقی فروع میں ان مسائل کی امثال اور نظائر پر قیاس کرنے سے کی گئی ہو۔

ہدایہ میں جو یوں ذکر ہے کہ : کذا فی تخریج الکرخی ، و تخریج الرازی یہ اسی کی قبیل سے ہے۔

۵-والخامسہ پانچواں طبقہ مقلدین میں اصحاب ترجیح کا ہے ، جیسا کہ ابو الحسن القدوری ، صاحب ہدایہ اور ان جیسے فقہاء ان کی خدمت بعض روایتوں کو بعض دیگر پر ترجیح و فوقیت دینا ہے جیسا کہ یہ فرماتے ہیں کہ "یہ بہتر ہے" "یہ زیادہ درست روایت ہے" "یہ لوگوں کے زیادہ موافق ہے"۔

۶-والسادسہ : چھٹا طبقہ ، ان مقلدین کا ہے جو قوی اقوی ضعیف ، ظاہر المذہب اور الروایۃ النادرۃ کے درمیان تمییز کرنے پر قادر ہوں ، جیسے متاخرین میں سے معتبر اصحاب متون مثلاً صاحب کنز ، صاحب مختار ، صاحب الوقایہ ، صاحب المجمع اور ان کا کام یہ ہے کہ مردود اقوال اور کمزور روایات نقل نہیں کرتے۔

۷-والسابعہ ساتواں طبقہ : خالص مقلدین کا ہے ، جو مذکورہ امور پر قدرت نہیں رکھتے اور بے موقع و با موقع گفتگو میں فرق نہیں کر سکتے۔

یہ ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی تفصیل ہے جو تقلید اور فقہاء کے اقوال کے تمسک کے دعویدار ہوں ، چنانچہ غور کرو اور مناظرے کے موقع پر بیدار مغز رہو ، استدلال کے وقت وہ اپنے حیران کن طریقے آزماتے ہیں ، کہ یہ مختصر رسالہ انکی وسعت نہیں رکھ سکتا۔

كيفيّة المناظرة مع من يدّعي الفهم بالعلوم الآليّة ، وبيان أسئلتهم

و أمّا المناظرة مع من يستدلّ من العلوم الآليّة و الصّناعيّة من اللّغة و الاشتقاق و النّحو و علم الأدب و المنطق و الحكمة و الفلسفة ؛

فطريقة البحث معهم مختلفة ، فأكثرهم يسألون أوّلًا عن الألفاظ المفردة ، و يقولون : إنّه مصدر أو اسم مصدر أو علم مصدر ، و بعد ذلك لهم الاستفسار في الفرق بين المصدر المعلوم و المجهول و الحاصل من المصدر المعلوم و المجهول و المصدر المبني للفاعل و المفعول و القدر المشترك .....

ان لوگوں کے ساتھ مناظرے کی کیفیت کا بیان جو علوم آلیہ پر عبور کے دعویدار ہوں اور انکے سوالوں کا بیان

رہا مناظرہ ان لوگوں کے ساتھ جو علوم آلیہ صنعتیہ کو دلیل ٹھرائیں جیسے کہ علم لغت ،اشتقاق ، نحو ، علم الادب، منطق، حکمت ، فلسفہ ہے، چنانچہ ان کے ساتھ بحث کرنے مختلف کے طریقے ہیں ، ان میں سے اکثر پہلے الفاظ مفردہ کے بارے میں سوال کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مصدر ہے کہ اسم مصدر یا علم مصدر اور اس کے بعد مصدر معلوم ہے یا مصدر مجہول، حاصل من المصدر المعلوم ہے یا حاصل من المصدر المجہول، مصدر مبنی للفاعل ہے یا للمفعول اور قدر مشترک کی وضاحت پوچھتے ہیں۔ ایسے ایک سوال جنس ،اسم جنس، علم جنس اور فرد الجنس کے درمیان فرق کا بھی ہوتا ہے۔

قال لي أحد : ما الفرق بين نفس الشّيئ و بشرط الشّيئ و بشرط لا شيئ ؛ فقلت له بداهة : لفظ الحمار نفس الشّيئ ، و الحمار مع الرّحل بشرط الشّيئ ، و الحمار بدون رحل بشرط لا شيئ .

و من شبهاتهم طلب الفرق بين مطلق الشّيئ و بين الشّيئ المطلق كما يقولون : ما الفرق بين مطلق الدّعآء و بين الدّعآء المطلقة.

فاعلم : أنّ مطلق الشّيئ في مرتبة العموم ، و الماهيّة تحتها الأفراد ، و هي اعتباريّة و حقيقيّة فإن كان الخصوص فيه في المصداق فهو فرد حقيقيّ ، و إن كان الخصوص في الذّهن فهو فرد اعتباريّ فمطلق الشّيئ باعتبار العموم يصير شيئًا مطلقًا ، فالشّيئ المطلق فرد اعتباري لمطلق الشّيئ .....

مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ نفس شئے بشرط شئے اور بشرط لاشئے میں کیا فرق ہے میں نے فی البدیہ جواب دیا، گدھا نفس شیئ ہے، گدھا ساتھ کجاوے کے بشرط الشیئ ہے، اور گدھا بغیر کجاوے کے بشرط لاشیئ ہے۔

ان کے شبہات میں ایک شبہہ مطلق شیئ اور شیئ مطلق کے درمیان فرق کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں مطلق دعاء اور دعاء مطلقہ کے درمیان کیا فرق ہے؟

تو جان لو کہ مطلق شیئ عموم کے مرتبہ میں ہوتی ہے، اور ماہیت جس کے نیچے افراد ہوتے ہیں۔ یا تو اعتباری اور یا حقیقی، تو اگر اس میں خصوصیت مصداق کے اعتبار سے ہو تو فرد حقیقی ہوگا اور اگر خصوص ذہن کے اعتبار سے ہو تو فرد اعتباری ہوگا چنانچہ مطلق شیئ عموم کے اعتبار سے شیئ مطلق بنتی ہے، تو شیئ مطلق مطلق شیئ کا فرد اعتباری ہوا۔

و أمّا الفرد الحقيقيّ فإن كان التّقييد بالكلّيّ الذّاتي فهو فرد نوعيّ ، و إن كان بالكليّ العرضيّ فهو فرد صنفيّ ، و إن كان بالتّشخّصّ الواقعيّ فهو الفرد الشّخصيّ ، و إن كان التّخصيص بالتّقييد بحيث تكون التّقييد داخلًا ، و القيد خارجًا فهو حصّة ، و جملة أفراد المصدر حصص.

و بعد وضاحة المفردات تذكر ما مرّ من بحث الدَعوى و المدّعي و المدّعى عليه ما يقال له السّائل في علم المناظرة .

فإن كان الدعوى بديهيّة و طلب السّائل يعني المدّعى عليه الدّليل من المدّعي فجوابه أنّ المدّعى بديهيّة لا يحتاج إلي الدّليل

اور رہا فرد حقیقی تو اگر تقیید کلی ذاتی سے کی گئی ہو تو فرد نوعی کہلاتا ہے، اور اگر کلی عرضی سے کی گئی ہو تو فرد صنفی ہے اور اگر تشخص واقعی سے کی گئی ہو تو فرد شخصی اور اگر تخصیص تقیید کے ذریعے کی گئی ہو یوں کہ تقیید داخل ہو اور قید خارج ہو تو حصہ ہے، اور مصدر کے سارے افراد خاص ہیں۔

مفردات کی وضاحت کے بعد دعوی، مدعی، مدعی علیہ (جس کو مناظرے کے فن میں سائل بھی کہتے ہیں) کی مباحث کو یاد رکھو جو گزر چکی ہیں۔

چنانچہ اگر دعوی بدیہی ہو اور سائل یعنی مدعی علیہ، مدعی سے دلیل طلب کرلے تو جواب یہ ہوگا کہ مدعی (دعوی) بدیہی ہے دلیل کا محتاج نہیں۔

نعم ! يذكر لتنبيه الشّاهد ، و إن كان المدّعى نظريّة فيذكر المدّعي الدّليل ، و يجب عليه ملاحظة مادّة الدّليل لأنّ الدّليل إمّا برهانيّ يتألّف من اليقينيّات ، و إمّا جدليّ يتألّف من المشهورات و المسلّمات ، و إمّا خطابيّ يتألّف من المقولات و المظنونات ، و إمّا شعري يتألّف من المتخيّلات ، و إمّا سفسطيّ يتألّف من الوهميّات المشبّهات .

و يجب عليه ملاحظة هيئة الدّليل من الاقترانيّ و الاستثنائيّ لئلّا يرد عليه المنع و النّقض و المعارضة .....

ہاں اور اگر مدعیٰ (دعوی) نظری ہو تو مدعی دلیل پیش کریگا اور اس میں دلیل کے جزء ترکیبی کا ذہن نشین رکھنا ضروری ہوگا، کیونکہ دلیل یا تو برہانی ہوتی ہے جو یقینیات سے مرکب ہوتی ہے، یا جدلی ہوتی ہے جو مشہورات اور مسلمات سے مرکب ہوتی ہے، اور یا پھر خطابی ہوتی ہے، جو مقولات اور مظنونات سے مرکب ہوتی ہے، یا شعری، جو خیالات سے مرکب ہو اور یا سفسطی، جو وہمیات سے اور التباس پیدا کرنے والے امور سے مرکب ہوتی ہے۔

اور دلیل کی ہیئت کو ملاحظہ کیا جائے گا، جیسے اقترانی ہونا یا استثنائی ہونا، تاکہ منع، نقض معارضہ اس پر وارد نہ ہوسکے۔

فالمنع على جهات مختلفة ، و له أقسام ، و المعروف في تفسيره : طلب الدّليل على المقدّمة ، و قيل : طلب الدّليل على ملتزم الصّحة ، و لا بدّ من سند المنع ، و هو ما يعتمد عليه .

و أمّا المعارضة : هي إقامة الدّليل على خلاف ما أقام به الخصم ، و لها أقسام .

و أمّا النّقض فأيضًا له أقسام ، و المعروف ما يقال : أنّ النّقض إجماليّ ، و تفصيليّ .

فالإجماليّ على قسمين أحدهما أن يقال هذا الدّليل محال لأنّه مستلزم للمحال ، و مستلزم المحال محال ، و الثّاني أن يقال : الدّليل بجميع مقدّماته جارٍ في موضع آخر ، و لا يستلزم المطلوب .

و أمّا النّقض التّفصيليّ : هو الكلام مفصّلًا مفسّرًا على مقدّمة مقدّمة من الدّليل .

چنانچہ منع کی مختلف جہات ہیں اور کئی اقسام ہیں۔اس کی تعریف کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ: " مقدمہ پر دلیل کا مطالبہ کرنا "اور منع کی سند بھی ضروری ہے اور سند اسے کہتے ہیں جس پر اعتماد کیا جائے ، اور جو معارضہ ہے تو یہ اس چیز کے خلاف دلیل قائم کرنے کا نام ہے جس پر خصم نے دلیل قائم کر رکھی ہو۔اس کی کئی اقسام ہیں۔اور بہر حال نقض تو اس کی بھی متعدد اقسام ہیں: مشہور انمیں نقض اجمالی اور نقض تفصیلی ہے پھر اجمالی دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ یوں کہا جائے یہ دلیل محال ہے کیونکہ محال کو مستلزم ہو رہی ہے اور محال کا مستلزم محال ہوا کرتا ہے جبکہ دوسری قسم یہ کہ یوں کہا جائے " تمہاری دلیل بمع مقدمات کے دوسری جگہ جارٹی ہوتی ہے اور جو تمہارا مقصود ہے اس کو مستلزم نہیں ہوتی "، رہا نقض تفصیلی تو یہ وہ تفصیلی کلام ہے، جو دلیل کے ہر ہر مقدمے پر کیا جائے۔

خاتمة الكتاب

انتهى ما تيسّر جمعه في هذه الرّسالة ، و الله سبحانه أسئل التّوفيق ، و السّداد ، و الاستقامة ، و الإنصاف ، و أن يوفّقنا الله تعالى باتّباع الكتاب و السّنّة على ما شرحه أهل السّنّة و الجماعة المصيبن إلى الحقّ .

اللهم أحسن عاقبتنا في الأمور كلّها و أجرنا من خزي الدّنيا و الآخرة ، و صلّى الله تعالى على خير خلقه محمّد ، و آله،و أصحابه أجمعين.

خاتمہ

اختتام کو پہنچ گیا وہ جس کا جمع ہونا اس رسالے میں آسان ہو گیا تھا، اللہ سے توفیق، رہنمائی ،استقامت اور انصاف چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمیں توفیق دے کتاب اللہ اور سنت کی تابعداری کی اس طریقے پر جس کی تشریح حق کو پانے والے اہل السنۃ والجماعت کے علماء نے کی ۔ اے اللہ سب کاموں میں ہماری عاقبت خوب تر بنادے ،اور دنیا وآخرت کی رسوائی سے اپنی پناہ میں رکھ ،اور اللہ کی کامل رحمت کا نزول ہو مخلوق میں سے بہترین ہستی محمد ﷺ پر اور آپکی اہل پر اور آپکے سب صحابہ پر۔

تمت

فهرست

عرض مترجم ٢
الاعتذار والالتماس ٦
خطبة الكتاب ١٠
ابتداء الفتن فى المسلمين ١٥
تعريف الزنادقة ٢٤
فضيلة هذه الأمّة أوّلاً وآخرًا ٣٦
تفصيل علماء الربّانيين ودعوتهم ٣٨
الدّعوة بالحكمة ٤٧
تفسير الحكمة من القرآن ٤٩
ولا بدّ من تصحيح البيان نطقًا كان أو كتابة ٥١
تفصيل السّياسة الإسلاميّة ٥٢
ولا ينبغى أن يغترّ العالم بالألقاب ولا بالشّغل الشّخصى ٥٦
الدّعوة بالموعظة الحسنة ٦٠
أمّا الدّعوة بالجدال ٦١
وكذا لا بدّ له من التدبر والتأمّل فى ما أنبأ النّبىّ صلى الله عليه وسلم عن الفتن، وما ذا يفعله الدّاعية عند وقوعها؟ ٦٥
الدّخول فى المقصود بعد الفراغ من التّمهيد الممدود ٧٧
فأوّل ما وقعت المناظرة من إبليس مع الله تعالى إباءً واستكبارًا ٧٩
إذا كان الغرض من المباحثة إظهار الحقّ وإبطال الباطل فتجوز ٨١
وأمّا مناظرة أهل السّنّة والجماعة مع أهل البدع والإلحاد فمنقولة ٨٢
آداب المناظرة الصّحيحة ٨٩
ذكر بعض مكائد أهل البدع ١٠٠
الفتوى من غير أهله سبب الهلاك والاستهلاك فى الدّنيا والآخرة ١٠١
أعظم كيد أهل البدع فى هذه الأزمان كيد الجعليات بصورة المستفتى والمفتى كلاهما من أهل البدع ١٠٥
لزوم بيان فتوى الحقّ ١٠٧
سبب بسط الكلام فى الإفتآء وما يرجع من الفتوات على أهل الحقّ ١١٠
ذكر الأمور الإجماليّة حول المناظرة ١١٢
تحقيق لفظ 'اللّغة'، ولفظ 'الاصطلاح'، والفرق بين الاصطلاح عند أهل الإسلام وأهل الإلحاد ١١٣

تحقيق المناظرة لغةً واصطلاحًا ١١٥
ذكر المناسبة بين المعنى اللّغوى والمعنى الاصطلاحى ١١٧
بيان الفرق بين المناظرة والمجادلة والمكابرة ١١٨
بيان علم المناظرة ١١٨
الأمور اللّازمة فى المناظرة ١١٩
إذا لاحظ المناظر الأمور اللّازمة فى المناظرة فربما يكفى سكوته للجواب ١٢٢
لا ينبغى الغفلة وقت شروع البحث ١٢٩
لا بدّ من معرفة أقسام التّعريف ١٣٠
كيفيّة المناظرة مع من يدّعى التّمسّك بالكتاب والسّنّة ١٣٢
طريق كيفيّة الاستدلال من القرآن ١٣٣
بيان كيفيّة الاستدلال من السّنّة ١٣٤
تفصيل الطّبقات فى الحديث ١٣٥
لزوم معرفة أقسام الحديث، وبيانها ١٣٧
تفصيل اصطلاح السّادات الحنفيّة لرفع المعارضة الحديثيّة ١٤٠
معرفة طريقة دفع التّعارض بالنّسخ ١٤٠
تفصيل دفع التّعارض بالتّرجيح ١٤٢
تفصيل فى دفع التّعارض باعتبار الجمع بين الأحاديث ١٤٣
ذكر الأمر بطريق التّطفّل، ألا وهو التّقليد ١٤٣
طريق الأهل الزّيغ فى الإستدلال من الألفاظ المشتركة بين المعانى ١٤٨
استعمال لفظ التّقليد من بين القرآن والسّنّة وأقوال الصّحابة ١٤٩
التّقليد المطلق ممدوح ومذموم كالاتّباع المطلق والإطاعة المطلقة ١٥٤
ذكر الفرق بين التّقليد والاتّباع والإطاعة ١٥٥
تفصيل الاتّباع والطّاعة والتّقليد المذموم ١٥٧
تفصيل التّقليد والاتّباع الممدوحين والإطاعة الممدوحة ١٦٣
بيان الضّرورة للاجتهاد والقياس ١٦٤
وقت الحاجة إلى القياس ١٦٥
بيان شرائط القياس ١٦٧
بيان المراد بالأدلّة والأمارات ١٧٠
تعريف القياس، والأمور اللّازمة له عند المحقّقين ١٧١
ذكر بعض أقسام القياس، وردّ قول المنتقد ١٧٣
ذكر بحث المقلّد ١٧٦
بيان السّاغ للتّقليد الشّخصى ١٨٠

خلاصة الكلام فى التقليد الشخصى ١٨٢
تعريف التقليد خلاصة ١٨٣
عبارات العلمآء فى تعريف التقليد ١٨٥
بيان الإفراط و التفريط فى التقليد، و بيان سببها ١٨٧
استعمال لفظ 'الرّأى و الفقهآء' فى الأحاديث الصّحيحة ١٩٠
عقاب من يذكر مثالب العلمآء المجتهدين ١٩٣
مصداق أهل الرّأى المذموم ١٩٤
تفسير الأرباب بلسان النّبىّ ﷺ ١٩٦
مراتب الحلّ و الحرمة ١٩٨
الفقهآء أعلم النّاس بمفاهيم الأحاديث ٢٠٠
التّعجّب لمن ترك الفقه و الحديث من أجل كلام النّاس فيهما ٢٠١
لا تخالف بين الكتاب و السّنة و شرح الفقهآء ٢٠٣
التّقليد الشّخصى و الانتخاب من المذاهب كلاهما جائزان ٢٠٤
لا يجوز ترجيح مسئلة بحسب هوى النّفس بل لا بدّ فيه من العلم العميق العريض ٢٠٦
الانتخاب من المذاهب و الانتقال من مذهب إلى مذهب يجوز بعد تعمّق النّظر، و الحاجة الدّاعية إليه ٢٠٧
بيان شروط الانتقال من المذهب إلى مذهب، و الانتخاب من المذاهب ٢١٢
مطلب ما فى كتب الفقه من عدم الرّجوع بعد العمل ٢١٣
وصايا العلمآء المجتهدين المتبوعين ٢١٥
العمل بالاحتياط أمر آخر، و التّلاعب شيء آخر ٢١٩
أقوال العلمآء فى ذمّ الانتقال المذموم ٢٢١
أصحاب الهوى يتتبّعون زلّات الفقهآء، و يكذبون معها مائة كذبة كما هى عادة الملاحدة و الإباحيّة ٢٢٣
الحصر فى المذاهب الأربعة من أجل القبول من الله، و الفضل من الله ٢٢٥
جملة الكلام فى المناظرة مع من يدّعى التّمسّك بالكتاب و السّنّة ٢٢٨
تفصيل كيفيّة المناظرة مع من يدّعى التّمسّك بأقوال الفقهآء، و بيان عجائب الفرقة المتمسّكة بأقوال الفقهآء ٢٢٩
عدم النّقل و التّرك فى العبادات دليل عدم الجواز ٢٣٠
يجوز الاستدلال للمقلّد من الكتاب و السّنّة ٢٣٣
التّفصيل فى الفقه و الفقهآء، و بيان طبقاتهم ٢٣٥
كيفيّة المناظرة مع من يدّعى الفهم بالعلوم الآليّة، و بيان أسئلتهم ٢٤٠
خاتمة الكتاب ٢٤٦


الفيض الإلهي
منهج الوصول
الى الرسول
البحر الزخار
نثر الأقاح
تأنيس الفتاح